

محمد
بن
عبد الوهاب

موسى بن موسى

محمد بن عبد الوهاب

محمد بن عبدالوہاب

مسئوٰ عالم ندوی

مکتبہ خیراغ راہ کراچی

انتساب

اپنے اساتذ، مربی اور مخدوم
حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ

سے نام

جن کی پیرائے شفقت میری زندگی کے آثارِ چرخِ حاد کی نگہبان رہی ہے
اور جن کی سرپرستی اور قیمتی مشوروں نے مجھ میں لکھنے پڑھنے کا ذائقہ
پیدا کیا، اور اپنی طالب علمی کے گوشہ بارہ تیرہ برسوں میں جن
کی ہدایتوں کا یکسر پابند رہا ہوں،

اس حقیر طالب علمانہ کوشش کو معنون کرنے کی عفت
حاصل کرتا ہوں

ناشر
مسعود عبدالغفار

پیشہ
۲۰ ربیع الآخر ۱۳۶۱ھ

فہرست مضامین

۴۱	ایمانت مندوں کا پہلا گروہ	۱	انتخاب
۴۲	ابن عمر کی دور پیشانی	۷	دیباچہ طبع چارم
۴۳	دور مسلسل	۹	تقریب
۴۳	رحمت کی وسعت	۱۳	عرضی نواف
۴۵	تبلیغ عام	۱۷	پہلا باب :- ذاتی حالات
۴۷	ابن دؤاس اور دوسرے مخالف	۱۷	جزیرۃ العرب میں کے دور طبع میں
۴۹	وفات	۱۹	محمد بن عبدالوہاب
۵۰	ایک بڑی خصوصیت	۱۹	ذیل کے اسلام کی حالت
۵۰	دوسری خصوصیت	۲۲	نجد ابن عبدالوہاب کے پہلے
۵۱	اولاد و احفاد	۲۳	خاندان
۶۳	دوسرا باب :- سیاسی بڑی	۲۵	نشرونا
۶۵	محمد بن سعود	۲۶	علم کی راہ میں
۶۵	اختلاف صحیح	۲۹	رحمت و تبلیغ
۶۶	عبدالعزیز بن محمد بن سعود	۳۲	عیسائی میں ۱۸۱۷ء
۶۷	اختلاف کے بعد پہلا صحیح	۳۶	عیسائی کے اقوال
۶۸	پہلا نجد میں وفد	۳۸	مکہ حیدر میں ۱۸۱۷ء
۷۰	تقدیر سالہ و درج کی عام احکامات	۳۹	امیر محمد بن سعود کی سعادت

۹۹	شریف غالب کا انعام	۷۲	دوسرا نمبر کی زندگی
۱۰۴	شعوب کی وفات (۱۲۲۹ھ)	۷۳	تیسرا نمبر کی زندگی
۱۰۲	بیرت سحر	۷۶	جنگ کے بعد صلح
۱۰۳	عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز	۷۷	ج ۱۲۱۳ھ
۱۰۶	صلح اور فریب	۷۸	ج ۱۲۱۴ھ
۱۰۸	عبداللہ کے قاصد مصر میں	۷۸	ج ۱۲۱۵ھ
۱۱۱	ابراہیم پاشا	۷۹	کربلا پر حملہ ۱۲۱۶ھ
۱۱۲	سقوط درعیہ	۸۲	صلح کا نفاذ ۱۲۱۷ھ
۱۱۳	عبداللہ بن سعود کا مشر	۸۳	کربہ مکرمہ کا فاحشہ وائل
۱۱۴	باقی لوگوں کا انعام	۸۶	امیر عبدالعزیز کی شہادت
۱۱۹	درعیہ کی پر بادی	۸۸	سعود بن عبدالعزیز
۱۲۰	مرکارہ برطانیہ کی مابا کبارہ	۸۹	مکہ مکرمہ کی دوبارہ فتح
۱۲۲	درعیہ کا مشیہ	۹۱	سعود کا تیسرا حج (۱۲۲۱ھ)
۱۲۶	مصری فاتح	۹۲	ج اور اصلاحات
۱۲۹	محمد بن علی کی مکاری اور مظالم	۹۵	بعض دوسری نوکریات
۱۳۱	تیسرا باب: تصانیف	۹۵	راس الخیمہ
۱۳۳	کتاب التوحید	۹۶	مصریوں کا حملہ (۱۲۲۶ھ)
۱۳۶	کشف الشبهات	۹۷	مکرمہ مکرمہ

۱۵۲	غیر اللہ کو پکارنا	۱۳۷	شروط الصلوة
۱۵۲	استغاثہ	۱۳۷	اسلمی قواعد
۱۵۲	توسل	۱۳۸	اصول الایمان
۱۵۷	استغاثہ	۱۳۸	فضل الاسلام
۱۵۸	الحلف بغیر اللہ	۱۳۸	کتاب الکبائر
۱۵۹	زیارتہ قبر	۱۳۸	فیوض المسلمین
۱۶۲	پانچواں باب غلط بیانیوں اور فروع پر انہیں	۱۳۹	سنہ مراضی من السیرۃ
۱۶۲	ذاتیہیت	۱۳۹	تفسیر الفاتحہ
*	اس لفظ کی تاریخی تحقیق	۱۳۹	مسائل الجلالین
۱۶۷	سب سے پہلا مفسر	۱۳۹	تفسیر الشماۃ
۱۶۸	دوسرے معاصر اور ان کی گائیاں	۱۳۹	التفسیر علی بعض سورہ القرآن
۱۶۹	غلط بیانیوں کے نمونے	۱۴۰	کتاب السیرۃ
*	ادعا نبوت	۱۴۰	اہدی النبوی
۱۷۲	انکار حدیث	۱۴۱	چوتھا باب: دعوت
۱۷۳	بکفیرو قتال المسلمین	۱۴۱	سیاست کی کار فرمائی
۱۸۲	عام غلط بیانی	۱۴۲	شیخ کا فقہی مسلک
۱۸۳	اندام قبر نبوی	۱۴۶	حقائد
۱۸۰	ایک اٹھ کار گمریک کی شہادت	۱۵۰	توحید اور اس کے لوازم
۱۸۸	چھٹا باب: آمنا اور شریک		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیباچہ طبع چہارم

محمد بن عبد الوہاب: ایک مظلوم اور بدنام مصلح، پہلی مرتبہ اس طرح بھیج دیا گیا کہ وہ محض سخت کلامی اور غلط نامہ لگا کر دل کو تکلیف دینا پڑی دوسری اشاعت بھی حیدرآباد (دکن) سے ہوئی۔ (سٹیشنر) کاپیوں کی تصحیح خود اپنے ذمہ لی۔ اس لئے غلطیاں بہت کم ہوئیں، مگر تصنیفی حیثیت سے کوئی ترقی نہ ہو سکی۔ چوتھوں میں نجد اور ریاض کی زیارت کا موقع ملا، تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کتاب کے بحث طلبہ جملہ کی تحقیق کی شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خاندان کے ممتاز علماء سے مذاکرے ہوئے۔ خاصہ مواد ملا۔ (نئی جہان بین کی جانب سے بھی اطمینان ہوا۔ خاص طور پر علمائے آل الشیخ کی مکمل وصیات شیخ عبد بن عبد الوہاب کے کاتب خاص نے ان کی ریاض سے اٹھا کر دی۔ مگر اتفاق کہ میری واپسی سے پہلے ہی کتاب کی تیسرا

لے شیخ محمد بن عبد الوہاب بن عبد الوہاب بن عبد الوہاب اس وقت تک کے سب سے عالم و فاضل عالم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حکومت اور قوم دونوں کی نگاہوں میں ناقصی انصاف سے بھی ان کا مرتبہ بلند ہے۔ مگر ان کا

اشاعت مکمل ہو چکی تھی (نمبر ۹ کے ساتھ اس نئے مسلمات سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا۔
 اب تقریباً چار سال کے بعد نظر ثانی کا موقع ملا تو وہ بارواشتیس کام انہیں اور متعدد دیگر
 کتاب مکمل ہو گئی۔ پاکستان میں کاغذ کی کمی یا بی کو دیکھتے ہوئے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ منفعی اور بیش کب
 تک شائع ہو سکے گا۔ پر اپنے اطمینان کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ سطریں لکھ کر منفعی و منفعی نسخہ
 اپنے ناشرین کے حوالہ کر رہا ہوں۔ اللہ کرے، زیادہ تاخیر نہ ہو۔

۲۰، مجاہدی لاؤ کی شیعہ
 عاجز
 مسعود عالم ندوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریب

(۱)

قدرت کے کارخانے بھی عجیب و غریب ہیں، لکھنے والے نے حضرت سید احمد شیعہ کی تحریک تجدید امامت اور اُن کے نقش قدم پر چلنے والوں کی سرگزشت قلم بند کرنا چاہی اور مرتب ہو گئی شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی سیرت - اس عجیب و غریب واقعے کی مختصر سرگزشت یہ ہے کہ سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے دو طالب علموں نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت سید احمد خدیو بریلویؒ اور مولانا اسماعیل شیعہؒ رحمہما اللہ رحمۃ اللہ علیہما الصالحین المہاجرین من عبادہ کی چلائی ہوئی تحریک تجدید امامت کی مکمل تاریخ مرتب کی جائے۔ ایک نے حضرت سید صاحبؒ کی سیرت اپنے ذمہ لی اور دوسرے نے بلاگو کے شہر سے اپنا سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا۔

دونوں نے اپنا اپنا کام شروع کیا۔ ان میں جبرائیل صاحب دل اور سپلا اخلاص و جہاد تھا، اُس نے سیرت سید احمد خدیو مرتب کر لی (سلسلہ) میرا اشارہ

اپنے غصے دست مولانا ابوالحسن علی مدنی (اساتذہ نعیمیہ) اور ابوالاعلیٰ مودودی (مفت اعظم) اور ان کی تصنیف سیرت سید احمد شہید کی طرف ہے، جو اہل ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے اور ایک قلیل مدت میں اس کے دو اڈیشن نکل چکے ہیں۔

دوسرے (راقم) نے بھی اپنا کام شروع کیا، لیکن قدم قدم پر رکاوٹیں پیش آئیں۔ نشانِ راہ دھندلا کر چکا تھا، جاننے والے اور دیکھنے والے ابھی نیند سوچکے تھے۔ سننے والوں پر اب تک بصیرت طاری ہے۔ لیکن قلم کا مسافر اپنی منزل کو نہیں بھولا۔ تلاش و جستجو کے ابتدائی نمونے مرحومہ انصاریہ (شعبان ۱۳۸۵ھ) میں *الحركة الوهابية السياسية* کے عنوان سے، اور السلالہ (پشتہ میں) وہابیت؛ ایک دینی اور سیاسی تحریک کی سرخس کے تحت شائع ہوئے اور مخصوص حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

دورانِ بحث و تمحیص میں نجد کی وہابی تحریک (جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے) کا ذکر بار بار نظر سے گزرا اور ایسی غلط بیانیوں اور افتراء پر مبنیوں سے دوچار ہوا کہ یا راتے ضبط نہ رہا۔ سب سے بڑی غلط فہمی جس میں دوست اور دشمن دونوں مبتلا ہیں یہ ہے کہ مہندوستان کی تحریک وہابیت یعنی حضرت سید صاحبؒ کی تحریک تہدید و امامت نجد کی وہابی تحریک ہی کی ایک شاخ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دونوں تحریکوں کا آغاز ایک مقصد ایک اور دونوں کے چلانے والے کتاب و سنت کے علم پرست اور یکساں سرگرم مجاہد تھے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر بالکل اٹل ہے کہ ایک کا دوسرے سے دور کا بھی تعلق نہیں یعنی ایک نے دوسرے کی تعلیمات سے بالکل تار و نہیں اٹھایا۔ دونوں

دعوتیں، الگ الگ اپنے مخصوص ماحول اور حالات کے مطابق پھیلیں پھریں۔ اس لئے اصولی اتحاد (یعنی کتاب و سنت کی طرف لوٹنے کی دعوت) کے باوجود دونوں پر اپنے اپنے مخصوص مقامی اثرات کی چھاپ بھی محسوس ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں ایک دوسرے سے کافی اختلاف بھی رکھتی ہیں۔

ہم نے ابھی کہا کہ نجد کی تحریک دعوت و تجدید کے متعلق ایسی غلط بیانیوں نظر سے گزریں، جو یارائے ضبط نہ رہا اور اسی بے اختیاری میں عاجز رہنے پر برتر ترقیب کتب کے دو حصے کو ویٹے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی کی سیرت اور دعوت سے متعلق یہ صفحے، اس مجوزہ کتاب کی پہلی جلد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دوسری جلد نبرد سلاطین کی تحریک تجدید و جہاد کی مکمل تاریخ پر مشتمل ہوگی، جس میں حضرت سید صاحب کی شہادت (رحمۃ اللہ علیہ) سے لے کر سلاطین تک کی تمام سرگرمیوں، قربانیوں اور خدمات کا گہرا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

(۲)

اس سلسلے میں ایک چیز کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے: ”نجدی وہابیت“ یا ”ہندوستانی وہابیت“ کی تاریخ و ترقیب کرنے سے ہماری غرض اس بات کی تکمیل نہیں کہ حق و صداقت ان ہی دونوں جماعتوں میں محدود ہیں، یا یہ کہ مختلف اولیٰ و خدایوں و بستانوں کی طرح، ان جماعتوں کو ہم ایک خاص مشرب یا دبستان کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن سچہ ان جماعتوں کے بعض سرگرم داعیوں یا پرہیز مستعدوں کا ایسا خیال ہے:

لیکن ہم اس شہرِ نبویؐ کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں حدودِ جہدِ مُضر سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حق صرف کتاب و سنت کی پیروی میں ہے۔ ہم دُشمنِ ہدایت کو کسی قسم کی امداد ہی، یا ملکی جماعت کا ہمارے نہیں سمجھتے۔ یہ نہ محمدؐ کی زبردستی ہے، نہ ہندوستان کی۔ اللہ اور اس کے رسولِ اصلی اللہ صلیو سلمؐ کی تعلیمات واضح اور نمایاں ہیں جو ان پر ٹھیک ٹھیک چلنے کا، وہ ہدایت و خلاص سے نوازا کام ہو گا۔

محمدؐ اور ہندوستان کی ان دونوں جماعتوں کی تاریخِ مرتب کرنے اور ان کے دُشمنِ فقر و شرف کے اُجاگر کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے دو مشہور مصلحوں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی ہدایت ہمارے اٹھاروں کے سامنے آجائے۔ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان صدیوں میں صرف یہی دُشمن پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ - ۱۱۷۹ھ) اور علامہ ابوسعید علی سنوسی رحمۃ اللہ علیہ ^(۱۱۷۹ - ۱۲۵۰ھ) بھی اپنی شانِ تجدید و اصلاح کے لحاظ سے انتہائی متاثرِ حیثیت کے مالک ہیں۔ گو کہ ان کے لئے کہیں گے کہ سید صاحبؒ کی دعوتِ حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی پکار کی آوازِ بازگشت تھی۔ مگر یہ مان لینے کے بعد بھی سید صاحبؒ کا خاص رنگ اور انفرادی خصوصیات اپنی جگہ پر باقی رہتی ہیں۔ اسی طرح اصلاح و تجدید کے دوسرے رنگ میں سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ ^(۱۲۵۰ - ۱۳۴۰ھ) اور امیرِ مملکت اور جدِ نوری رحمۃ اللہ علیہ ^(۱۳۴۰ - ۱۳۵۰ھ) بھی ایک بڑی جماعت کی عقیدت و محبت کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور یہی طور پر —

نہ میں ہم حق کو، نہ اربعہ کی تقلید میں محصور سمجھتے ہیں، نہ وہ بنیادِ ہر پانچوں کے شروع، اور کام کی پوری میں اور دُشمنِ حق کو کسی خاندانِ عالم کا سرور و حق خیال کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ نجد اور ہندوستان کی یہ دونوں جماعتیں مسموم ہیں اور ان سے غلطیاں اور کوتاہیاں نہیں ہوں گی۔ اہل نجد کے بارے میں تو غلو اور شدت کا شکوہ دوستوں کو بھی ہے۔ ہمارا کہنا صرف یہ ہے کہ یہ خلص جماعتیں تھیں، جو اللہ کے نام پر تھیں اور جہاں تک انسانی کوششوں کا تعلق ہے، اعلاء کلمۃ اللہ میں انہوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپ اس نظر سے ان کے کاموں کا جائزہ لیجئے۔ کئی سٹائی باتوں، دشمنوں اور مہاجر لوگوں اور صوفیوں کے پیر و پچھڑے سے متاثر ہو کر غلط رائے قائم کر لینا طالبِ حق کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

ہم نے اس کتاب میں رائے ذاتی سے مقدمہ و بصیرتِ عیاد بقی ہے۔ راہِ کافی چھان بین اور زیادہ سے زیادہ مستند اخذ کی جیسا کہ ہم نے حالات و معتقدات کے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کامیابی ہوئی، تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، ورنہ ایک بے برگ و فرا طالبِ علم سے غلطیوں اور غرو و گدازتوں کا وہ جانا بے حد نہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ نیت و عمل میں اخلاص اور اس حقیر کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

عاجزہ
مستوفی الم ندوی

پٹنہ
۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

عزیز مؤلف

غیر نظر کتاب کی ترتیب کا کام عاجز نے شوال ۱۳۵۹ھ (نومبر ۱۹۵۷ء) ہی میں شروع کر دیا تھا، لیکن ملازمت کی دشواریت کے باعث زیادہ وقت نہ دے سکتا تھا، تاہم آہستہ آہستہ کام ہوتا گیا اور شوال ۱۳۶۰ء (نومبر ۱۹۵۸ء) میں کتاب کا خاکہ تیار ہو گیا۔ مگر کتابوں کی لمبائی کے باعث مسودہ مکمل کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اور جب کچھ لکھا، تو کچھ اور مزلوٹنے پر کافی اصلاح و ترمیم کی ضرورت پڑی، پھر بھی انتہائی تلاش و جستجو کے باوجود بعض ضروری اور اہم کتابیں نہ مل سکیں، جن کا ذکر اخذ کے ضمن میں آگیا ہے۔

جن ہندوگوں اور دوستوں نے کتابوں کی فراہمی اور مالی کاپتہ دینے میں بھاری رول کی، ان کی اہم ان کے دل سے شکریہ ادا ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر جناب ڈاکٹر عظیم الدین صاحب پٹنہ، پروفیسر سید حسن عسکری پٹنہ، مولانا عبدالرحمن کاشغری ندوی، کلکتہ، مولانا سید نور الدین صاحب غزنوی لاہور، ڈاکٹر شیخ غفر عیاض، اللہ صاحب لاہور، ڈاکٹر

محمد عبداللہ صاحب، حیدرآباد، شرف الدین دادلاد، بمبئی، مولانا عبدالجبار صاحب میری
بنارس۔ پروفیسر محمد اکبر ندوی، کلکتہ یونیورسٹی، حکیم حافظ یوسف حسن خان صاحب، امد
شریف (پٹنہ) کا ولی شکر، ادا کرنا میرے لئے ایک خوشگوار فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے
کہ اگر ان بزرگوں اور دوستوں کی مدد نہ ہوتی، تو مسد و گلیاں اور نایاب کتابوں کا
جمع کرنا میرے لئے بہت دشوار ہوتا۔

اس موقع پر ایک نجدی عالم شیخ محمد عمران بن محمد بن عمران (ساکن ریاض - نجد)
کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے بھی میں اس کتاب کی تالیف کا حال سن کر پہلے
سلام محبت سے یاد کیا، پھر بنارس ہوتے ہوئے کربلا تشریف لائے اور وہاں
غریب خانہ کو رونق بخشی۔ وہ اوسط درجہ کے ٹکڑے بڑے آدمی تھے، لیکن شیخ ابن
عبدالوہاب کے ساتھ و پر واضحہ نجد کے ایک فرد۔ وہی اتوار سنت وہی تقویٰ
وہی جو سب عمل جو اس جماعت کا قرۃ العینا سنتے آئے ہیں۔ کم از کم ہندوستان میں اس
دیس کے اشخاص بہت کم دیکھنے میں آئے۔۔۔ ان سے ہمیں بہت مدد ملی۔
علامے نجد کے سنین وفات کی تعیین انہوں نے اپنے حافظے کی اور پورے
یقین کے ساتھ پھر بھی جہاں کہیں ہم نے ان کی روایت پر اجماع کیا ہے، احوال
دے دیا ہے۔

یہ سب علم کی مکمل جوتی ہیں، مسند میں ریاض نجد کا دیار تہذیبی عالم شیخ محمد عمران
صاحب بھی تجلید مقامات جوتی، وجہ اہل علم سے مذاکرہ کے بعد معلوم ہوا کہ ان کی باقی ہوئی وراثت
سب صحیح نہیں ہیں، اس لئے میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

(ب)

کتاب کے مطالعے کے دوران میں مندرجہ ذیل گنہگار نہیں پیش نظر رہیں، تو راقم کی منوینت کا باعث ہو گا۔

۱۔ حوالوں میں طوالت سے بچنے کے لئے بسا اوقات صرف نصف کے نام پر لکھا گیا گیا ہے۔ کتابوں کی تعیین نامزد سے ہونے لگی۔

۲۔ ہجری اور عیسوی تسنیں کے تطابقی کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے، لیکن جہاں ٹیک ٹیک دن اور ماہ کی تعیین کے ساتھ تاریخ نہیں معلوم ہو سکی ہے، وہاں ہجری سن کے مقابل میں عیسوی سن دئے گئے ہیں۔

۳۔ جہاں کہیں شیخ الاسلام اور شیخ کے لفظ بلا کسی نام کے آئے ہیں، وہاں مراد شیخ محمد بن عبد الوہاب ہیں۔ اسی طرح آل ایشیخ سے ان کی اولاد و احفاد مراد ہیں۔ گو اس جماعت کے دیگر بزرگ شیخ الاسلام کا لقب عام طور پر امام ابن تیمیہ (ف س ۷۲۸ھ) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۔ عربی اور انگریزی عبارتوں کے ترجمے اور اقتباس میں حرف بحرف لفظی ترجمہ کا التزام نہیں کیا گیا ہے، البتہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اصل کا مفہوم ترجمہ یا اقتباس میں ٹیک ٹیک ادا ہو جائے۔

۵۔ 'یونی اسلام کے مخطوطات لفظی کا اسکان ہے۔ اگر کہیں ایسی جگہ یا فقرہ پیش نظر آئے، تو راقم کو خط فواد یا مباحثہ صحیح کسی قسم کی بھی ہو، انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

پہلا باب

ذاتی حالات

جزیرۃ العرب مسلمانوں | عرب کے ریگستانوں نے گوریل و نمار کے ہزاروں
 کے دورِ عروج میں | قماشے دیکھے ہیں، سوگوشاید اس قماشے سے رعب
 کہ کوئی قماشانہ ہر گاہ کہ تاریک فردوں نے ایک چمکتے سورج (وہ جو بنویں) کے
 پر تو سے روشن ہو کر ساری دنیا کی آنکھوں کو اپنی چمک و ملک سے روشن کر
 دیا، اور خود ان کے گوشہ گوشہ کو مطلع افوار بندیا اور عین اس وقت جب وہ وقت
 و خیال اور بحر و بر کو منور کر چکے خود ایسے مانند چمکے کہ دنیا کی نگاہوں سے جا چل ہوا
 گئے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان قوموں نے جو اس نور سے منور ہوئیں، یہ سمجھا کہ ان
 ریگستانی فردوں کی تابانی کے مقابلے میں ان کی چمک اور تابانی نگاہوں کو خیر و
 نہ بنا سکیں گی، اس لئے ان کا تاریک اور خاموشی رہنا اچھا ہے۔

(سیکسیلیان ندوی، صدفِ نوبہر شمشاد)

یوں تو بنو امیہ کے دور حکومت ہی میں حجاز کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی، دمشق کے شاعروں نے جرین کو پیرا دونوں کی خانقاہ بنا دیا۔ اور پھر ابو مسلم خراسانی کی تلوار نے عربوں کی سیاسی قسمت ہی کا فیصلہ کر دیا (مسلحہ)۔ اور جو عباسی سلطنت اس کے بل بوتہ پر قائم ہوئی، رفتہ رفتہ علی شمشابی بن گنی - مستنم (۳۲۵ھ - ۳۳۶ھ) کے دور میں ترکوں کے لئے زور پکڑا، اور پھر تخت و تاج نے ان کے قدم لئے۔ نزدیک اور دور، سیلیس بنیں اور بگڑیں، پر غریب عرب کا اس سنگ و تاز میں کوئی جھڑکتا

مسلمانوں کے عروج کی ان سبیلوں میں بغداد اور قرطبہ کی علمی و رنگاہیں قائم ہوئیں۔ ازہر مصر، زینتہ تونس، اور فردوس چین (خاس)، کی مسجدوں سے علم و عمل کچھ شے جاری تھئے۔ ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا، سلیمان اعظم (۳۶۶ھ - ۳۷۹ھ) نے خانقا کی دیواروں کو منظر میں بندھوا دیا، کوئٹہ پر وزیر کیا، لیکن عرب کا شیربان اپنے صحرا میں آرام کی فینہ سوتا رہا۔ عثمانی ترکوں نے حجاز پر صدیوں حکمرانی کی، لاکھوں کھٹوں کے چڑھاوے دیئے۔ مصر کے خزان کا بیشتر حصہ جرین کی خدمت کے لئے وقف رہا۔ مجاوروں اور قتلیموں کے لئے بیش قرار و نیلے مقرے کئے۔ پر عرب کی داوی بغیر ذی ذراع میں کہیں علم کا ہر جلدی نہ ہوا۔ فنون کی زبان ترکی رہی۔ اشد اکبر! نیندہ المسلمین کی حکومت اور مہجور دلی میں غیر قرآنی زبان کا چلن! سحر کا مقام ہے! اس ذیل و شا اور باؤ شاہی نے کیا کیا نہیں کرایا۔ اس امر کا ہی زبان ترکی رہی، مصر ترکی رہے۔ رہے عرب تو مزدوروں کی مجاہدی اور گداگری، دیا پھر ایام جاہلیت کے نمونے پر لٹ کھوٹ ان کا کام رہ گیا تھا۔

محمد بن عبدالوہاب | ابا ترغیب دنیا پر تار کی میں جٹا ہو گئی، سلامی کتاب و سنت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے۔ ایک اللہ کی جگہ سیکڑوں ممبر بنائے گئے۔ مصر میں بدوی و غافل عراق و ہند میں جہاد افتاد و چلی، مکہ و طائف میں ابن عباس بن دین میں ابن مولا کچھ مرادیں مانگی جانے لگیں اور مسلمان ہر شہر و حجر کے سگے بھینے گئے۔ جب یہ حالت ہو گئی تو پڑوسی بے آب و گیاہ سرزمین پر پہلے پہل تذکیر و ہدایت کا انتخاب فرم گئے پڑوا اور خاک و حوٹ کے وہ ڈرے جو جبل و شرک کی غلیانی کے باعث مانڈ پڑ گئے تھے، پھر چمک اٹھے۔ اور نجد کے چمنستان سے جو اپنے حار و غرامی کی عطریہ ہی کے لئے مشہور ہے، توحید و کلمہ حق کی دسی خوشبو پھیلی، جس نے تمام عالم کو معفران دار بنا کر مجھڑا۔ میری مراد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) شہرہ منکر بخدا کی فائز گزری سے ہے، جنہوں نے اپنی مسلسل دعائی خلک کو ششوں سے توحید کا بھولا سما بسن یاد دلایا، اور جہاں تک اس مرد مجاہد کی آواز پہنچ سکتی تھی، اس نے حق و صداقت کا پیغام پہنچایا۔

ابن عبدالوہاب کی پیدائش کے | ایں تو اسلامی دنیا کا ٹکری زوال، تیسری صدی ہجری وقت و نیلے اسلام کی حالت | کے اختتام پہلے ہی آخری صدی کو پہنچ چکا تھا۔ اجتہاد و فکر کے دونوں عمر جو ابند ہو چکے تھے۔ مسافرین کے متون و حواشی اور تفسیلات علما کے زیر دس تھے، عملی حالت اس سے بھی زیادہ گری ہوئی تھی۔ لیکن بارہویں صدی ہجری

نے تطہیر الاعتقاد میں بادین الکلام و المحدثین اسماعیل الحمیر و الصنفانی مثلاً
 کلمہ حق کے حار و غرامی کا ذکر کلام عرب میں کثرت آتا ہے۔ حمود ثعلبی کو کسی دن ۲۴۸ کلمہ اپنے
 تاریخ نجد میں اس سلسلے کی مشکلات بہ کثرت نقل کی ہیں۔ (دہشتہ ۱۹)

کے آغاز میں یہ اغطاء اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ غیر مسلم بھی جبراً صحابہ کے حالات سے اس دور کے مسلمانوں کا موازنہ کرتے، تو انھیں تعجب و افسوس ہوتا۔ امریکی اہل قلم اسٹاڈرٹ کے بیان کے مطابق یہ

”مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا۔ تصوف کے حلقہ از توہمات کی کثرت نے خاص، اسلامی توحید کو ٹھک دیا تھا۔ مسجد تین ویران اور منہاں پڑی تھیں۔ جاہل عوام ان سے بھاگتے تھے اور قومی فحش اور مالا میں بغض کے گہرے نشوونما اور دلوانے و روشنی پر اھتقاور کتے، اور بزدلوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے، جن کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شیع اور وہابی کے طور پر کی جاتی تھی۔ کیوں کہ ان مباحثوں کا خیال تھا کہ خدا کی برتری کے باعث وہ اس کی ناصحت بلا واسطہ دوا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی تھی، بلکہ اس کی خلوت و رزی بھی کی جاتی تھی۔ مسائل تک کہ مقامات مقدسہ (مکہ و مدینہ) باعالمیوں کا مرکز بن گئے تھے۔ اور حج جس کو رسول اللہ نے فرائض میں داخل کیا تھا بدعت کی درجہ سے تھیر رہا تھا۔ فی الجملہ اسلام کی جہاں ٹک رہی تھی اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروؤں کے اتہاد اور بہت پستی پر ہزاری کا اظہار فرماتے۔“

ایک غیر مسلم مبصر کے اس تیار کردہ خاکے میں مسلمانوں کے جو غلط و خال تصور تھے ہیں وہ آج بھی قریباً سچے ہیں یا نہیں؟ امیر شکیب اسحاق (دف ۱۹۴۷ء) کی رائے میں سچے سے بڑا حق منظر عالم بھی بارہویں صدی کے مسلمانوں کی اس سے زیادہ صحیح اور واضح

تصویر نہیں کھینچ سکتا تھا۔

طویل کلام اگر باندہ ہوا تو اپنی جہتیں کی مزید داستان ایک دوسرے مغربی مبصر کی زبانی بھی کسی لیجئے۔

”اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں کا جو شرمو تھا، تمام نما و خلیفہ کی سلاکہ گر چکی تھی اور تہذیب کے جنوب میں اصلاحت تسلیم بھی نہیں کی جاتی تھی۔ میں ایک صدی پہلے یہ تجویز اہی گردن سے اُتار چکا تھا کہ کے اشراف عیسائیوں کی نسبت اپنے سرور کی مخالفت میں زیادہ سرگرمی دکھانے کو تیار تھے۔ یہ کچھ تھی جو آج دکھائی دیتی ہے، اُس وقت اس کا احساس بہت کم تھا، اور روحانی مرکز کو مادی پیش و آرام کا شکار ہو چکا تھا۔ اور تقویٰ و زہد کے علاوہ وہاں ہر چیز کے لئے رواداری موجود تھی۔ حالانکہ ہندوستان میں عیسائیوں کی فتح نگاہوں کے سامنے تھی، اور یورپ میں بھی غیر مسلم طاقتیں ترکوں کا پانسہ پلٹ رہی تھیں، لیکن عرب میں ان واقعات کا سمت کم احساس تھا، اور یہ عام غیظ و غضب جس کا مظاہرہ آج فرانس، برطانیہ اور روس کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ اس وقت بالکل منظور تھا۔ جہاں شہرہ نہیں دیاں، ہوش نہیں، چہرہ یا سیکہ تبلیغی کو کشمکشیں ہوں۔ (مذاہرہ کر) اس وقت اسلام کا رخ منزل کی طرف تھا، اور یہ تہذیب جس کی لہر انیسویں صدی عیسوی میں افریقہ اور چین تک پہنچ کر رہی اس وقت اس کی پیش رفت نہیں کی جا سکتی تھی۔“

۱۷۰۰ء تا ۱۸۰۰ء اسلامی ہند، صفحہ ۲۱۰-۲۵۹ + ۲۵۹ء تا ۱۸۰۰ء میں یہ کتاب تالیف ہوئی۔

Hogarth : Penetration of Arabia ۱۷

تجربا بن عید الوطاب سے پہلے ابار میں صدی ہجری کے آغاز میں اسلامی دنیا اور ثقافت
تقدیر کا جو حال تھا، اس کا بکلا سا اندازہ آپ کے بیانات سے ہوا ہو گا۔ لیکن ہر ذوقِ علم
کے تلمبہ نگار کی حالت اور بھی خراب تھی۔ کم سے کم جو کہا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ اہل نجد
اخلاقی انحطاط میں مد سے گزر چکے تھے، اور ان کی سوسائٹی میں بخلانی بُرائی کا کوئی
معیار نہیں قائم رہا تھا۔ مشرک کا عقیدے صدیوں کے تسلسل سے اس طرح دلوں میں گھر
کر چکے تھے، کہ ایک بٹاطہ اہل حق خرافات کو دینِ صحیح کا نمونہ جانتا تھا، اور فقط یہ صحیح وہ
اپنے آباء و اجداد کی روش سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

جیلہ (وادی حنیفہ) میں مذہبن خطاب کی قبر کی پرستش ہوتی تھی۔ مذہب میں بھی بعض سما
کے نام سے مشہور قبریں اور قبے عوام کی جا بلائے عقیدت کے مرکز بنے ہوئے تھے۔
وادی حنیفہ میں خزانہ میں دفن کا قبہ عقول کی ناشائش گاہ بن جاتا تھا، اور سب بڑھ کر یہ کہ
بیدار انصاف میں ایک پرانے و نعت کے ساتھ جو ان مرد اور عورتیں جو سڑک کرتی تھیں،
ان کے بیان سے زبانِ ظلم تامل رہے۔ خلاصہ یہ کہ مالوس عورتیں اولاد کی تمنائیں اس حد
سے بکھار رہی تھیں، نیز دوسرے پاس ایک غار تھا، جہاں مدد پر مشرک بُرائیاں ہر تہ تھیں، انہ

لہ نجد کی بدعات کا ذکر تمام تاریخوں میں آتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(داعت) روغتہ الافکار والافہام۔ لکھنؤ، رجال الامام و تقدیر عروا و ذوی الاسلام کالین
شیخ حسین بن الخادم (ف ۱۲۸۵ھ) (م ۱۳۵۵ھ)۔

(ب) عثمان بن محمد بن تاریخ بغداد کالین عثمان بن بشر انصاری (ف ۳۵۵ھ) (م ۴۰۵ھ)۔
کتاب تاریخ بغداد، اتم اور اصل کا حکم رکھتی ہیں۔

(ج) اربعۃ المستفیضات و التقدیر الیاتیہ انصاریہ، مرتبہ سلیمان بن محمد (ف ۴۰۵ھ) (م ۴۵۵ھ)۔
الامامین مؤلفہ سلیمان بن محمد (ف ۴۵۵ھ)۔

یہ سب کچھ دین اور مذہب کے نام پر ہوتا تھا، اور جو دو چار اشخاص فقہ و حدیث سے بہرہ ور تھے، وہ اپنے خلیفہ امیر یا معروف اور خلیفہ منکر کی بہت نہیں پاتے تھے۔ آخر علمائے نجد نیا کے ملا، سے الگ کرتے تھے نہیں!!

سیاسی حالت اور غراب تھی، خاندانوں اور برساتی عام تھی۔ شمالی نجد (بہل شمر قبیلہ) طے اور حسانیں جو خالد کا زور تھا، اور ایسا سلوم ہوتا ہے کہ عینہ کی امارت حسا کے جزو خالد کا اقتدار مانتی تھی۔ درحید میں قبیلہ عمر بن سعود بن مقرن کے قدم جم رہے تھے۔ درحید سے قریب ریاض میں وداس کی الگ امارت قائم ہو گئی تھی۔ نجد کا چھوٹا سا علاقہ چٹائی جھولی

(بقیہ جائزہ صفحہ ۲۴) (۱) نفیس کی Arabia (دینی ماڈرن و لٹریچر) صفحہ ۴، نفیس اور اچے مکان کا انڈیائی اس ختام میں کی کتاب ہے۔

۲۔ نفیس صفحہ ۶۰ جو کہ مختلف حصوں اور ناموں کے نجد کا جغرافیہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ ہمارے اس جیومیٹرک اور مشرق و مغرب تقسیم ہائی کے ہاں نہیں ہے۔ اور نہ موجودہ دور کے پہلے ملک میں کوئی قابل ذکر سیاسی و عدوت تھی۔ غرض طور پر یوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے بڑے حصے ہیں۔

(۱) شمال مغربی حصہ جس کا نام شمر ہے، اس کے مشہور شہر مائل اور القصیر ہیں۔

(۲) شمالی مشرقی حصہ جس کا نام انقصیم ہے، اس کے مشہور مقامات عینہ اور

بہیدہ ہیں۔

(۳) جنوبی حصہ جو اعلیٰ کہلاتا ہے، جس کا مشہور شہر ریاض ہے، جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت

ہے، اعلیٰ کہ کہیں بیان بھی کرتے ہیں۔ اعلیٰ میں یہ ایک پناہ گاہ کا نام ہے، اور اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنیفہ اور بادامہ علاقہ ہے، یہ شیخ الاسلام کی جہانگیرہ انش عینہ اور دھوکہ کرگز

یہاں میں بتا جاتا تھا کہ

خاندان اس پر مشرب و دور اور اس واقعہ میں محمد بن عبد الوہاب نے آنکھیں کھولیں۔
عینہ کے ایک اعلیٰ گھرانے میں پیدا ہوئے (۱۱۱۵ھ) ان کے جدِ اجداد سلیمان بن علی بن

قبیلہ خزیمہ سے، درمید دونوں، سی وادی میں واقع ہیں، جو نجد کے تنقب کی حیثیت رکھتے ہیں تفصیل کے لئے
ملاحظہ ہو انشیکر پیٹیا آف اسلام، عقد Arabia، جلد ۱ ص ۳۲ اور (Najd، جلد ۱

۱۹۳-۱۹۴ء)

لے مشہور شعر وادیب خالد بن عمر الفرج نے رسالہ الحج، گذر کر (جلد ۱ ص ۱۱۱) میں نجد
کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی تفصیل دی ہے۔ یہاں اس کے درج کرنے کی خاص ضرورت
نہیں معلوم ہوتی۔

لے عینہ (بضم عین) بین (پش کے معنی میں) کی تصنیف ہے۔ اور اب اسے جلا مشیر بھی کہتے ہیں۔
لے ابن عثمان (ج ۱ ص ۲۰) حوالہ المجلد جلد ۱ ص ۱۱۱۔ جلد کے کچھ واعد میں محمد بن زبیری و عدلان
اور رافضیہ ص ۱۱۱، خلافت الکلام ص ۱۱۱) نے ۱۱۱۵ھ اور امیر ترکیب (مماثر جلد ۱ ص ۱۱۱) نے
۱۱۱۵ھ تا ۱۱۱۶ھ وادوت بتلائی ہے، جو غلط ہے۔ اسی طرح Hughes (لوکسری آف اسلام

ص ۱۱۱) و لٹریٹ (اس کے پیکر سچ و نجد (ضمیمہ) ص ۱۱۱) Arabia : The
Cradle of Islam و غیرہ نے تاریخ وادوت مشرق لکھی ہے، جو یکسر غلط ہے۔ جو گارڈ
ص ۱۱۱ نے جی مائی وادوت غلط (فلسفہ) ویاس ہے اور انہیں مآخذوں کی پیروی میں اپنے جی
تو کر رکھتے ہیں۔

کہ (۱) شیخ کا پورا نسب نامہ یہ ہے:-

محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن مشرف (۱)
(۲) السب الوہاب علی مزاحج، الحنا بیدہ (مخطوط مشرقی کتاب خانہ پٹنہ) میں اس خاندان کے
مندرجہ ذیل افراد کے حالات ملتے ہیں:-
۱۔ سلیمان بن علی بن مشرف (ص ۱۱۱)۔

مشرف (ف ۱۱۸) اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور علمائے نجد کے مرجع و مہجری تھے۔ مناسک میں ان کی کتاب مشہور ہے۔ اور السحب البریلہ کے بیان کے مطابق مناسک کے باب میں عام طور پر حنابلہ اسی پر اعتماد کرتے ہیں، (مسئلہ ۱) ان کے چچا ابراہیم بن سلیمان بھی ممتاز عالم تھے۔ ابراہیم کے بیٹے عبدالرحمن (ف ۱۲۱) بھی فقیہ و ادیب تھے شیخ کے والد عبدالوہاب ابن سلیمان (ف ۱۱۵) بھی فقر میں دخل رکھتے تھے، اور ایک عرصہ تک عینینہ اور حویلا میں عمدہ تھنیلہ مامور رہے۔ سلیمان بن عبدالوہاب (ف ۱۲۰) اور ان کے فرزند عبدالعزیز (ف ۱۲۶) بھی ممتاز علمی حیثیت کے مالک تھے۔ مسئلہ ۱۳ میں مصری خاندان مگر کی وقت و حویلا میں موجود تھے، عبوس کہے گئے اور طرح طرح کی شخصوں سے دوچار ہوئے۔ ان کا کتاب خانہ نذر آتش کیا گیا، اور مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ (عنوان جلد ۱ ص ۳۶)

مشہور نما احمد بن عبدالوہاب غازی طوفیت ہی سے ذہانت اور قوتِ حافظہ میں ممتاز تھے۔ دس برس کی عمر سے پہلے قرآن مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے۔ اپنے والد سے فقہ حنبلی کی کتابیں پڑھیں اور کچھ نیا بھی حدیث و تفسیر کی کتابیں کثرت سے مطالعہ کیں۔ ان کے والد عبدالوہاب پر ہزار رشک کی ذہانت اور استعداد سے تعجب ہوتے۔

(تبیہ تاریخ ص ۲۳) ۲۔ ابراہیم بن سلیمان بن علی (مسئلہ ۱)

۳۔ عبدالوہاب بن سلیمان بن علی، سلیمان بن عبدالوہاب، عبدالعزیز بن سلیمان (ف ۱۲۶ ص ۱۶۱)۔

۴۔ عبدالوہاب بن عبداللہ بن عبدالوہاب بن مشرف (ف ۱۲۴ ص ۱۶۲)۔
 ۵۔ عمر بن عبداللہ اپنے چچے اسی کو خاندان آل مشرف کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اب آل مشیف کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ان کا بیان ہے کہ محمد کی تدیس کے دوران میں وہ خود بھی اپنے ہونٹاں بچے کی ہانت اور دست معلومات سے مستفید ہوئے۔ شیخ عبد الوہاب اپنے بیٹے کے علم سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ نوکری کے باوجود انہیں امامت کے لئے آئے جڑھاتے، کم سن ہی میں شادی ہوئی، اور فریضہ حج سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں دو ماہ قیام کے بعد عینہ ولہیں ہوئے، اور اپنے والد ماجد سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔ یادداشتیں اور علمی کتابیں نقل کرنے میں اتنی محویت ہوئی کہ ایک ایک نشست میں بیس بیس صفحے لکھ جاتے تھے۔

علم کی راہ میں ابن عبد الوہاب قدرت کی طرف سے غیر معمولی حساس دل لے کر آئے تھے اور گونج کے شہروں اور مکتبوں کی حالت دیکھ کر کبیرہ خاطر ہوتے۔ عامہ گاہ کا تو نوکری کیا، خدو اہل علم کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ محمد اپنے والد عبد الوہاب سے جو عہد کے علماء میں قاتل تھے، جو کچھ حاصل کر سکتے تھے، اس میں کوئی کسر اٹھانہ دیکھی، لیکن ہونے والے مصلح اور مجدد کی پیاس و دہلو پانی سے کس طرح بجھ سکتی تھی؟ حج سے مشرف ہو چکے تھے، حجاز کی مرکزیت دل میں گھر کر چکی تھی، طلب علم کا خیال آتے ہی حجاز کا ارادہ ہوا۔ پُر جوش نوجوان کی عمر کوئی بیس برس کی ہوگی کہ میلانے علم کے شوق میں اس نے دشت نوردی کی ٹھانی اور حجاز کا رخ کیا۔

دوبارہ حج بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف ہو کر علماء کی خدمت میں سامنے ہوئے اور تحصیل علم میں منہمک ہو گئے۔ خاص طور پر نجد کے مقام جمہ کے

ایک مشہور عالم عبد اللہ ابن ابی ہاشم بن سیف (جو جاریہ رسول میں جا کر بس گئے تھے) کی صحبت کے مستفید ہوئے۔

شیخ عبد اللہ بن ابی اسیم نجدی (رحمۃ اللہ علیہ) کی مکتوبات قدراور اخلاص کا اندازہ اس
بدایت سے ہوتا ہے جو خود شیخ محمد بن عبد الوہاب کی زبان سے منقول ہے۔ شیخ کہتے ہیں:-

میں ایک دن ان کے پاس میٹھا پڑا تھا کہ انہوں نے عبد اللہ بن ابی اسحاق سے فرمایا تھے وہ ہتھیار دکھاؤں جو میں نے (ایلیف) کے لئے تیار کیا ہے جو میں نے کامنورہ قوت کے وہ ایک کمرے میں سے گئے، جہاں کتابوں کا انبار تھا، اور بولے ”ہم نے ان لوگوں کے لئے یہ ہتھیار فراہم کئے ہیں“ (عبداللہ ص ۸)

شیخ عبداللہ بن ابراہیم ہی کے توسط سے شیخ محمد حیات سندھی (ف ۱۳۳۵ھ) سے تصانیف حاصل ہوئے، جو اس وقت مدینۃ الرسول میں حدیث و سنت کے مسلم استاد تھے۔ ابن عبداللہ اب ان کے غصہ میں شاگردوں کے حلقہ میں داخل ہو گئے اور عرض کیا خدمت میں حاضر ہے۔ اسی سلسلہ میں شام کے نامور عالم شیخ علی دہستانی (ف ۱۳۹۹ھ) سے بھی ابن عبداللہ کی شاگردی کا ذکر کیا جاتا ہے، جو قرین قیاس مسلم نہیں ہوتا۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے مشہور محدث محمد بن سلیمان گردوی مدنی (ف ۱۳۹۳ھ) سے بھی

بلکہ عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنے وقت کے خورشیدِ رفیع تھے۔ شامِ مبارک و شہرِ منیلِ ماعز شیخ، ابوہریرہؓ منیل (دف ۳۳۲) سے استفادہ کیا۔ اسی کے بیٹے ابی ہریرہؓ بن عبداللہ بن ابی بکرؓ (دف ۳۳۳) مجاہد شہرِ عالم تھے۔ اسی کی کتاب، المذہب، الفاضل فی شرح الفیتۃ الغفران، خورشید ہے (اصول الجلیاتہ ۱۲-۱۱) + ۱۱۵ عنوان المرد۱۰۱، ۲۵، سلک المرد۱۰۲، ۲۴)۔ شیخ شیخ علی و عثمانی اپنے

استفادہ کا ذکر بعض تاریخوں میں آتا ہے، لیکن مستند اور معاصر تاریکوں کی خاموشی کے علاوہ
 نہیں اور واقعات بھی اس کے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

استاذ محترم مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ (سلاطین نجد کا مذہب، معارف، نومبر ۱۹۳۲ء)
 نے حضرت شہداء ولی اللہ و عبدولی (دف سٹائل) اور شیخ الاسلام دونوں کا بیع فیض ایک
 (مسجد نبوی) بتایا ہے۔ اصلی سرچشمہ (کتاب و سنت) کے اتحاد کے ساتھ ساتھ دور رس نگاہ (مسجد
 نبوی) کے ایک جرنل میں بھی تحریر نہیں لیکن استاذ کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا۔

یہیپ بقرنی (المرحلة الجزائرية، صفحہ ۷۷) نے کہ کرمہ میں تحصیل علم کا ذکر
 کیا ہے، لیکن کسی مستند روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸) عبد کے حملے و شوق میں متاثر و رنجہ دھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک
 قیام پذیر رہے، بعض عمریات سندھی سے روایت حدیث کی۔ اور میسول ان سے مستفید ہو گئے۔
 سٹائل میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ تحصیل علم کو آئے اور ایک مدت وہاں قیام پذیر رہے، سٹائل
 میں لوٹ گئے (سک، الحدید ص ۲۱۵) شیخ کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں مان کی عمر بہت کم
 رہی ہوگی، اس لئے ان سے شیخ کا مستفید ہونا قرین قیاس نہیں۔ معاصرین میں محب الدین خطیب
 (دائرہ، جب سٹائل) اور محمد جعفری (اثر الدعوة ہدایتی فی الاملاط الحدیثی سٹائل) نے اس کا
 ذکر کیا ہے۔

شہ ابن خاتم اور ابن بشر نے فقہین سلیمان کردی کی شاکردی کا ذکر نہیں کیا، صرف احمد زہری
 و علاؤ اللہ (السنن، ۳۵۱، ۴۲۱) نے شیخ کردی کی شاکردی کا ذکر کیا ہے اور چھٹے دور و شور
 ہے۔ و علاؤ کی اس کتاب اور خلاصہ الکلام فی اسراء البکاء الخوام میں اس پر غلط بیانیوں بلکہ
 افتراء و بازیوں ہیں کہ اس غیر معتمد روایت پر بھی یقین کرنے کوئی نہیں چاہتا۔ مزید یہ کہ سین کی شہادت

میرزا محمد سے شیخ نے بھرہ کا قصد کیا۔ اور وہاں شیخ محمد محمودی سے حدیث و سنت کا درس لیا، اور ان کی خدمت میں برابر سامعہ ہوتے رہے۔ ابن ہشمر نے اپنے استاد عثمانی بن منصور نامی سے روایت کی ہے کہ شیخ محمد محمودی کی اولاد بھی علم و عمل میں ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ ششم کا بھی ارادہ رکھتے تھے، لیکن زاوراہ کی کمی کے باعث کامیاب نہ ہوئے۔ اور احسا ہو کر حریلا (نہد) نوٹ آئے، جہاں ان کے والد ^{۱۳۱۶} میں حلیہ سے شغل جو چکے تھے۔

وہوت و تبلیغ | ابن عبدالمطلب بن ہشمر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے۔ ابھی وہ ^{۱۳۱۶} میں نقد و حدیث کی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے، کہ برسات (تیرہ ماہیہ) بالکل خلاف ہے۔ محمد بن یحیٰی کی سترہ میں سرحد سال کی عمر کا فوت ہو گیا (سک الدرد، جلد ۱ ص ۱۰۰) تو گویا ان کی ولادت ^{۱۳۱۶} کے لگ بھگ ہوئی ہوگی۔ اس طرح طبع کے زمانہ تحصیل میں یہ بھی بالکل تو عمر چل گئے اور ان کے شیخ کا ستیہ بڑھا بالکل تسریہ قیاس نہیں۔

لے مزان العبد ص ۱۰۰

لے مزان العبد ص ۱۰۰

مبتدا میں شادی کی جو وہ بڑا دینار چھڑ کر مرے..... کہ مستان ہدای تم صفائی کی زیارت کی اور قیام کیا

A
Brief History of Wahhaby نے Brydges اس کے علاوہ
Hughes (ص ۶۵) از میر (ص ۱۹۲) پانگرو (ص ۲۶۳) ہیں کے کسی نے سفر بنیاد کسی نے سفر متقار کی لے دونوں کا ذکر کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام کو بھرہ تعمیر صفو مس

ان کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے، اور جہاں کوئی عملِ رسولِ دین کے خلاف پاتے، فرما، نہی
عن المنکر کے فرض سے ہلکدوش ہونے کی کوشش کرتے۔

دریہ مندرہ میں محمد حیات سندھی اور علی بن ابیہریم بن سیف نجدی سے استفادہ کے بعد
حدیث پر نظر پڑی اور پھر پادول طرف نکلا، اٹھا کر دیکھا، تو انہیں دنیا گراہی کی سیاہ چادر
میں لپیٹی ہوئی نظر آئی۔ جہاں تک پتہ چلتا ہے، شیخ نے سب سے پہلے اسی زمانہ میں
”استغاثہ کے خلاف آجاؤ بلندگی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مطہرہ کے پاس جاہلوں
کی حرکتیں دیکھو دیکھو کہ ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ ایک مرتبہ وہ حجرہ نبوی کے پاس کھڑے تھے۔
اور سامنے بدعات کا بازار گرم تھا۔ اتنے میں ان کے استادِ عمریات سندھی آگئے شیخ نے
پرچھا، ان لوگوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ استاد نے جواب دیا: انھن کلھن منکھن جھننا
حسرتِ خیز و باطنِ نکاحاؤ! اینکھوں ۛ

بصرہ میں یہ ہذب اور تیز ہو گیا۔ نہی عن المنکر بلا خوف کہتے، جس کی پاداش میں
انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پھیلنا پڑیں۔ اور آخر بصرہ چھوڑنا پڑا۔ یہی نہیں بلکہ ان سے
تعلق اور مہذبہ وی کے حرم میں شیخ محمد جمعی کو بھی ستایا گیا۔ بدبختوں نے انہیں ٹھیک بھر
کے وقت نکالا۔ بھپاسے اسی حال میں زنجیر کی طرف جا رہے تھے کہ راستے ہی میں پیاس
کے مارے حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ آخر ایک باخدا انسان ابو سعید آن نامی نے دھوکہ دیا کہ
گھر سے لکھا تھا، درست گدی کی اور پیاس بجھائی، نیز اپنے گھر سے پر سوار کے زید سے پناہ لیا۔

بغیر حاشیہ صفحہ ۲۹ سے آگے جانے کا موقع نکلا، ہذا، شامی باہتر کے سفر کا کوئی ثبوت نہیں۔

ۛ عن ابن ابی عمر، ۛ شہ ۛ نیز بصرہ سے قریب ایک قصبہ ہے، جو حضرت زکریاؑ بن یحییٰؑ کے ہم
پراپا ہے۔ اس کے باشندے اس وقت بھی اتباعِ سنت میں مشغول ہیں۔

ۛ عن عثمان بن عفان ۛ

یہ سب دعوت کی ابتدائی منزلیں تھیں اور قیدی کام تھے۔ حرمیلا واپسی کے بعد جنہوں نے بدعات کے استیصال اور توحید و اخلاق کے عام کرنے کا مقصد ادا کر لیا۔ دعوت کی بنیاد توحید کی پاکیزگی پر رکھی۔ اور عبادت کسی قسم کی جو، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص کرنے پر زور دیا۔ کھلا اللہ اللہ کا ہل یا لا، ان کا شعار تھا۔ صدیوں کے جڑے ہوئے اخلاق کی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر کوئی پتھوں کا مکمل نہیں۔ وہ بدوں سے چھری، زنی، مکاری، لوٹ مار کی بڑی عادتیں چھڑا کر ان میں راست باندی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جاہلوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح ہو تو باطل اقتہ و قبر سے بڑا کہ ہر صوبہ و شہر کی درگاہ میں لاکھڑا کرنا ان کا مقصد تھا۔ پر یہ ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کے لئے ایمان خالص اور سچی عورت کی ضرورت تھی۔ اس راہ میں شیخ کو جن صبر و زہد مسیبتوں سے دوچار رہنا پڑا اور جس خندہ پیشانی کے ساتھ انہوں نے اس راہ کی تکلیفوں کا استقبال کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی اوصاف سے پوری طرح متصف تھے۔

توحید کی دعوت دی۔ غیر اللہ کے آگے سر نہم کرنے، قبروں اور دیوں سے مدد مانگنے، ٹیکو کار بندوں کو مسجد بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔ قبروں کی زیارت میں مسنون طریقہ کے خلاف جو جتنیں رائج ہو گئی تھیں، ان کے شانے کو عملی قدم اٹھایا۔ بس پھر کیا تھا، مخالفت کا سیلاب امنڈ آیا۔ اعزہ و اقربا و چنے آزار ہو گئے۔ غرو باپ کو بھی یہ ادا پسند آئی شیخ نے باپ کے ادب اور اسلام کی عزت کو دلورال لحاظ رکھا، یہ جو قدم آگے بڑھ چکا تھا، وہ تھکے نہ بٹا۔ ایسا رسائی حد سے بڑھ گئی، ہر صوبہ و شہر بیت کوہ و قار

اپنی جگہ سے نکل سکا۔ تمام ملاکوں کے باوجود انہوں نے اپنی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، اور عارض کے تمام قصبات حریلا، عینہ، ورعہ، ریاض وغیرہ میں ان کی شہرت پھیل گئی۔ اور تعلیمات کی اشاعت ہونے لگی۔

تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا لیکن والد ماجد کی سرورہ مرضی کے باعث رفتار مسست تھی۔ ۱۱۵۳ھ میں والد کا انتقال ہوا، تو پھر دعوت و تبلیغ میں گرمی پیدا ہو گئی۔ علی الاعلان آجائے محنت اور ترکِ برعائت کا وعظ کرنے لگے۔ حریلا کے کچھ لوگ متاثر ہوئے۔ اور تحریک کے پُر جوش معاون بن گئے۔ شیخ کے درس میں حاضر ہونے لگے۔ اور ان کے مواعظ سے مستفید ہوئے۔ شیخ کی مشہور تالیف کتاب التوحید اسی دوران میں تالیف ہوئی تھی۔

عینہ میں ۱۱۵۴ھ | دعوت و تبلیغ کی ابتدائی منزلیں طے کرنے پر شیخ کو احساس ہوا کہ اس افراد تھری میں، کہ ہر ناچیز کا مالکم الگ ہے، کامیابی دشوار ہے۔ خود حریلا

لے عمر مارفتی (صفحہ ۵۱) نے شیخ عبد الوہاب کو غیر جانبدار بتایا ہے۔ خالد بن محمد الفویہ مال وفات ۱۱۵۴ھ لکھا ہے۔
نے روضۃ الافکار ص ۳۰۔

تک عثمانی حکومت کے دور میں انتظامی آسانی کے خیال سے ملک کی تقسیم ان چار حصوں میں کی جاتی تھی۔
ولایت (صوبہ) لواء (وکالتی)، قضاء (ضلع) تاجیہ (تحصیل)، ریفیٹورن
عارض کا شمار تاجیہ میں تھا۔ آجوسی نے ریفیٹورن العارض لکھا ہے، (صوبہ اور
ضلع کی اصطلاحیں ہم نے متبادل کے لئے دی ہیں۔)

میں دو خاندان (قبیلہ) سرداری کے لئے دست و گریباں تھے۔
 ان حالات میں کوئی ٹوڑ بٹوڑ اٹھنا مشکل تھا۔ انہوں نے پورے نجد کو ایک
 امیر اور ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ بگھتے تھے کہ کسی امیر
 (حاکم) صاحب نفوذ و قوت کی ہمدردی حاصل کئے بغیر دعوت کو دور و نزدیک بلند
 اور بلند پیلانا آسان نہیں۔ ان خیالات کے پیش نظر انہوں نے عثمان بن مہر امیر حنینہ
 سے خط و کتابت کی۔ اور امیر کو قبولِ حق پر آمادہ پاکر خود بھی حنینہ منتقل ہو گئے۔ امیر
 نے اچھی طرح اوجھٹ کی اور شیخ کو مراٹھوں پر بٹھایا۔ جو ہر ہفتہ عبداللہ بن مہر
 سے شیخ کی شاہی ہوئی جس سے ظاہری طور پر تعلقات زیادہ مستحکم ہو گئے۔ شیخ
 کے سامنے ایک مقصد مقصد تھا۔ ذاتی اور خاندانی تعلقات حصولِ مقصد کا ذریعہ ہو
 سکتے تھے، خود مقصد نہیں تھے۔ انہوں نے امیر حنینہ کے سامنے دعوتِ پیش کی،
 وسید کا مقصد واضح کیا اور اس جلیل القدر مصم میں امداد و تعاون کی درخواست کی۔ شیخ کے
 یہ الفاظ یادگار اور قابلِ نقل ہیں۔

افى ارجوان انت قمت ہر تم کا ارادہ اللہ کی امداد کا ارادہ
 بنھو لا اہ، الا اہلہ ان ہر جاؤ، تو میں امید کرتا ہوں کہ تعلقات
 یظہرق اللہ تعا تمہیں غالب کرے گا اور نیک اور اہل نیک

لے عنوان الحمد (ص) میں بعض غلاموں کی شہادت کا ذکر ہے جو، شیخ کے نقل کا ارادہ دیکھتے
 تھے۔ دوسری کتابوں میں جہاں کہیں بھی اس کا ذکر ہے، غائباً مانڈا ہی ہے۔
 لے عنوان ص ۴۔

وَعَلَّتْ جُنْدًا وَاَعْرَابِيًا كِي بَاگِ تھامسہ اقلید میں ہوگی۔

عثمان کو یہ پیش کش صدق دل سے کی گئی تھی پر انھوں نے کہ وہ اس پر قائم نہ رہا، جس کا خیال وہ اسے بھٹکتے پڑا۔ اور آخر کار یہ نعمت عظیمہ سے وسیع فاصلہ ہو گئی۔ بہر حال عثمان بن محمد بن عمر نے امداد کا وعدہ کیا، اور اس کی معاونت کے سہارے شیخ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کھلم کھلا دعوت دینا شروع کی، اور رفتہ رفتہ اہل عینہ کے دل قبول حق کی طرف مائل ہونے لگے۔

شیخ نے اس اشارہ میں ہدایت کے بعض دائروں کے ختم کرنے کا پڑا اٹھایا، جس میں انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اس علاقہ میں بعض روشتوں کی ترقیر کی جاتی تھی۔ انہیں یحییٰ بن عمر سے اکھاڑ پھینکا۔ زید بن خطاب (جو یومہ نامہ میں شہید ہوئے تھے) کے نام سے مقام جیلہ میں ایک قبر تھی، اور اس پر قبہ اس کا بھی خاتمہ کیا، جو اس وقت کے محافل سے کوئی آسانی کام نہیں تھا۔ ابن بشر اس قبہ کے انہدام کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

شیخ نے عثمان سے کہا: آؤ اب اس قبہ کو منہم کمزیں جس کی بنیاد باطل پر رکھی گئی ہے اور جس کی وجہ سے لوگ راہ ہدایت سے ہٹا گئے ہیں۔ عثمان نے کہا: آپ ہی اسے دم کرویں۔ شیخ نے فرمایا کہ ہمیں اہل جیلہ سے خطرو ہے۔ کہیں وہ ہمارے درپے آواز مہم جائیں۔ آپ کی موجودگی کے بغیر میں دم نہیں کر سکتا: اس پر عثمان چھ سو آدمیوں کے ساتھ چلا، قریب پہنچنے پر اہل جیلہ نے بزدلانہ روکنے کا ارادہ کیا، لیکن جب انہوں نے عثمان کی طرف سے جی پوری تیاری دیکھی، تو

ہٹ گئے۔ اس پر عثمان نے شیخ سے کہا کہ ہم تہ کو چھو نہیں سکتے۔ اس پر شیخ نے ہتھوڑا دھاس لیا اور اپنے ہاتھ سے تہ کو گر کر زمین کے برابر کر دیا اور کامیاب واپس ہوئی۔ اس رات کو اطراف و نواح کے جاہل بے شعور مسلمانوں نے انتظار کر رہے تھے کہ وہ کبھی اس نامور ائمہ سے شیخ پر کیا آفت آتی ہے۔ لیکن جسے اللہ کے اُسے کو نہ چکھئے، جب صبح ہوئی تو لوگ بہت دیر ہو گئے اور اہل حق کی ہمت بند گئی نیز کمزوروں کے ایمان میں تانہ لگی آئی۔

یہ صرف ایک واقعہ کی تفصیل تھی۔ وہاں قدم قدم پر یہی دشواریاں تھیں۔ جاہلوں سے لے کر علماء اور مشائخ تک سب کے سب بدعات کی تائید یکجہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ ابن عبد الوہاب کی آواز اور کوشش تھی جس نے صدیوں کی تائید کی اور مگر اسی کے بعد حق کا بول بالا کیا اور صحیح اسلامی تعلیم سے مخلوق خدا روشناس ہوئی۔

شیخ نے امیر عثمان بن سمر کو نماز باجماعت کے احیاء کی بھی تاکید کی اور سستی کرنے والوں کے لئے سزائیں تجویز ہوئیں۔ حکام طرح طرح کے ٹیکس وصول کرتے تھے، شیخ نے تمام ٹیکس اڑا دیے اور صرف زکوٰۃ کا اجرا کیا۔ شیخ نے قیام عینہ کے دوران میں ابن سمر کے ہاتھ سے یہ دو کلام اچھے کر ائے، ایک اس کے دشمن اس میں بھی حرف نہ لگاتے تھے۔ شیخ نے عینہ میں اس اپنے تعلق میں ماحول کا سلسلہ شروع کیا، جو سترے وقت تک جاری رہا۔ وہ عینہ میں ان کے ماننے والے کچھ پیدا ہو گئے تھے، ان ہی کے نام اپنے عیگئے۔ ہر ایت نامے ہماری کتنے تھے۔

عینینہ سے اخراج عینینہ میں کامیابی قدم لینے کو تھی اور اصلاح کی بہم کمل ہوتی جا رہی تھی کہ قدرت نے ایک شرمیدار کیا جس میں ہزاروں برکتیں پنہاں تھیں۔

”ہونے والی بات“ ایک شادی شدہ عورت گناہ کی مرگب ہوئی اور اس نے شیخ کے سامنے گناہ کا اعتراف بھی کر دیا۔ بار بار جرح کرنے پر بھی وہ اپنے اقرار سے سنبھریں نہیں اٹھنے لگی۔ تنگ ساری کا حکم دیا۔ عثمان بن عمر کے مسلمانوں کا ایک جماعت کے ساتھ یہ فرض، نہام دیا۔ سب سے پہلا شخص جس کا ہاتھ پتھر پڑھا، وہ عثمان تھا۔

اس غیر متوقع حادثہ نے اطراف و جوانب میں تسکیر پیدا کر دیا۔ خصوصیت کے ساتھ اہل علموں میں جو برائیوں کے خورگئے تھے اور زیادہ بکھلی گئی۔ بات لگنے والے سلیمان بن محمد بن ابی حمزہ (حاکم اسحاق طلیف) کے دربار میں پہنچے، اور اسے شیخ کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ یہ شخص نہایت رنگیلا اور گوارہ مزاج تھا۔ رجم کے واقعہ سے اس کا برم ہونا بالکل متوقع تھا۔ کئے والوں نے اس سے کہا کہ یہ شخص ابن عبد الوہاب تھاری آزاد یوں کی راہ میں رگڑ پیداکرنا چاہتا ہے۔ بات لگتی ہوئی تھی، اس کے دل میں جھمکائی۔ اس نے فوراً عثمان بن عمر ابی حمزہ عینینہ کو قید خانہ میں لے گیا۔

”یہ ملعون جو تمہارے ہاں ختم ہے، اس نے ایسا یہ..... کہہ رکھا ہے۔“

لہذا روئے الا نکل حلاً حلاً عن ابی اہر مثلاً۔

لہذا اہل کفر کی زبان میں ملوث اور غیر کو ملعون کہتے ہیں، یہ ملعون استعمال ہوتی ہے ساری کی نئی حکم بلکہ یعنی انہوں میں بھی ملعون کی حیثیت ملتا ہے کہنا قی ہے۔

اُسے قتل کرو، ورنہ تیس ہمارے ان سے جو گنہگار ہے، وہ سب روک دیا جائے گا۔“

چونکہ وہ رقم کافی تھی۔ یعنی مال و متاع کے علاوہ بارہ سو دس سالانہ اس وجہ سے وہ ایسا متروکہ دنیا کا دنیا کی طمع، توسید کی حمایت پر غالب آنے لگی۔ ابھی اس کا سینہ دھڑکا تو جیسا کہ غم نہیں جانتا، اُسے یہ معلوم تھا کہ حق کا ساتھ دینے والوں پر غیب سے کیا کیا انعامات ہوتے ہیں؟ اسی میں ہمیں ہیں، اس نے شیخ کو یہ بیان حاکم احمد کے پیام کی اطلاع دی شیخ نے اُسے تسلی دینا چاہی اور پورے تیس کے ساتھ اُسے بھانسنے کی کوشش کی۔ اسی بشر کی زبانی شیخ کے یہ الفاظ سننے کے لائق ہیں:

امت حُذِ الذی اناضت	میں جو اس چیز کو لے کر کھڑا ہوں
بہ و دعوت: ایہ مکتبہ لا الہ	اور اس کی دعوت، اے ہے دیکھو
اللہ وارکان الاسلام	لا الہ الا اللہ ارکان اسلام
ہائے معروف والنہی عن المنکر	ہر ما معروف و نہی عن المنکر کی دعوت
فان انت تمسکت بہ ونصرتہ	ہے۔ اگر تم اس کو مضبوط پکڑو اور اس کی مدد کرو، تو اُنہی تین تیس تمہارے
فلن اللہ سبحانه یظہرک	دشمنوں پر غالب کرے گا۔ یہاں کی
عن احد اثنتی فلا یزحمت	وجہ سے تیس پریشان ہونے اور گھبرانے
سینان ولا یزحمت	کی ضرورت نہیں۔

شیخ نے ہر طرح کوشش کی پر جب ذوال دنیا کا خوف قلب پہلاری ہو جائے، تو پھر کوئی فمائش کام نہیں کرتی شیخ کی مژر اور پڑا سید نصیحت سے پہلی مرتبہ تو وہ کہ گیا لیکن پھر اس سے نہ رہا گیا، اور شیخ کے پاس دوبارہ کھلا بھیجا۔

”میلان نے میں آپ کے قتل کا حکم دیا ہے اور ہم ہیں اس کے حکم سے ترقی کی جرات نہیں۔ نیز یہ ہماری مروت سے بید ہے کہ آپ کو اپنے گھر میں رہنا کہیں اس لئے آپ آزاد ہیں ہمارا علاقہ چھوڑ دیں۔“ (عزیز اللہ)

برہانم دے کو اپنے ایک بھائی فرید انظیری کی ہمراہی میں عینہ کے حدود سے باہر کر دیا۔ اس اخراج کی داستان جی عبرت انگیز اور پرورد ہے۔ رگستان عرب کی سخت و صوب شیخ آگے آگے بیاہ پاء، اہلہ میں صرف ایک بنگلا، اور نیچے نیچے فرید گھوڑے پر سوار نہ، ابن شہر نے تو یہاں تک کھسکے کہ ابن عسوں نے درپردہ شیخ کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ شیخ آگے آگے من بتق اللہ بھیل لہ محض جگہ و مرد و خیریت لایق تہب کا دور و کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ سپاہی نے راستہ میں بات نہیں کی۔ جب اس نے قتل کا ارادہ کیا، تو خود اس کے بیان کے مطابق کسی ضعی طاقت نے اس کا ہاتھ روک لیا، اور اس پر رعب طاری ہو گیا۔ اور اسی عالم میں وہ اُسے پاؤں عینہ کی طرف واپس ہو گیا۔ صداقت کا اُس پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بچ بچ اُسے اپنی جان خطرے میں تقریبے لگی۔

درعیہ میں رحمۃ اللہ علیہ | ابن عمر کے حدود سے نکل کر شیخ نے ذریعہ کارخ کیا، اور عصر کے وقت وہاں پہنچے۔ پہلے وہ عبداللہ بن عبدالرحمان بن سلیم مصری کے گھراتے

اور میرے اپنے ایک شاگرد احمد بن سولم کے پاس منتقل ہو گئے۔ خبر پڑتے ہی امیر و عجمی محمد بن سعود اپنے بھائیوں، شزاری اور ثقیان کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب نے مل کر شیخ کو امداد اور فرماں برداری کا یقین دلایا۔

یہ مختصر و داد ابن غنام سے منقول ہے۔ ابن بشر نے اس اہم واقعہ کو جیسے شیخ کی تبلیغی زندگی میں خاص اہمیت حاصل ہے، ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ابن غنام کے بعد ہم ابن بشر کی روایت بھی نقل میں درج کرتے ہیں:

”شیخ در عجم کے وقت پہنچے، جہاں وہ ایک خوش بخت انسان محمد بن سلام بنی کے گھر اترے۔ یہاں عربی اخلاق سے عجمی ہو کر کچھ نہ بولا، پر امیر کے خوف سے اس کے اوسان عطا ہو رہے تھے۔ شیخ نے نصیحت کی اور فرمایا:
 یجعل الله ذلک خیراً و خیراً“

امیر محمد بن سعود کی معاونت | ابن سولم کے گھر ٹھہرے، تو وہ دعوت توحید کا مرکز بن گیا۔ لوگ چسپ چسپ کر آئے گئے۔ اہل علم خاص طور پر مستفید ہوتے۔ لیکن یہ صورت قابل اطمینان نہ تھی، شیخ نے امیر سے سلسلہ جنابی کرنا چاہی اور امیر کے بھائیوں شزاری اور ثقیان سے گفتگو کی۔ انہوں نے پہلے امیر کی بیوی عروسی بنت ابی دحطان سے جو نہایت ذی فہم اور تدبیر خاتون تھی، شیخ کے علم و فضل کی تعریف کی اور اسے امیر کے سلسلہ جنابی پر آمادہ کیا۔ قدرت کو یوں ہی کرنا تھا۔ مرضی کے دل پر خود بخود شیخ کے علم و فضل کا سک جھکا۔ اس نے امیر سے عرض کی:

”اقتدائے حق تعالیٰ سے ہمارے پیچھے رہو اور اس کی مدد کرو۔ تعالیٰ

دنیا و آخرت دونوں سنبھالیں گی :

امیر محمد بن سعود جو شیخ کی دعوت سے پہلے بھی حسن اخلاق میں مشہور تھا، اپنی بیوی کی گفتگو سے متاثر ہوا اور اس کے دل میں شیخ کی محبت گھر کر گئی۔ سب کے اصرار سے اس نے ٹٹنے میں ہل کی اور اخلاق و عقیدت سے پذیرائی کی۔ شیخ نے جواب میں اپنی دعوت کے اہم اصول (کلمہ لا الہ الا اللہ کا مفہوم، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جملہ) پر عسکری تقریر کی اور اہل نجد کی ہمایوں کے اکھاڑ کیا اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ امیر متاثر ہوا اور بے ساختہ ہل اٹھا :

۱۔ اے شیخ! یہ تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ہے۔ میں آپ کی ادا و اطاعت اور مخالفتیں توحید سے جہاد کے لئے تیار ہوں لیکن میری وہ شرطیں ہیں :-

۱۔ اگر ہم نے آپ کی حد کی اور اللہ نے ہمیں فتح دی، تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں۔

۲۔ اپنی وجہ سے فصل کے وقت میں کچھ متفرقہ مصروف نہ رہیں، آپ مجھے اس سے نہ روکیں :-

پہلی شرط سب سے سب سے اہم ہے : لا اقلک۔ اقلک بالدم والعدم بالعدم (میرا خون تمہارا خون اور میری تباہی تمہاری تباہی، دوسری شرط، سوائف اللہ تمہیں فحشات اور فحشوں میں مبتلا نہ کرے بلکہ اس فحش کا نیل

بھی دل میں نہ آئے گا۔

اتیسرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امیر المعروف اور انہی میں امیر کا عہد کیا کتاب و سنت کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی نماندگی ظاہر کی۔ یہ سنہ ۱۱۵۵ھ یا ۱۱۵۶ھ کا ذکر ہے۔ امیر کا بیعت کرنا تھا کہ جوق جوق لوگ استفادہ اور تجدید ایمان و اعمال کے لئے آئے تھے۔ عینہ کے ہاتھ فیض یافتہ اور ہم نشین جن کے دلوں میں شیخ کی دعوت گھر کر چکی تھی، درعیہ آ گئے۔ اسی آئے والوں میں عمرو عثمان بن عمرو بن عیینہ کے بعض عزیز بھی تھے۔

ارادت مندوں کا پہلا گروہ ایں تہ عینہ ہی کے دور قیام میں شیخ کی طرف لوگ کھینچنے لگے تھے، لیکن ایک عرصہ تک بدعات اور تباہی کی میں گھرے رہنے کے بعد عام طور پر خلقت قبولِ حق میں جھکپا ہٹ محسوس کرتی تھی۔ درعیہ کے قیام اور امیر محمد بن سعود کی نیک نامی نے دعوت کی کامیابی کے لئے بھی زمین تیار کر دی۔ جو خوش قسمت لوگوں نے انکا ذکر کار ہی میں جوش و خروش کے ساتھ دعوت پر پیش کیا اور اس سلسلہ میں خود بھی اجتہاد و محنت سے دو پاد ہوئے "اہل میں بعض نام ابن خنم کی حالت سے ہم تک پہنچ گئے ہیں۔

خاندانی اور با وجاہت لوگوں میں محمد بن سعود کے تین جائزوں میں اشاری
 لکھ ابن خنم ان سب واقعات کا مختصر ذکر کرتے ہیں اور مصلحت کے حدود میں نہ طاقت ہے
 الا سورفی حدود سنة سبع وخمسين بعد المائة والالف من الهجرة (۱۱۵۵ھ)
 ابن خنم نے انتقالِ حید کی تاریخ سنہ ۱۱۵۵ھ لکھی ہے (۱۱۵۵ھ) اور تصبیحات عنوان المہذب سے
 ماخوذ ہیں۔ (رج مصلحت) لکھ یوں تو اس دعوت اور پھر آگے مل کر جہاد و قتال کے سلسلہ

ثقیان اور زحمان کے نام پہلے آتے ہیں۔ اہل علم میں احمد بن سولیم اور عیسیٰ بن قاسم زیادہ متنازع تھے، اور عام رسم و اثر کے اعتبار سے عبدالحی، عبدالمعز بن دینشر، سلیمان ابریشیری، محمد بن حسین کے نام آج تک زبان زد ہیں۔ قلبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیان کے مطابق :-

”ع دہایت کے پہلے بلایا گیا کرتے تھے، ان کے نام آج تک عورت سے لئے جاتے ہیں اور ان کی اولاد سلطان کے دربار میں عزرائلی تھیں کہیں جاتی ہے :-

ابن مہر کی زوشیانی [دعوت کی دوزخوں مقبولیت کی خبر پا کر ابن معمر سے دعا رہا گیا۔ اسے اپنے پٹے طرح حمل پر بڑی شہیانی ہوئی۔ اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر خدمت کی براتہ ساتھ میز واپس چلنے کی درخواست بھی کی شیخ نے جواب میں مسکرا کر :-

”اب یہ امیر ابن مسعود کے اختیار میں ہے۔ ان کی اجازت ہو تو میں تیار ہوں۔

وہ انہیں چھوڑ گا کسی حد سے کی رفاقت منظور نہیں :-

یہ واضح جواب پا کر ابن مہر نے خود میزبان محمد بن مسعود سے اجازت طلب کی، لیکن وہ یہ نعمت بیش بہا کسی دامن پر اپنے ٹکر سے الگ کرنے کو تیار نہ تھے۔

وتیرہ حاشیہ : ابن مہر محمد بن مسعود ان کے پورے گھرانے نے نمایاں کام کئے لیکن ہمیں یہاں بحث صرف شیخ کی دعوت سے ہے، اور اس سلسلے میں ثقیان بن مسعود (ف) اور شعلی بن مسعود (ف) زیادہ متنازع ہیں۔ شعلی نے قبائلی کی بڑی طاقت کی، ان کے بیٹے میں شعلی نے لڑائیوں میں شہرہ آفاق کئے تھے جو ہر گھرانے، ثقیان بن مسعود اور حنیف النفس تھے۔ گروہ بنیانی سے عروہ تھے۔ لیکن ان کی بصیرت بڑھ چکی تھی۔ اس میں محمد بن مسعود ان ہی کے مشورے سے شیخ کی دعوت پر گئے تھے۔ (دعوت اللہ نکاح ۲ ص ۹۳، عنوان صحیح جلد ۱ ص ۱)

دورِ عمل شیخ کی تشریف آوری سے پہلے درمیدہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں جہالت کی گرم بازار سی تھی۔ شیخ نے سب سے پہلے و خط و درس کے حلقے قائم کئے اور خود صبح سے شام تک آنے والوں کو کتاب و سنت کی تعلیم دیتے اور اپنی دعوت و دعوتِ توحید و اخلاص فی عبادة اللہ کی اہم اور ضروری چیزیں وہیں نشین کرانے کی کوشش کرتے۔ شیخ کی مجاذب شخصیت اور دعوت کی پجانی نے فوری اثر دکھایا۔ مجالس و خط و قلم سے یہ فائدہ ہوا کہ دلوں سے ما اذینا علیہ ایاہنا کا رنگ دور ہونے لگا، اور رسمِ رواج کے خرافات کو وہ صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھنے لگے۔

ان مجالس کی کشش دور دور سے تشنگانِ علم کو درمیدہ لے آئی، جہاں رزق کی تنگی کے باعث یہ علم و عمل کے پیا سے راتوں کو کسی حرفت کے ذریعہ قوتِ لایوت حاصل کرنے کی کوشش کرتے، اور دن کا وقت اللہ کی کتاب اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں کے سننے کے لئے وقف رہتا۔ شاگردوں اور دعوت مندوں کی زیادتی اور ان کی میرزائی کے باعث شیخ براہِ مقروض رہتے بہر حال دعوت کی جہویت دن پر دن بڑھتی گئی، اور آنے والوں کا تاقا بندھا رہتا۔

دعوت کی وسعت اہل درمیدہ تو شیخ کے قوم رکھتے ہی حمیت مندوں میں شامل ہر گئے، لیکن وہ اس پر قانع نہ تھے۔ نجد کے مختلف حصوں اور ان کے سرساروں کو زخمیاب دیتے اور اپنی دعوت کے آگاہ کر کے گونا گویں بھی ہوتیں، اور

آخر پہوازیوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی گئی۔ پھر بھی حق کی آواز بلند ہوتی گئی اور آہستہ آہستہ اس کے ثلوت بھی ظاہر ہونے لگے۔ قیام و رمیہ کے دوسرے ہی سال (۱۱۵۵ھ) یا ۱۱۵۶ھ امیر مجینہ نے اگر بیعت کی۔ اور عدد و شرط کے نفل کا عہد کیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اہل خرمہ نے بھی بیعت کی۔ اور حریر محمد بن سمو کی معاونت کا یہ عالم تھا، کہ غس اور زکوٰۃ کی تمام رقمیں شیخ کے ہاتھ میں دی جاتیں، اور وہ انہیں بے دریغ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ امیر ابن سمو وادان کے ہاتھ میں عبد اللہ بن محمد بن سمو (جو ۱۱۵۹ھ میں اپنے والد کی وفات کے بعد منصب امارت پر متمکن ہوئے) شیخ کی عہدت کے بغیر اپنی تصرف روا نہیں رکھتے تھے، ایں عہد شیخ کی طبیعت کا یہ حال تھا، کہ وہ اپنے پاس ایک تہہ بھی نہیں رکھتے، اور جو کچھ آتا، سب اللہ کی راہ میں صرف کر دیتے۔

ابن بشر کا بیان ہے (۱۱۵۸ھ) کہ غس اور زکوٰۃ سے جو کچھ آتا، وہ فوراً تقسیم کر دیتے۔ ان کی اس خزانہ کو سستی کا تہہ یہ تھا، کہ وہ بڑا بڑے قرض رہتے، صرف فتح ریاض (۱۱۵۹ھ) کے وقت ان پر چالیس ہزار قرض تھا، جو بال غنیمت سے ادا کیا گیا۔

یہ سدا قرض اور یہ تمام دیباولی تباہی کے سلسلہ میں ہوتی تھی، جو فتح ریاض تک بڑے بڑے رہی۔ فتح ریاض کے بعد شیخ کو اپنی دعوت کی کامیابی کے متعلق ایک

لے عنوان المہد (۱۱۵۸ھ) ریاض پر مکمل قبضہ، بیع الآخر ۱۱۵۸ھ کے اور عز میں یا اس کے بعد (۱۱۵۹ھ) دجوانی ۱۱۵۹ھ

گو نہ اہلخان ہو گیا، تو انہوں نے امیر عبدالعزیز کو سیاہ و سپید کا مالک بنا کر اپنے آپ کو بیت انبال کے انتظامات سے باہل انگ کر لیا۔ ان اپنی تمام توجہ قبیلہ و قدر میں پر مرکوز کر دی، لیکن عبدالعزیز شیخ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتے، ہر کام میں ان کی رائے مقدم تھی۔

تبیلغ عام | اب تک شیخ کی دعوت نجد کے اضلاع تک محدود رہی، لیکن دعوت عام تھی۔ اصلاح کی ضرورت صرف پھر میں نہ تھی، تمام اسلامی دنیا اضلاع کے عالم میں تھی۔ اصلاح کی ابتداء گھر سے ہوتی ہے، اس لئے قدرتی طور پر خلیفہ، محمدیہ، درجہ اور عارض کے دوسرے قبضے شیخ کی دعوت کے اولین مرکز بنے، لیکن جو ان علاقوں میں زندگی کی علامتیں ظاہر ہوئیں، شیخ نے اپنی دعوت کا معلقہ برسر کیا، اور دودھ و دھندوں کے علماء، اصواء و قضاۃ کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے، اور انہیں اپنی دعوت کے قبول کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔ ہر کم تھے جنہوں نے شروع شروع دعوت قبول کی، زیادہ دھتھے، جنہوں نے شیخ کی دعوت کا مذاق اڑایا۔ کسی نے جاہل کہنا کسی نے جاہو گرا اور کسی نے ایسی تہمتیں لگائیں، جن سے وہ پاک تھے۔

دعوت پر لبیک کہنے والوں اور اس کی حمایت کرنے والوں میں سب زیادہ ممتاز مشائخ (امین) کے عقیدہ و فخر عالم امیر محمد بن اسماعیل (دفعۃ) تھے، جنہوں نے

امیر محمد بن اسماعیل اپنی مصداقی اپنے وقت کے امام ابو عبدہ طعن کا ترجمہ دیکھتے تھے۔ ولادت شب جمادہ ۱۱۵۰ ہجری الآخرہ ۱۷۹۹ء کلان میں ہوئی۔ وفات کی تاریخ سر شنبہ ۳۰ شعبان ۱۲۱۱ء ہے۔ اس کے عقیدہ و فخر عالم امیر محمد بن اسماعیل اور ان کے علاوہ کمال آپ کا ہے، آگے بھی ذکر

شیخ کی دعوت پاکر اپنا شمارہ جدید آفرین قصیدہ لکھا، جو اہل علم میں بہت مقبول ہوا۔ اس کا مطلع یہ ہے:-

سلاخی علیٰ جنہ ومن حسلہا لہجد فان کان تسلیم علی البعد لا یجھد
(میر سلام بندہ کورمان کو جو بھروسہ میں ہے اگرچہ اتنا دور ہو کہ میر سلام بھروسہ کا رگہ نہیں پہنچتا)
اس قصیدہ میں شیخ کی مدح، اہدعات کی برائی، اور وحدۃ الوجود کے عقیدہ کی پختہ
ترتیب اور بہت سی مفید باتیں ہیں۔

امیر محمد بن اسماعیل کو شیخ کی دعوت سے زیادہ خوشی اس لئے ہوئی کہ وہ اس سے
پہلے اپنے کو اس باب میں منظر و خیال کرتے تھے، جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہو سکتا ہے۔
قد استر فی اجاء فی من حطرقہ وکتب اری ہذی الطریقۃ فی وحدۃ
(ان کے طریق (دعوت) کامل بن کر کچھ خوشی ہوئی + پہلے میں اس طریق کا میں اپنے کو منفرد سمجھتا تھا)
شیخ کو امیر بخشی کے قصیدے اور تائید سے بڑی تقریر ہوئی۔ بعض رسالوں میں
انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شیخ کے بھائی سلیمان بن عبدالموہب (دف ثلث) جو اپنے باپ کی جگہ حریز
کے قاضی تھے، اول اول ان کے مخالف ہوئے۔ اور ان کی تردید میں رسالے بھی لکھے
جو غلط بیانیوں سے پر تھے۔ ابن خننم کی زبان میں انہوں نے ”معدا و غیرۃ“ مخالفت کی

(تقدیر شریعت) آئے گا۔ تصنیفات کے لئے علامہ محمد ہد کلین (ذیل: ۱، ۵۵۶) کو دیگر حالات

کے لئے اہدرا الطالع (ج ۲ صفحہ ۱۳۳) اور عنان الہد (ج ۱: صفحہ ۵۳)

لے ابن خننم (ج ۱۲ صفحہ ۵۳)

حق یہ فتح نے ان کی تردید میں رسالے بھی لکھے، لیکن آخر میں انہیں توفیق ہوئی اور اپنے بھائی کے پاس تائب ہو کر آئے۔

”رجع الی اخیه بالدرعیۃ قاتلۃ سبعة ۱۱۹۰، فاحسن الیہ الشیخ واکرم مشواہ۔“

(سنہ ۱۱۹۰ء میں تائب ہو کر اپنے بھائی کے پاس درعیہ آئے، تو شیخ حسنؒ سے پیش آئے اور ان کی آؤ بھگت کی۔)

سلیمان بن عبدالوہاب کا رسالہ الصواعق المہدیۃ فی الرد علی الوہابیۃ کے نام سے چھپا ہوا تھا ہے۔ مخالف اس رسالہ کا ذکر کرتے ہیں، لیکن سلیمان کی قربہ اور ”رجوع“ کا نام بھی زبان پر نہیں لاتے۔

سلیمان بن عبدالوہاب کی مخالفت سنہ ۱۱۹۰ء میں بہت تیز ہو گئی تھی۔ اسی سال شیخ نے اطراف و اکناف سے مسلمانوں کو جمع کیا، اور ان کے سامنے اپنی دعوت پر واضح اور کھل ہوئی تقریر کی۔

دعوت کی بنیاد اور اس کی موانعت و مخالفت کا ذکر اگلے تفصیل سے آئے گا۔ یہاں صرف دعوت کی عمریت دکھانا حق و کفایت کا علم تو درعیہ جو حق آتے ہی تھے۔ شیخ نے تبلیغی رسالے، مہلنین اور ہدایت نامے بھی اطراف و اکناف میں پھیل رہے تھے۔

ابن دو اس اور دوسرے مخالف | درعیہ کی اقامت کے تیسرے ہی سال (سنہ ۱۱۹۰ء)

وہام بن دواس حاکم ریاض کی زیادتوں نے شیخ اور امیر محمد بن سعود کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ریاض اور منوف کے سرحدوں کو صرف تبلیغِ شیخ کے جرم میں اس نے گنا گونیا تو یہاں کاشکا رہنایا۔ مجبوراً شیخ نے بھی اپنے پیروں کو مقابلہ اور مقابلہ کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا، امیر محمد بن سعود ان کے بھائیوں اور بیٹوں نے معاندین کی خوب خبری اور جنگی مثال کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

صرف وہام بن دواس حاکم ریاض سے کہیں تیس سال پہلے چاٹ کا سلسلہ قائم رہا۔ سلسلہ سے سلسلہ تک دو دنوں تو قیاس برسرِ پیکار رہیں۔ آخر سلسلہ سے میں جدا ہوئے۔ محمد بن سعود کے تازہ حملہ کی خبر پا کر ابن دواس شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور قلب نجد (ریاض) پر امیر عبدالعزیز کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

اسی دوران میں آس پاس کی دوسری علاقوں بھی حملہ آور ہوئیں۔ عثمان بن مسعود حاکم جمیزہ نے بادبار دھوکا دیا۔ اہل نجد اور شیخ کی برحق ہوتی طاقت دیکھ کر مخالفوں نے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا شروع کئے۔ سلیمان بن محمد بن حکیم نے شیخ پرستان باز سے اور ان کی طرف قسم قسم کی برائیاں منسوب کیں۔ شیخ فارس، احساء اور دوسرے ملکوں کو اس نے رسلے ملے کر بھیجے۔ شیخ نے ان میں سے ایک رسالہ کا مفصل جواب دیا ہے۔ اختراہ دناہیوں اور جواب کی نوعیت پر اُسے گنگو ہو گی۔ ایک طرف یہ نام نہاد علم و عمل کے احبارہ وار تھے، دوسری جانب چھوٹے چھوٹے علاقوں کے سردار، اپنی اپنی خود مختاری کے بھانڈ کی خاطر ان اختراہیوں

مصاب و حاتین فاؤنڈی غازی و اوصی بہم الافخاج متاقل

ایک بڑی خصوصیت [تاریخ اسلام میں بار بار ایسا ہوا ہے کہ غیر معمولی شخصیتیں مسندِ یاسیت کے لباس میں جلوہ گر ہوئیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسند پر نہ کے بسے وین اور اس کی وحدت کے لئے انتہائی مضرت ثابت ہوئیں۔ ہم اسے شیخ الاسلام کی دعوت کی انتہائی کامیابی خیال کرتے ہیں کہ ان کی تعلیمات اور ان کے ہیروان دہام سے بالکل الگ تھلک اور خطرات سے بال بال بچے رہے۔ بسنٹ اہل علم نے فخر و عزت سے ان کے پران کے ماننے والے اور جانشین اپنے عقیدہ دل میں اتنے صاف اور واضح رکھے تھے کہ ان کی ایک زچل اور نجد کے موحد پر کوششوں کے باوجود ان کی تعینات اور رول سے کوئی ایسا ازام نہ تراشا جا سکا۔ ان کی کتابیں کس ہوئی اور دو دو چار کے انداز میں اپنے لکھنے والے کی حرارت اور صداقت کی شہادت دیتی ہیں۔ پوری کتاب التوحید پڑھ جائیے، کوئی پچیدگی، قصوف، توہم، دور از کار باتیں، منطقیانہ استدلال، یونانی کی کشتی ان میں کسی چیز کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ملے گا۔

دوسری خصوصیت [عبد بن جبریل باب ایک ٹیٹہ عالم تھے۔ پران کی نگاہیں بڑی دور رس تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں دعوت کے ثمرات دیکھے، دینی ثمرات ہی، اور دنیوی چل چول بھی۔ ان کی زندگی میں نجد کا پورا علاقہ مفتوح ہو چکا تھا۔ امیر نجد اور اس کے اہل خاندان قدموں پر جہان بھرا کر گرنے کو تیار رہتے تھے۔ سارا جہاں چشم شیخ کی تویں کا صدقہ تھا۔ مہاجر اور عام قوم ان ہی کو رہا کرتی تھی، اور ان ہی پر فریفتہ تھی۔ وہ چاہتے

توسلنت میں اپنی اولاد کا حصہ رکھتے۔ خود زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے۔
 لیکن انہوں نے اپنے کو ان ذمہ داریوں سے یکسر الگ رکھا۔ امیر محمد بن سعود اور
 ان کے جانشین امیر عبدالعزیز ان کے مشوروں کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے اور نہ
 کرنا چاہتے۔ سارا مالی قیمت ان کے حرموں پر لا کر ڈال دیا جاتا۔ لیکن اس اللہ
 کے بندے نے اپنے کام سے کام رکھا۔ جب تک مزدورت رہی دخل دیتے رہے
 جو مئی انہوں نے محسوس کیا کہ اب دعوت کی بنیادیں استوار ہو گئی ہیں، اپنے کو ملکی
 اشتغالات اور مالی قیمت کے نظم و نسق سے یکسر الگ کر لیا۔ شیخ کی اس بے فتنی کا
 بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کی اولاد بھی دنیاوی جاہ و چشم است الگ رہیں کی خدمت میں
 مصروف رہی۔ اور آج تک جب کہ شیخ کی وفات کو دیر سو برس ہو گئے ابھی ان کی
 اولاد تخت و تاج کے لئے آل سعود سے دست ہرگرمیاں نہیں ہوتی۔

اولاد و اسحاق شیخ کے شاگردوں اور ان کے حلقہ درس و ارشاد سے مستفید ہونے
 والوں کا شمار تو تقریباً ناکس ہے جس درس میں چار سال ساٹھ سال مسلسل خوشہ میمنوں کا
 تھمتا بندھا رہا ہو۔ اس کی دست و پیر گیری کا کیا ٹھکانا؟ اگر شاگردوں کا ذکر کیا جائے،
 تو تہذیبوں کی کہانی الگ دامن بکڑتی ہے۔ اس لئے یہ شیخ کے شاگردوں میں صرف
 ان کی اولاد و اسحاق کا ذکر کریں گے جو بجا طور پر اب آل شیخ کے نام سے پکھنے جاتے
 ہیں، اور یہی ان کا نسب ہے۔ یہ شیخ کی خوش نصیبی تھی کہ انہوں نے اپنے ایسے
 جانشین چھوڑے جو بالکل ان ہی کے طریقہ کے مطابق سنت رسول کے تبع اور تبلیغ
 مدرس میں مشغول رہے، اور اس سے زیادہ مسرت و اعجاب کی بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ

آج تک قطع نہیں ہوا۔ آج تک ان کی اولاد علم و عمل میں ہر سے نجد میں مستانہ شیخ
کثیر العیال تھے۔ بعض رشتے ان کی زندگی ہی میں وفات پا گئے، وفات کے وقت
انہوں نے چار بیٹے چھوڑے: حبیب، عبد اللہ، علیؑ، وبراہیم۔

ابن بشر کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کے درس میں طلبہ کا اتنا جھرم
دیکھا کہ اگر کسی سے بڑا کیا جائے، تو شاید اسے یقین نہ آئے۔

ان میں سے ہر ایک کے گھر کے پاس ایک مدد سہارا جس میں پودوں کی طرح
رہا کرتے، اور ان کے معاہدات احوال سے ادا ہوتے۔ یہ لوگ شب و روز
تفصیل علم میں مصروف رہتے تھے۔

ان میں سے بڑے تھے، اور شیخ کے بعد اصل باقیین وہی بچے جیتے، اور حیرت
تضاریر ماورق تھے۔ درمید کی جامع مسجد کی امامت بھی ان کے سپرد تھی۔ ۱۲۲۵ھ میں
وفات پائی۔ ان کے متعدد بیٹے تھے، اور سب کے سب علم و عمل میں مستانہ ابن
بشر نے علیؑ، احمد، حسن، عبدالرحمن، عبدالملک کے نام گناے ہیں۔ ان میں علی بڑے
اور علم میں بھی مستانہ تھے۔ اس نے اپنے اعمام کی موجودگی میں منصب تضاریر ماورق
سعود بن عبدالعزیز، ۱۲۱۵ھ (۱۲۳۹ھ) عبداللہ بن سعود (مسلوب ۱۲۲۵ھ) و ترک
(مقتول ۱۲۱۹ھ) اور فیصل بن ترکی (دف ۱۲۸۵ھ) مختلف امیروں کے عہد میں
عدۃ تضاریر ماورق سے ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔ محمد زائد طالب علمی ہی میں وفات
پا گئے۔ ان ترکی ہی عبداللہ کے زمانہ میں ریاض کے قاضی تھے، خلفہ میں بھی دو سنگاہ تھی۔

عمر کم پائی۔ اور ۱۲۳۰ھ میں دارالخلافہ کو چل پے۔ عبدالرحمان ترکی اور فیصل دونوں کے دور حکومت میں منصب قضا پر فائز ہوئے۔ فقہ تفسیر اور نحو کے اچھے عالم تھے۔ عبداللہ بن حسین بن فیصل کے عہد میں عوط کے قاضی تھے ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ عبدالرحمان بن حسین بن حسین بن عبدالملک بن حسین، سب کے سب تاج عبدالرحمان بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب سے مستفید ہوئے (جن کا ذکر آگے آتا ہے) اسی طرح حسین بن شیخ الاسلام کی اولاد میں حسین بن محمد بن حسین بن شیخ الاسلام، قاضی حریق بن عبد فیصل، حسین بن علی بن شیخ الاسلام، قاضی ریاض بن عبد فیصل، اور عبداللہ بن حسن بن حسین بن شیخ الاسلام، شیخ عبدالرحمان بن حسن بن شیخ الاسلام سے مستفید ہوئے۔ شیخ کے دو سے بیٹے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب بھی بڑے عالم تھے۔ ان کا شمار علمائے مصنفین میں تھا۔ حسین بن محمد کی وفات کے بعد ہی شیخ الاسلام کے باطنین مانے جاتے تھے۔ خود حسین بن محمد کی زندگی میں ان کی علمی حیثیت مسلم ہوجی تھی۔ شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف بن عبدالرحمان بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب جو اس وقت علمائے نجد کے سر تاج اور غلامانی روایات کے حامل ہیں، ان کی روایت کے مطابق عبداللہ بن محمد اپنے بڑے بھائی حسین بن محمد سے بھی علم میں بڑھے ہوئے تھے۔ یہ شیخ اپنے میں امیر سعود بن عبدالعزیز کے داخلہ تک مکہ مکرمہ کے وقت یہاں رہے تھے۔ اور امیر سعود نے اپنی جماعت کے عقائد سے متعلق جو رسالہ تقسیم کرایا تھا، وہ انہیں عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے علم کا کھانا بنا تھا۔ ۱۲۳۲ھ میں برہانم پاشا کے حملہ اور عید کے وقت موجود تھے، لیکن مصری فوجوں کی وحشت اور غارتگی

آپ سے رکھی نہ گئی اور تمہارے کریم بن میں کو دھڑے :

”قتلہ سیفہ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب

وانتدب واجتمع علیہ الخ“

اور خوب داد و تحاشات دی، قابا گرفتار کہے سر بھیج دیئے گئے اور وہیں وفات

پائی۔ ان کے دو بیٹے سلیمان بن عبداللہ اور علی بن عبداللہ سقوط و عیدہ کے وقت قتل

کئے گئے۔ سلیمان قسار عالم تھے۔ اپنے والد کی موجودگی میں در عیدہ کے قاضی رہے

نیز امیر سود کے درامات میں کچھ دنوں تک مکرمہ میں بھی انہوں نے قضا کے فرائض

انجام دیئے۔ امیر سود بن عیدہ صوبہ کی مجلس میں صحیح بخاری کا درس اُن کے سپرد تھا۔

جو بہت بڑا علمی انبیاء تھا خود عبداللہ بن شیخ الاسلام امیر سود کی مجلس میں تفسیر تبری

اور ابن کثیر کا درس دیتے تھے۔ ابن بشر خود ان مجلسوں میں شریک رہا ہے اس کے

۱۔ منہ ان الحمد للہ ص ۱۰۰

۲۔ ابن بشر شیخ عبداللہ بن محمد کی بارہوی اور قتل کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن خضاوت کے بارے میں

خاموش ہے۔ وہاں (ص ۱۰۰) سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے قتل کا ذکر کرتا ہے،

لیکن عبداللہ کے بارے میں خاموش ہے۔

ابن بشر تلخیص دوم را بیان عبداللہ بن محمد کے قتل کی تردید کرتا ہے۔ دیکھئے ص ۱۰۰۔

”عبداللہ مذکور کے ایک بیٹے عبداللہ بن علی تھے جو ان ہی کے ساتھ مکہ میں ہی میں مصر

بھلا دیں کیے گئے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس وقت ازہر کے رواق خباط میں تھیں

ہیں اور ان کے پاس طلبہ آتے جاتے ہیں، اور ان میں علمی ذوق ہے (عبدلہ ص ۱۰۰)

اور ان میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کی وفات ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ (امیر ربیع و ابن

اتفاق پایا کہ۔ وہ شیخ کی اور میں علم فضل میں سب سے بڑے تھے) (ص ۱۰۰)

ایک شرح لکھی تھی علیہ عبداللہ بن شیخ الاسلام کے تیسرے بیٹے عبدالرحمان بن عبداللہ بھی مشہور عالم ہوئے۔ یہ وہی عبدالرحمان ہیں جن کا ذکر اوپر ابن بشر کے حوالے سے آیا ہے۔ مصر میں وفات پائی۔ (۱۳۱۵ھ)۔ حسین بن شیخ الاسلام کے متوفی و قتر سائے اور فتوے مشرقی کتاب خانہ، پٹنہ کے ایک مجاہد میں درج ہیں علیہ

علی بن شیخ الاسلام بھی ممتاز عالم اور زہد و ورع میں ضرب اشل تھے۔ فتنہ و تفسیر میں اچھی دستگاہ تھی۔ قضا کا منصب بھی کیا تھا، لیکن انہوں نے غایت زہد و ورع کی بنا پر قبول نہ کیا۔ (۱۳۲۹ھ) میں وفات پائی۔ ان کے ورثے کم کسبی ہیں میں انتقال کر گئے۔ صرف محمد بن علی بن شیخ الاسلام پہلے چھوٹے اور ممتاز عالم ہوئے۔ جو تھے بیٹے ابراہیم مشہور صاحب ورع ہوئے ماہن بشر نے اُن سے کم کسبی میں (۱۳۳۵ھ) کتاب الترمذی پڑھی تھی، قضا سے الگ رہے تھے۔ (۱۳۵۵ھ) تک مدینہ میں ان کی موجودگی کا ذکر ملتا ہے۔

شیخ کے ممتاز شاگردوں میں اُن کے پوتے عبدالرحمان بن حسن بن شیخ الاسلام بھی خود کے جہد ممتاز مافلوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اُن کے والد شیخ کی زندگی ہی میں انتقال کر چکے تھے کم سنی میں اپنے دادا کے ہم علم کیا اور شیخ کے ممتاز شاگردوں میں امجد بن عمر بن عمر (۱۳۲۵ھ) اور عبدالعزیز بن عبداللہ النصیب (نامری وف ۱۳۳۵ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ کیا۔ شیخ عبدالرحمان بن حسن کی حیثیت اپنے خاندان میں علمی تہذیب

۱۔ عزان المجد (ج ۱ صفحہ ۴۷۵)

۲۔ جامعہ اسلامیہ Hand-list نمبر ۲۶۲ و ۲۶۳ عزان (ج ۱ صفحہ ۹۳)

کی ہے۔ اُن کا علمی مرتبہ شروع سے مکتم تھا۔ امیر سود بن عبد العزیز (ف ۱۲۲۱ھ) اور امیر عبد اللہ بن سود (مسلوب ۱۲۳۶ھ) کے عہد میں درعید کے قاضی رہے۔ شیخ حسین بن شیخ الاسلام کی وفات (۱۲۲۵ھ) کے بعد اس خاندان کے اُن چار افراد میں یہ بھی تھے۔ جن کی علمی حیثیت مسلم تھی اور پائیدار تخت (درعید) کے قضا کا کام ان کے سپرد تھا۔

سقوط درعید کے وقت (۱۲۳۳ھ) مصر چلے گئے، بلکہ جلا وطن کر دئے گئے تھے۔ جب حالات استوار ہوئے تو سلطان نے میں نجد واپس آئے، جہاں اُن کی ذات نے پھر ایک بار سلم کی گرم بازاری ہوئی اور سینکڑوں اشخاص اُن کے درس میں شریک ہو کر کامیاب نظرے۔ خود شیخ الاسلام کے خاندان کے بیسیوں افراد اُن سے مستفید ہوئے۔ ترکی بن عبد اللہ (مقتول ۱۲۴۹ھ) اور فیصل بن ترکی (ف ۱۲۵۱ھ) کے عہد میں قاضی القضاۃ اور خواص و عوام کا مرجع بنے۔ جب ترکی بن عبد اللہ بن محمد بن سود (مقتول ۱۲۴۹ھ) کی خاص مجلسوں میں درس کی سنت ان ہی کے سپرد تھی۔ عام طور پر تفسیر ابن جریر کا درس ہوتا۔ فیصل بن ترکی کے عہد میں بھی درس و ارشاد کی خدمت ان ہی کے سپرد تھی۔ سقوط درعید سے پہلے اساطین اربعہ کی دھوم تھی۔ حالات استوار ہونے کے بعد امیر ترکی بن عبد اللہ

نے اساطین اربعہ میں کا ذکر اور پایا اس ترتیب سے عزت و قدر کے متن مجھے جاتے تھے۔

عبد اللہ بن شیخ، اصل بن حسین بن شیخ۔ عبد الرحمن بن حسین بن شیخ، بیہابی بن عبد اللہ بن شیخ۔ +

کے عہد میں صرف عبدالرحمان بن حسن بن ایشع، اور علی بن حسین بن ایشع رہ گئے۔ ترکی اور فیصل دونوں کے ایام حکومت میں عبدالرحمان بن حسن اور علی بن حسین کے ساتھ ساتھ عبدالرحمان بن حسین بن ایشع اور عبدالملک بن حسین کے نام بھی یاد ہوا کرتے ہیں۔ لیکن فیصل بن ترکی کے آخر دور میں (۱۳۳ھ کے بعد) صرف عبدالرحمان بن حسن بن ایشع کا نام خاص طور پر آتا ہے۔ اور ہر فیصل کے بالکل آخری دور میں ان کے صاحبزادے عبداللطیف ابن عبدالرحمان قضا اور حدریں پر فائز نظر آتے ہیں۔ علی بن حسین بن ایشع نے کافی عمر پائی اور ۱۳۳ھ میں رحلت کی۔ ہر حال فیصل بن ترکی کے آخری زمانہ حکومت میں یہ سب سے زیادہ محترم اور مخدوم تھے۔ بڑی عمر پائی۔ ابن بشر نے اپنی کتاب ۱۳۳ھ میں لکھی۔ اور ۱۳۳ھ کے حوادث پر ختم کی ہے۔ اس وقت یہ زندہ تھے۔ پانگریزوں نے اپنی سیاحت کے دوران میں (۱۳۳۳ھ) ریاض میں ان سے اور ان کے صاحبزادے عبداللطیف سے ملاقات کی تھی بلکہ یہیں سے غطفانی یہ بھی کہ وہ انہیں عبداللہ ابن ایشع کافر زندہ سمجھا ۱۳۳ھ میں بڑی عمر کا کمونات پائی۔ ابن بشر نے ان کی متعدد روایات اور رسائل کا ذکر کیا ہے۔ سلیمان بن عبداللہ بن ایشع (مقتول ۱۳۲ھ) کی غیر مکمل شرح کتاب التوحید کی تکمیل بھی ان کے قلم سے ہوئی تھی ابو یوسف الجہد فی شرح کتاب التوحید کے نام سے بار بار چھپ چکی ہے۔

لے عزان (۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰،

فتح المجید کے علاوہ ان کی دوسری کتاب (قرۃ عین الموحدین فی تحقیق دعویٰ الانبیاء والمسیحین) بھی چھپ گئی ہے۔ یہ اصل میں کتاب التوحید ہی کے حواشی ہیں۔ محمد حامد الغنی (جنہوں نے فتح المجید کا تازہ ایڈیشن شائع کیا ہے) نے فتح المجید کے حواشی میں قرۃ عین الموحدین کے اقتباسات بہ کثرت دیے ہیں۔ ان کا ایک مختصر رسالہ عنوان المجید میں منقول ہے۔^{۲۶} ابن بشر نے ان کے متعدد خطوط کے اقتباسات بھی دیے ہیں۔ عجوبۃ التوحید المکیہ (ص ۲۲۴) میں بھی ان کے حسب ذیل تین دسلے شامل ہیں :-

(۱) رسالۃ فی جواب الجہتہ (ص ۲۶-۳۲)۔

(۲) رسالۃ فی حکم مزالاة اہل الاشرار (ص ۱۶۹-۱۵۷)

(۳) بیان الجہت فی الروح علی صاحب الجہت (ص ۲۵۲-۲۰۵)

ان کے صاحبزادوں میں محمد بن عبدالرحمان بن حمیٰ ستویہ و رحید کے وقت اپنے دوسرے اہل خاندان کی طرح قتل کئے گئے تھے

عمیدہ لطیف بن عبدالرحمان ان کے جانشین ہوئے۔ یہ مصر سنی ہی میں ستویہ و رحید کے وقت مصر چلے گئے تھے۔ اپنے والد اور دوسرے اہل علم سے تحصیل کی۔^{۲۷} میں نجد واپس آئے اور اپنے ساتھ کتابوں کا بڑا ذخیرہ لائے۔ آتے ہی اپنے والد کے دست راست بن گئے اور علی و توفیق کا سون میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔^{۲۸} حکم فیصل

۲۶ عنوان، ج ۲: ص ۲۶-۲۷

۲۷ عنوان، ج ۱، ص ۲۱۰ یہ جہن بشر کی روایت ہے، مگر بعض کے معرودہ اصحاب علم نے اس کی تردید نہیں کی۔

بن ترکی (ف ۲۸۲) کی مجلسوں میں عبدالرحمان بن حسن مدرس اور واعظ کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ یہ مسئلہ میں عبداللطیف بن عبدالرحمان قاسمی، امام، مدرس زہر حیثیت سے آگے آگے دکھائی دیتے ہیں۔ ابن بشران کے مدرس تفسیر کا بہت علاج ہے لیکن پانڈیکور نے ۱۰۱۱ھ میں ان سے ملاقات کی تھی۔ اُس وقت ان کی عمر چالیس کے لگ بھگ ہو گئی۔ پایہ تخت ریاض کے قاسمی نے بھی ان کی کتاب مناجات المسدیس والتماس فی الرد علی البطل داؤد بن سلیمان بن جریر میں کا ذکر آگے آئے گا۔ ان کا ایک مختصر رسالہ عمود الہدیۃ السنیۃ (ص ۳۰) کے ضمن میں بھی بطور ہرچلک ہے۔ اس میں شیخ الاسلام کی مختصر سیرت بیان کی گئی ہے۔ ۲۹۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالرحمان بن حسن کے ایک دوسرے صاحبزادے اسماعیل بن عبدالرحمان بن حسن کا ذکر اب تک کسی تذکرہ میں نہیں ملا۔ لیکن ہمیں ان سے واقفیت عجیب و غریب طریقے پر ہوئی۔ سوال (۹۷) میں وطن جانا ہذا (اوکا نواں ضلع پٹنہ) اور اپنے خاندانی کتاب خانہ کی دستہ سال کتابوں کا جائزہ لینے لگا، ترجمانۃ الاناس و سوسۃ الشیخ و حواصی کا ایک نسخہ ملا جس کے پہلے ورق پر یہ عبارت خالص عربی خط میں لکھی ملی "فی ملات الحقیقہ المتقبر الصنف بن عبد الرحمن بن حسن بن محمد النجفی الحنبلی عنی اللہ عنہم"۔

میری خوشی کا کیا سنا! لکھنے پڑھنے پر اس میں اسی خط میں ایک لباقوٹ ملا جس

سے ان کے علم کا بھی پتہ چلتا ہے۔ درمیان میں بھی ایک مختصر سا نوٹ ہے۔ شروع میں نام کے نیچے مرقی ہے۔ صرف اسحاق کا لفظ صاف طور پر پڑھا جاتا ہے۔

نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب ہمارے ان کس طرح پہنی؟ قرین قیاس یہ ہے کہ عاجز کے نام پر ناہید الصمد (ف ۳۱۳) سے ان کے تعلقات ہوں گے۔ مولانا عبد الصمد ایک جید اہل حدیث عالم تھے اور وقت کے مشہور اہل حدیث عالموں سے ان کے تعلقات دوستانہ اور برابر ہی کے تھے۔ یقیناً سے پتہ چلا کہ یہ اسحاق بن عبد الرحمن بن حسن ہندوستان رہتے تھے اور مولانا سید زبیر حسین صاحب سوچ گڑھی مرنگیری دہلوی (ف ۳۳۳) نقاب صدیق من خاں صاحب (ف ۳۳۳) اور مولانا خورشید صاحب سوانی (ف ۳۳۳) اور شیخ حسین بن محسن (ف ۳۳۳) سے استفادہ بھی کیا تھا۔ ۲۸۔ جب ۱۳۱۹ھ کو وفات پائی۔

موجودہ حمد میں اس خاندان کے عالموں میں محمد بن عبد العلیف بن عبد الرحمن سے زیادہ تبار تھے۔ ان کا ایک رسالہ (مؤلفہ ۳۳۳) الدرد والسیئۃ کے مجموعے میں شامل ہے۔ راقم کے زیارت ریاض سے ایک سال پیشہ وفات پائی (۳۳۳)۔ اس وقت بھی شیخ محمد بن عبد الوہاب کی اولاد علم و فضل میں ممتاز ہے اور سعودی حکومت میں الازہری کا اثر و رسوخ ہے۔ مملکت سعودیہ کے قاضی القضاۃ عبد اللہ بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن الشیخ (مولود ۳۳۳) ان میں سب سے مہم ہیں۔ ان کے چچے بھائی عمر بن حسن (مولود ۳۳۳) دینیۃ الامم بالمعروف والہی عن الشکر کے رئیس ہیں۔ شیخ عبد اللہ بن حسن تو ابھی مرجع بات ہی نہیں کر پاتے، مگر شیخ عمر بڑے خوش

خاق ہیں اور سلطان ابن سمعو مرحوم کے ساتھ ایام حج میں آیا کرتے تھے قاضی القضاۃ کا تو صدر مقام ہی مکہ مکرمہ ہے۔ مگر علم و فضل خاندان کی دوسری شاخ میں ہے۔ اس وقت نجد کے سب سے ممتاز عالم اور اہل شریعہ میں مرجع آخر شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن بن ایشیخ (مولود ۱۲۳۱ھ) ہیں۔

ان کے دوسرے بھائی عبد اللہ بن ابراہیم (مولود ۱۲۳۱ھ)، عبد الملک بن ابراہیم (مولود ۱۲۳۲ھ) اور عبد اللطیف بن ابراہیم (مولود ۱۲۳۳ھ) بھی ریاض کے ممتاز علماء سے ہیں۔ ان کے چچا محمد بن عبد اللطیف کا ذکر آچکا ہے۔ ان کے والد ابراہیم بن عبد اللطیف (ف ۱۲۳۹ھ) بھی ممتاز اور صاحب تصنیف عالم تھے۔

ایک خاص خصوصیت | ابن ملودون نے لکھا ہے کہ خنبہ تین پشتوں سے زیادہ شاخیں دیتا۔ تاریخ سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ اسلامی ہند کا سب سے بڑا علمی خانوادہ (خاندان دلی اللہ) تین پشتوں پر ختم ہو گیا۔ خیرایاں تو نسل ہی منتقل ہو گئی۔ بڑے علمی و اصلاحی خانوادوں کو ایسے، دو تین پشتوں کے بعد خصوصیات باقی نہیں رہتیں۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب پر اللہ کا یہ خاص فضل ہوا کہ ان کی اولاد آج تک علم و فضل میں ممتاز چلی آتی ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن بن عمر شیخ ملاکی چشتی میں ہیں اور اس وقت وہی علمائے نجد کے سربراہ

ملہ واقعہ کو اس سے قبل درخشاں اور خاکر کا خانہ سامعین ملانے والا خط ہے، زیادہ عرب میں علمائے نجد کی تعلیمات اور سنین خلافت کی تحقیر بھی انھیں کے ذریعہ ہوئی۔ ملاحظہ ہو دیباچہ ۱

ہیں۔ ان کے والد (ابراہیمؑ) ۳۲۹ھ (۱۰۰۰ء) واد (عبداللطیفؑ) ۳۹۳ھ (۱۰۰۰ء) پر واد (عبدالرحمانؑ) ۳۵۵ھ (۱۰۰۰ء) سب کے سب اپنے دور کے مشاہیر اہل علم ہیں تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہئے نواز دے۔

دوسرا باب

(۲)

سیاسی برتری

شیخ کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد نجد اور اطراف نجد میں جو خوشگوار تبدیلیاں ہوئیں، وہ سب شروعاتیں شیخ الاسلام کی دعوت اور ان کے اخلاص کا حقیقت یہ ہے کہ شیخ نے اہل نجد کی زندگی، عقائد اور اخلاق میں ایک غیر معمولی انقلاب نہیں، بلکہ کایا پلٹ کر دئی۔ خوش قسمتی سے انھیں محمد بن سعود (رحمۃ اللہ علیہ) (۱۱۵۹ھ - ۱۲۰۹ھ) اور محمد بن سعود (رحمۃ اللہ علیہ) (۱۲۰۹ھ - ۱۲۲۹ھ) جیسے دونوں عزم مجاہد اور فرماں روا ملے جنھوں نے شیخ کے مشن کی تکمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

شیخ کی دعوت کے ساتھ ساتھ آل سعود کا نام بھی وابستہ ہو گیا ہے، اس لئے ہم مختصر طور پر آل سعود کی تاریخ کے ان اہم حصوں کو پیش کر دینا چاہتے ہیں جن کا اس تحریک سے خاص اور بلا واسطہ تعلق ہے۔

محمد بن سعود | امیر عربین سعود (ف ۱۱۹۵ھ) نے دعوت کے پھولتے پھٹتے ہی عربوں کو ایک وفد بھیجا، جس نے شریف سعود بن سعید (ف ۱۲۰۲ھ) سے حج کی دسم اجازت طلب کی اور طلبائے حرمین سے مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کی، بعضین حرم کا رویہ انہیں ناک رہا اور وہ کہے انہیں گرفتار کر لئے گئے۔ بعضوں نے مشکل سے اپنی جان بچرائی۔

اقتلاع حج | یہ دجلان کا بیان ہے، جس کی دونوں کتابوں (خلافت الکلام فی امرہ ابلو الحرام اور الدرداء فی الدین) میں ذمہ یمنی صحیح درج میں ذراقت کی تدوین میں دیانت داری سے کام لیا گیا ہے۔ دجلان نے سال کی تیسری مئی میں بحال اس سے سلام ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے پہل نجد کے خلاف اقتلاع حج کے احکام صادر ہو چکے تھے۔ ابن بشر (ف ۱۱۸۵ھ) کے واقعات میں صرف اس قدر ذکر

شہنہ کی سیاسی تاریخ ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے۔ ہم صرف ان گوشوں کو لہجہ کر سہا گیا ہیں کہ شیخ کی سرگرمیوں سے خاص تعلق تھا۔ نجد اور آں سعود کی تفصیلی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) عنوان الحمد (ابن بشر)۔

(۲) مختار الکتاب (الغادر و جہتی، جلد ۳ و ۴)۔

(۳) کاؤنٹ نجد (آؤسی) ص ۶۲ - ۹۰۔

(۴) سامرہ صالحہ الاسلامی (مردم ص ۱۵۵ - ۱۶۶) (امیر فکیب ایطالی)۔

(۵) نسائی (مکتوبہ) یا آفت اسلام (مقالہ: ابن سعود)۔

(۶) Arabia، از ڈیٹین، جو مست فکسل اور کافی سے زیادہ ہے۔ ایسی رہنمائی

کی کتابیں بھی عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں مشہور اور مقبول ہیں۔ آؤنڈ کے سلسلے

میں ان کے علاوہ دو دوسری کتابوں کا ذکر آئے گا

مکہ الحد المستیة (ص ۴۴)

کرتا ہے۔

۱۱۳؎ میں سود بن سید شریف کو نے نجدی صاحبوں کو قید کر لیا اور ان میں سے کچھ مر گئے ۱۱۴؎

شیخ الاسلام کی دعوت کا اندازہ ۱۱۵؎ کے بعد ہوا، اور شہرت و مقبولیت ۱۱۶؎ کے بعد شروع ہوئی۔ اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ ۱۱۷؎ سے پہلے نجد کے حجاج بیٹا حرام کی زیارت سے روکے گئے ہوں۔ یہ قرائن بتاتے ہیں کہ صاحبوں کی گرفتاری کے اپنی قوم سے اختلاف حج کا آغاز ہوا۔ اور درمیانی وقتوں کے ساتھ یہ پابندی اہل نجد پر ہمارے حامد رہا۔ ۱۱۸؎ ۱۱۹؎ میں خاص طور پر اجازت ملی اور نجد کے عالم و عامی پڑھا نندوں میں زیارت بیت اللہ کے شرف ہوئے۔ لیکن یہ اجازتیں اتفاقی تھیں۔ سود بن عبد العزیز کے داخلہ حرم سے پہلے اہل نجد کو کسی بلاد کو ترک حج و زیارت کا موقع نہ ملا۔ تفصیل ذیل میں ۱۲۰؎ میں ہے۔

عبد العزیز بن محمد بن سعود (الف) میرا طرفین سود کی وفات عین دعوت کے شبہ میں

۱۲۱؎ حرمین الہدٰی جلد ۱ ص ۱۲۰ - ۱۲۱؎ سود بن عبد العزیز بن محمد بن سعود کو ۱۲۲؎ میں حجاج کی حیثیت سے مکہ مکرمہ کی زیارت نصیب ہوئی ۱۲۳؎

۱۲۴؎ جسے کھنے والا عبداللہ بن محمد کو شیخ الاسلام کا فرسہ بتاتے ہیں (ذہبی، ص ۱۲۵ - ۱۲۶) ، ڈکشنری آف اسلام: سن ۱۲۵؎ انہی کے پیچھے نہیں۔ اس سلسلہ میں ذہبی غلط نہیں ہوئی ہیں۔ برائے دعوت، اہل اسی طرح کی بے سرو پا باتیں لکھتا ہے۔ صدر مؤرخوں نے آئی شیخ اور آل سعود کی مصالحت کا اعلان کر نہیں کیا۔ واقعہ نے یا خیر میرا شیخ کے اہل خاندان سے تعلق کی۔ ان کے نزدیک بھی یہ عمل میں شہرت افزا ہے۔

ہوئی علیہ عبدالعزیز بن محمد بن سعود جاشین ہوا۔ مارگرہوتہ کے بیان کے مطابق ۱۱۶۹ھ میں ایک وفد کو گیا جہاں اُن کی خاطر عداوت ہوئی۔ شریف نے میزبانی کی اور وفد نے علماء کو یقین دلایا کہ ان کے عقائد اہل سنت، احمد بن محمد بن حنبل کے عقائد سے الگ نہیں۔

یہ مارگرہوتہ کا بیان ہے۔ ابن خنصام، ابن بشر اور غلیس ۱۱۶۹ھ میں بھی وفد کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ نہیں اس کا ماخذ کیا ہے۔ ابن خنصام اور ابن بشر کے سکوت کے بعد مارگرہوتہ کے بیان پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا۔ احمد زینی و حلان (الدرر السنیہ ص ۳۳) کے بیانات بھی اس سلسلہ میں حدود درجہ متعارض اور ناقابل وثوق ہیں

۱۱۶۹ھ اقتناع کے بعد ہلال حج | ۱۱۶۹ھ میں اشراف حجاز کے ایک دست سے کمپیں سومعدین کی مدد سے چھوٹی۔ شریف منصور دست کا سوار گرفتار ہوا اور میر علی ہونہ نے اسے ملانہ کے رہا کر دیا جس کا اچھا اثر پڑا اور سادھے میں شریف کو گئے حج

۱۱۶۹ھ -

۱۱۶۹ھ انگریز ایدیو پی مونتگمری کے حاکم کو Grand Sheriff اور خاندان کے دیگر افراد کو صرف شریف کہتے ہیں۔ عربی میں دونوں "شریف" کا خطاب عام کنی سعادت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر شریف کو کا خطاب کو کے حاکم ہی کے لئے جوہا آ ہے۔ اشراف کی تاریخ کے لئے دھماں کی کتاب غمہ حرا، نظام فی امراء اہل الروم کا حکم کی جاسکتا ہے، اگر زیادہ قابل اکتفا نہیں۔

مورسب، بشکوئی کی "موسلا الحاریرہ" (۱۱۶۹ھ) میں بھی اشراف کو کی مختصر تاریخ دی گئی ہے

Bruck Hardt کی Travels in Arabia اہلہ، ص ۴۰-۵۰، ج ۱
 A History of Arabia
 برکارشکی

کی اجازت دی اور محدین کی ایک کافی تعداد نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

..... فَاغْلَقْتُمْ ذٰلِكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ طَائِفَةً، وَصَارَتْ طَلِيقًا مِّنْهُ ۖ

یہ اجازت بہر حال اسی سال تک محدود رہی، البتہ اس سے آئندہ گنت و شہید اور بحث و تھیس کا دروازہ کھل گیا۔

پہلا نجدی وفد ۱۱۸۳ھ میں شیخ اور عبدالعزیزؒ نے احمد بن سید

(۱۱۸۳ھ - ۱۱۸۶ھ) والی مکہ کو ہدیے نیجے۔ اس نے خط و کتابت کے ذریعہ

ان (شیخ اور امیر عبدالعزیزؒ) سے ایک عالم و فقیہ کے بھیجنے کی فرمائش کی تھی جس

سے ملا کہ ان کی دعوت اور مسلک پر گفتگو کر سکیں۔ تو شیخ اور عبدالعزیزؒ نے

شیخ عبدالعزیز بن الحسین کو ایک خط دے کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا.....

جن علماء (مکہ) نے ان سے گفتگو کی، ان کے نام یہ ہیں: یحییٰ بن صالح الغنوی۔

عبدالباق بن حسن الترمذی (مسلطان کے مقرر کردہ مفتی) اور عبدالغنی بن جلال۔

بقیہ ماخیزہ (۱) میں بھی اشراف مکہ پر اک باب ہے، مگر مختصر ہمارے تحریک کا تعلق ہی اشرف

سے رہا، ان کے نام اور پیش کویت یہ ہیں:

(۱) مسعود بن سید (۱۱۸۳ھ) - ۱۲۱۱ھ ساعد بن سید (۱۱۸۳ھ) - (۲) جعفر بن سید (۱۱۸۳ھ)

(۳) ساعد بن سید (۱۱۸۳ھ) - (۴) عبدالغنی بن سید (۱۱۸۳ھ) - (۵) احمد بن سید (۱۱۸۳ھ)

(۶) عبداللہ بن حسن (۱۱۸۳ھ) - (۷) احمد بن سید (۱۱۸۳ھ) - (۸) مسعود بن ساعد (۱۱۸۳ھ)

(۹) عبدالعزیز بن ساعد (۱۱۸۳ھ) - (۱۰) غالب بن ساعد (۱۱۸۳ھ) - (۱۱) یحییٰ بن سرور (۱۱۸۳ھ)

لحد رضۃ اللہ تعالیٰ عنہم ج ۲، ص ۱۰۰۔

تین سکنوں (تکثیر) چم تھاب، بزرگوں سے مراد ہیں۔ گنگنا پر دوشیخ عبد العزیز
کی ویلوں سے مطلق ہو گئے اور شیخ عبد العزیز اعظمی از دوقیر کے ساتھ واپس
کئے گئے۔

ابن بشر نے اس وفد کا صرف سرسری تذکرہ کیا ہے، فاسطی نے اس وفد کی تفصیلی
ذکر کیا ہے۔ اس کا ماخذ غالباً ابن خنصام کی روختہ الافکار ہی ہے، لیکن اس نے ۳۹۹ھ
کے حج اور ۳۹۸ھ کے وفد کو خلط کر دیا ہے۔ حالانکہ ابن خنصام نے دونوں
واقعات الگ الگ ذکر کئے ہیں۔

وفد کے سرگروہ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن العیین کا شمار شیخ الاسلام کے
مفہوم شاگردوں میں تھا شیخ کو خود ان پر بڑا احترام تھا شیخ نے اپنی زندگی میں نہیں بابہ
رہیں وفد بنا کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ شیخ کے بعد امیر عبد العزیز (ف ۳۹۸ھ) (سود بن عبد العزیز
(ف ۳۹۸ھ) اور عبد اللہ بن سود (مسلوب ۳۹۸ھ) تینوں کے حکومت میں
منصب قضا پر فائز رہے، متوسط درجہ کے وقت (۳۹۸ھ) جب کہ یہ بہت
عقیدہ ہو چکے تھے، ابراہیم پاشا ان کے ساتھ بری طرح پیش آیا اور وقت کلامی بھی کرتے تھے اور
دیوبنی سرگندی کا نشہ ہی کچھ ایسا ہوتا ہے نیصحت ہے کہ اوروں کی طرح نہیں پانی
نہیں دی گئی۔ ۱۲۰ رجب ۳۹۸ھ (۳۰ اپریل ۱۰۰۲ء) کو وفات پائی۔

۱۔ روختہ الافکار ج ۱ ص ۹۱-۹۲ + ۲۔ ایضاً ج ۱ ص ۵۵ + ۳۔ ۲۳-۲۴
۴۔ عنوان ج ۱ ص ۱۹ + ۵۔ مزید حالات اور شامروں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو،
عنوان المجید ج ۱ ص ۹۱-۹۲، ۱۲۳، ۱۲۴ +

جوانی کے آواز اور جی پر چند سال پہلے ماندہ گرد می گئی تھی، تو قیط سالی کے سبب سے صرف تین سو کوئی فائدہ اٹھا سکے۔ وہابیوں کو حج کی عداوت اور اجازت اس دور کی عربی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ سرور عملاً قسطنطنیہ کے برائے نام (Titular) خلیفہ کے امتداد سے بالکل اکر اوپر چکا تھا۔ اور اب اس نے سرور نجد کے حدود کی طرف تاخت شروع کر دی تھی۔ وہابیوں کے خلاف امتناع حج کا حکم بھی اس نے اپنی برتری منوانے کا ایک ذریعہ بنانا چاہا تھا۔ لیکن وہابیوں نے اس کی بڑی قسیم نہیں کی۔ اور امتناع حج کا بدلہ انہوں نے یہ کیا کہ عراق و فارس کے حاجیوں کے قافلے جو وہابی علاقے سے گزرتے تھے، انہی دستوں کی چھیڑ چھاڑ کا شکار ہونے لگے۔ یہ شریف سرور کی طاقت سے باہر تھا کہ ان قافلوں کی حفاظت کا ذمہ لے سکے۔ تیموریہ جو کہ ہندو کے ترکی پاشائے قافلوں کی روانگی روک دیتی تھی۔ اس لئے کہ فارس کی حکومت صحرا کی تلکھڑوں کا الزام پاشائے ہندو ہی پر ڈالتی تھی۔ اُن دنوں حجاز کا سارا دور و مدار انہیں قافلوں پر تھا، جو غلّی کے ذریعے ج کو آتے تھے۔ مکہ اور مدینہ کے تاجروں نے جنگ آ کر شریف کو نجدی حکومت سے تعلقات استوار کرنے پر مجبور کیا۔ سرور کے لئے جیسکے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ اور گھنٹوں اور اونٹوں کا متحدہ جو وہابی حاکم نے قیط سالی کے سال شریف کو بھیجا۔ اس سے دونوں حکومتوں کے تعلقات کی سنگین سب رنگوں پر نیا ہرچہ لگئی۔ ۱۰۰۰۰۰۰۰۰ -

لیکن یہ بات بھی غلطی ثابت ہوئی ہے

دوسرا نجدی وفد | شریف سرور کا انتقال ۱۳۳۳ھ میں ہوا۔ اس کے بعد عبدالعزیز
بن سعود والی ہوا۔ پھر غالب بن سعود امیر مقرر ہوا۔ یہی

شریف غالب ہے جس کے عہد میں اہل نجد اور حجاز میں اور مصر میں کے درمیان
مورک آرمیاں ہوئیں۔ مورخوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کشمکش
سے بچنا چاہتا تھا۔ لیکن علوانے صلح نہ ہونے دی۔

واقعہ کچھ بھی ہو شریف غالب نے ۱۳۳۳ھ کی معاوضی کا بڑا ثبوت یہ
ہے کہ اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے کچھ ہی بعد ۱۳۳۳ھ میں امیر عبدالعزیز
سے ایک ایسے عالم کی فرمائش کی جو شیخ الاسلام کی دعوت پر گفتگو کر سکے۔ امیر
عبدالعزیز نے خوشی خوشی دعوت قبول کی اور شیخ عبدالعزیز بن الحسین کو درجہ پہلے وفد
کے رئیس بنا کر بھیجے گئے تھے اس خدمت پر سامور کیا۔ خود شیخ الاسلام نے اپنے
دست خاص سے لکھ کر ایک خط دریا جس میں پہلے وفد کے حوالے کے ساتھ وہ
ایسی تفصیل سے بیان کی گئیں جن سے اس وقت علوانے مکہ ملحق ہو گئے تھے۔
غالب نے شیخ عبدالعزیز بن الحسین کا پر تپاک خیر مقدم کیا۔ ورنہ گفتگو کی اور اہل

Arabia : ص ۱۶۸-۱۶۹ Mordtmann (مقالہ ابو سعید اسلم)

اسلام کے بیان کے مطابق سو کی دی ہوئی اجازت غالب نے ۱۳۳۳ھ میں جیسی لی۔
عام طور پر مورخ سمجھتے ہیں کہ اہل عربی علاقوں میں اور اہل نجد پر ان کے سلسلہ میں اختتامی
اسلام جاری ہے تاہم ۱۳۳۳ھ سے باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ (دارالعلوم اسلامیہ)

کے دلائل کی اہمیت اور روحانی تسلیم کی۔ لیکن مقامی علماء کے بکائے سے وہ اپنی خیال سے پھر گیا۔ خیمہ سانی حرم میں سے یہ سوچا یا کہ تم نے ابن سعود کی اطاعت قبول کی۔ تو شرعی امارت پر ابن سعود کا قبضہ ہو جائے گا۔ بات گنتی ہوئی تھی غالب کے دل میں اگر گنتی اور نجدی اقتدار کے برے نے اسے قبول حتیٰ سے بار رکھا، جس کا تیسرا تمام دیناے اسلام کو بھگتنا پڑا۔ شیخ عبدالعزیز نے امرامی کیا کہ نظامی علماء کی ایک مجلس حریب دہی ہائے اور مختلف یہ مسئلوں پر مکمل گفتگو کی جائے لیکن مقلی ملا اس پر عاضی نہ ہوئے اور انہوں نے صاف صاف اعلان کیا :-

”ان وہابیوں کے ساتھ کوئی گفت و فیحد بے کار ہے کہ ان کے عقائد

ہمارے اسلاف کے عقائد کے بالکل برعکس ہیں۔“

اگر خیمہ سانی حرم کا رویہ نا عاقبت اندیشانہ نہ ہوتا، اور شریف غائب اور امیر عبدالعزیز کے دو جہان مطابقت ہو جاتی۔ تو مسلمانوں کو کھنڈ تقویٰ غریب خلیع پہنے سچے جانا پلے تجویز ہے کہ ابن بشر نے اس قدر اہم واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

تیسرا نجدی وفد | دوسرے وفد کی ناکامی کے بعد طوفان میں چھپر چھاڑ شروع ہو گئی۔

۱۲۹۱ھ | ۱۲۰۵ھ میں خود غالب نے پہلی کی۔ یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔

دریان میں صلح بھی ہوتی رہی۔ اس اثنا میں نجدی نو میں جزیرۃ العرب کے باقی علاقوں میں پناہ اور ضرورت برحق رہیں، تاہم انکو ۱۲۱۲ھ میں انہوں نے حملہ کے پاس جزیرہ عمان پر حملہ کیا اور کامیاب ہو گئے نجدی طاقت کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر

شریف غالب نے ایک مرتبہ پھر سلسلہ بنیانی کی۔ امیر عبد العزیز کو ایک خط بھیجا اور ایک ایسے نجدی عالم کے بیٹے کی درخواست کی۔ جو سوحیدین کا مسلک اہل مکہ کے سامنے پیش کر سکے۔ پہلے دونوں وفد شیخ الاسلام کی زندگی میں اور ان کی بدایتوں کا وقت نہ سانسے کر گئے تھے۔ تیسرے وفد کا مطالبہ ان کے انتقال کے بعد ہوا۔ تاہم امیر عبد العزیز بن محمد بن سعود نے فوراً دعوت قبول کر لی۔ اس وقت کو اسے تبلیغ سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ شیخ الاسلام کے ایک متاد شاگرد شیخ احمد بن ناصر بن عثمان بن محمد اس خدمت پر مامور ہوئے۔ احمد بن ناصر اور ان کے ساتھی پہلے طواف سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد امیر عبد العزیز کے تحفے شریف کی خدمت میں پیش کئے۔ ان کا استقبال نہایت دوستانہ ہوا اور مسلسل کئی دنوں تک مقامی علماء سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں شیخ احمد بن ناصر کی خدمت میں کچھ سوالات پیش ہوئے اور تحریری جواب کا مطالبہ کیا گیا۔ شیخ احمد بن ناصر نے مفصل اور مدلل تحریر جواب دیا جو ایک رسالے کی صورت میں "الغواکہ العذاب فی السرد علی اس لمریحہ السنتہ والکتاب" کے نام سے چھپ گیا ہے۔ اس رسالے میں خاص طور پر دو مسئلوں سے بحث کی گئی ہے۔

۱) شفاعت اور استغاثہ۔

۲) تادمین صلاۃ کی تکفیر اور ان سے قتال

آگے چل کر ان مسئلوں پر تفصیلی گفتگو ہوگی اس سلسلے میں اس رسالہ کے موضوع بحث، اگرچہ بڑا مناسب نہیں۔

یہ مناظرہ جب ۱۲۱۱ھ میں غالب کے سامنے بھری مجلس میں ہوا تھا ابن خنم ۱۲۱۱ھ کے حوادث کے ضمن میں لکھتا ہے:-

”وہ (علیٰ) مکر مرا شیخ احمد بن ناصر کی ویلوں کی توت تسلیم کرنے کے باوجود قبول حتیٰ پر آمود نہ ہوئے“

”انہم اعترفوا باستقامۃ بھہ ومعہ ثلاث حدودا“^۱ ابن خنم نے پرور رسالہ بھی نقل کر دیا ہے۔ غلبی نے بھی اس وفد اور مناظرہ کی پوری روداد درج کی ہے۔ قہوب ہے کہ ابن بشر نے اس نکتہ بھی مطلق ذکر نہیں کیا۔

وفد کے رئیس شیخ احمد بن ناصر بن عمر کے متعلق بھی دو حرف لکھنا مناسب نہ ہوگا۔ پہلے اردو سبے وفد کے رئیس شیخ عبدالعزیز الحسین (دف ۱۲۳۱ھ) کی طرح یہ بھی شیخ الاسلام کی شاگردی کا مشرف رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام کے علاوہ ان کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب (دف ۱۲۳۰ھ) اور ان کے شاگرد و سیرت نگار ابن خنم (دف ۱۲۳۵ھ) سے بھی مستفید ہوئے تھے۔ درعید میں عرس تک عیدۃ قضا پر مامور ہے۔ امیر سعود بن عبدالعزیز (۱۲۱۸-۱۲۶۹ھ) نے انھیں وریں افتاء کے لئے کہہ کر مریض بھاجھا، اور وہیں وفات پائی تھے (وسط ذی الحجۃ ۱۲۳۵ھ) آغاز ہجری ۱۲۳۵ھ

۱۔ دفتر الانکار ج ۲ ص ۲۲۵-۲۲۶ و Arabia ص ۲۲۶ و ۲۲۷۔ حوالہ الیہ ص ۱۵۲

جنگ کے بعد صلح، اب نجدی و ہایوں کی کامیابیاں اتنی بڑھیں کہ باب عالی کو بھی
 ۱۲۱۳ھ انگریزوں کو ہوا۔ سلیمان پاشا، رانی بغداد کے ذریعہ ہم کی گئی۔

سلیمان نے نوینی اور علی پاشا کی سرکردگی میں بالترتیب فرجیہ بیہیں، جرنالکام، ایش
 ایش پھر کیا تھا، نجدی فوجیں عراق کی سرحد پر مسلسل دھاوے کرنے لگیں اور عبدالعزیز
 نے بڑھ کر بحرین اور سواہل عمان پر قبضہ کر لیا، جو بعد اور بغداد کے ترک حاکموں
 کے حملوں کے بلوچو متحکم ہوتا گیا۔

نجدیوں پر امتناع حج کی پابندی اور پہلے میں ان کا عراق پر حملہ اور عراقی قافلے
 کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا اشراف مکہ کے سب سے ہمیشہ عثمان کا باعث رہا۔ اور اسی
 دباؤ سے مجبور ہو کر انھوں نے بارہا حج کی عارضی اجازت دی اور وہ خود طلب
 کئے، پھر فوج کشی کی تھائی۔ غالب کا یہ رویہ برابر قائم رہا، اور اس نے ۱۲۰۵ھ
 ۱۲۱۰ھ اور ۱۲۱۲ھ میں مسلسل تیاریوں کے بعد مکہ کئے اور ہمیشہ ناکام رہا۔ آخری

۱۲۱۳ھ میں غالب کے خاص طور پر استناد مخالفت "کود ہایوں کی سرکردگی کی طرف توجہ دلائی"
 لیکن سرکار عالی نے کسی سرکردگی کا اعلان نہیں کیا۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے سلیمان پاشا، بغداد کا حاکم، اہل نجد کے متعلق میں فوج
 کشی کرتا نظر آتا ہے۔ اور اس کے بعد ۱۲۱۳ھ میں تو خود عثمان کے بیان کے مطابق سلیمان
 کے نائب علی پاشا نے ایسی پڑائی کی تھی کہ اگر ان کی زندگی نہ باقی ہوتی، تو ہایوں کا قضیہ
 خاتمہ ہو گیا۔ (خلاصہ احوال، ص ۲۶۵-۲۶۶)

۱۲۱۳ھ اور ۱۲۱۴ھ میں تحصیل کے لئے علاقہ ہمدان و عنوان المہدیہ (۱۰۹۰-۱۰۹۱ھ) میں فوجیں بھیجی گئیں۔

۱۲۱۳ھ عنوان المہدیہ کے لئے علاقہ ہمدان و عنوان المہدیہ (۱۰۹۰-۱۰۹۱ھ) میں فوجیں بھیجی گئیں۔

سخت مہرک ۱۲؎ میں پیش آیا۔ اور غالب کو خرمہ (ترجہ کے قریب ایک مشہور گاؤں) کے مقام پر جی شکست ہوئی اور اس کے ہزاروں آدمی کام آئے تو اس کے لئے صلح ہوئی اور سچ کی اجازت دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ دونوں طاقتوں کے درمیان حد بندی کر دی گئی۔ یقیناً بحرب اور عمیر کا شمالی علاقہ شریف کے حصہ میں ملکیت میں رہا۔ یہ صلح آخر جمادی الاولیٰ ۱۲۱۳؎ و صبر ۱۲۱۳؎ میں ہوئی۔ اور ۱۲۱۳؎ سے ۱۲۱۴؎ تک نجدی حجاج اور ان کے ساتھ عراقی قافلے امن و امان کے ساتھ فریضہ حج ادا کرتے رہے۔

حج ۱۲۱۳؎ | "خرمہ کے واقعہ کے بعد شریف نے عبدالعزیز کے پاس قاصد بھیجا اور صلح کی خواہش کی، جسے امیر نے قبول کیا اور شریف نے اہل نجد کو حج کی اجازت دی۔

اس سال حجاج کا ایک قافلہ حج سے مشرف ہوا جس میں شیخ الاسلام کے دو فرزند علی بن حمدا اور ابراہیم بن عبدالحی تھے۔ دونوں کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گئے۔ جنگ کی موثری اور امن وامانی کا اعلان کر دیا گیا۔ پھر کو حج بیت اللہ کی عبادت مل۔ اور لوگوں کو ان کے ساتھ کسی قسم کا تفرص نہ کرنے سے روک دیا گیا۔ تو ہر طرف سے وہ مکہ کی طرف پکے۔ اللہ تعالیٰ کی تعجب

۱؎ یہ سوکر جمودۃ الخرمہ کے نام سے مشہور ہے، طحاوی ۱۲۱۳؎ ۱۸۰۷ء اور اپریل ۱۲۱۳؎ میں آیا۔ غالب شکست کھا کر ۱۷ روزی حصہ ۱۹ اپریل ۱۲۱۳؎ کو مکہ واپس ہوا (خلافت الکلام ص ۲۶) ۲؎ خلافت الکلام ص ۲۶ ۳؎ عثمان حج ۱۲۱۳؎

شان ہے (۱۱)

احمد و حلاق، محمد بن ناصر کے حج کا بھی ذکر کرتا ہے، لیکن ابن بشر دوسرے
احیان کے ضمن میں ان کا نام نہیں دیتا۔

اس سال خود امیر عبدالعزیز یا سعود بن عبدالعزیز حج سے مشرف نہ ہو سکے بلکہ
پاشا نے اپنے نائب علی پاشا کی سرکردگی میں عظیم لشکر ان کے مقابلہ کے
لئے بھیجی تھی۔ اس ہیم کی تیاریوں میں دونوں باپ بیٹے الجھے رہے۔ یہ رمضان
ذی قعدہ ۱۲۱۹ھ کا ذکر ہے۔

حج ۱۲۱۹ھ | اس سال سعود بن عبدالعزیز پہلی مرتبہ حج سے مشرف ہوا۔ اہل نجد
جنوب الاسود، اور بدوؤں کی ایک بڑی تعداد وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔
یہ حج بہت شاندار طریقہ پر ادا ہوا۔ نہایت اچھی طرح عمرہ ادا کیا اور حج سے
فارغ ہوئے۔ کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور امن و امان سے واپس آئے۔ و جنتہ
الحمد والصلوات

اور ۱۲۱۸ھ میں سعود بن عبدالعزیز نے حج کیا۔ اس کے ملقبے شمار کوئی
تھے (قوم چنگیز ناں) ہرملان شریف اور وہ ایک خیمہ میں تھے، جہاں کے لئے
ابوعلیٰ میں نصب کیا گیا تھا۔ ۱۲۱۸ھ ذی الحجہ میں ۱۲۱۸ھ کو واپس آئے

حج ۱۲۱۵ھ | اس سال عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے خوجہ یارت بیت اللہ کا قصد

۱۔ خلافت ادکلام ۱۲۱۵ھ + ۲۔ عثمان امجد حج ۱۲۱۵ھ +
۳۔ خلافت ادکلام ۱۲۱۶ھ +

کیا تھا۔ اور اہل ہند اعراف نجد کی بڑی تعداد کے مکروہ واذہب کے لیکن سات
دن برابر سفر کے بعد وہ بخود چلے گئے اور سعود بن عبدالعزیز کے امراء پر وہ لوٹ
گئے اور امیر سعود بن عبدالعزیز نے تڑک و اعتشام کے ساتھ ہی کیا۔ ہزاروں دینار
صدقات اور بخشش کے طور پر تقسیم کئے۔ یہ ان کا دوسرا حج تھا۔
ان دونوں سالوں میں حج کے قلعے نجد کے حدود سے جو کرمان و امان
گزرے خود سعود بن عبدالعزیز نے بغیر نفیس نگرانی کیا، دوسرے سال عمان کا
فرمان دیا اہل حج سے مشرف ہوا۔

سلسلہ ۱۲۱۴ء سے ۱۲۱۵ء تک واقعات اور حج کی یہ ترتیب مستند مآخذ سے لی گئی
ہے۔ امیر ٹیکب کے بیان میں غالباً کسی دور پر مآخذ پر اعتماد کے باعث ترتیب الجھ
گئی ہے۔ اور اصل درج کے سین کاپرہ نہیں جلتا۔ اسی طرح ماروتانی کے مقالے میں
گوئیں ٹیکب ہیں، لیکن ترتیب الٹی پٹی ہے۔

کر بلا پر سلسلہ ۱۲۱۶ء، سلسلہ ۱۲۱۷ء نجدیوں کے حملہ کر بلا، دوحیف اور بلد الحسین کی جے
کی داستان بہت کچھ رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ہم یہاں حج ترتیب واقعات
مختصر طور پر درج کرتے ہیں۔

”جہاج کے قاتلوں پر واپسی میں عراق کے قبیلوں نے حملہ کیا، جنہیں یقین ملے
پر اور پورے اس کی بدولت قحی، تاکہ و امیروں کے قافلے، اعتشام اور ان کی
ذمہ داری پر عرف نگایا جاسکے۔۔۔ لیکن واپسوں کے صدقات بغداد اور دمشق

کے ساتھ زیادہ دنوں تک دو ستارہ محلے، سعودیہ بن عبد الوہاب نے شہر کربلا
پر ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ (اپریل ۱۸۰۲ء) کو حملہ کیا۔ تاکہ شیعی قبیلہ خزاعی
کے رہائی کا غلط پر حملہ کا انتقام لیا جائے۔ " (ماہ و زمانہ)

اور اس سال (۱۲۱۱ھ) سعودیہ تمام نجد، جنوب، حجاز اور تھار سے ایک
جراہٹ کرنے کر کر بلا کے ادوار سے پہلا اور غلامیہ کے باشندوں پر حملہ کیا۔
یہ ذی القعدة کا واقعہ ہے جسے مسلمانوں نے اس پر وعاد الجملہ کہا۔ اس کی
درازاؤں پر چڑھ گئے، اور نہ بروستی (منزقہ) داخل ہو گئے اور اکثر باشندوں
کو گھروں اور باغاتوں میں قریح کر دیا۔ بعد اس قہر کو کہ ان کے اعتقاد
کے مطابق حسین (رضی اللہ عنہ) کی قبر پر نایا گیا تھا، دم کر دیا۔ بعد اس
کے اس پاس اور چڑھ گئے (النصیبۃ النخعی وضمعا علی القیس) کی
تمام چیزیں لے لیں۔ زمرہ یاقوت اور جواہر سے آراستہ تھا، اور اس
کے علاوہ شہر میں جو کچھ مال، متاع (تمتیا، لباس، سنا، پانڈی، قیمتی مصاف
اور بے شمار چیزیں)، ملاصب لے لیا اور شہر میں ایک پہرے زیادہ نہیں
شہرے۔ (وہم یلبثوا فیھا الا ضحوة) اور ظہر کے وقت تمام مال لے کر

لے گئے۔ (ماہ و زمانہ کا مطالعہ)

یہ ذی القعدة ۱۲۱۱ھ (ماہ و زمانہ) کا واقعہ تھا، قادیان کی تاریخ ہے، اصل میں وہیہ اس
سعودی الجہوش۔ و ذلک فی ذی القعدة کما روئے عنہا کہ حج تاریخ ۱۲۱۱ھ
۱۲۱۱ھ (۲۱ اپریل ۱۸۰۲ء) دی ہے، ہجری ۱۲۱۱ھ ہجری ہے۔

وہاں سے نکل آئے اور اس کے باشندوں میں سے تقریباً دو ہزار آدمی قتل کئے گئے۔

اس واقعہ سے اہل نجد کی کتنی ہی شکایں کیونکہ ہمئی ہوں لیکن عام مسلمانوں خاص کر ایران کے شیعوں میں اس سے بڑی برہمی پھیلی۔ کہا جاتا ہے کہ فتح علی شاہ قاجار نے ۱۲۱۲ھ ۱۸۹۳ء میں ایک لاکھ فوج کے ساتھ نجد پر فوج کشی کرنا چاہی تھی اور سلیمان پاشا صاحبک بغداد بھی ایک بڑی فوج تیار کر رہا تھا لیکن اہل ایران کی رکس سے چھڑ گئی اور سلیمان، کرودل کی ایک بناوٹ منسردہ کرنے میں اُجمہد گیا اس لئے ان کے ارادے پورے نہ ہو سکے۔

فتح علی شاہ قاجار، شاہ ایران کی برہمی تو بالکل قریب قیاس ہے لیکن نجد پر فوج کشی کے ارادے کی تصدیق دوسری تاریخوں سے نہیں ہوتی۔ بشرق تہجائے بٹو کے ایک مخطوطہ سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس میں امیر سود بن عبدالعزیز کی طرف ناری میں فتح علی شاہ قاجار کے نام ایک خط ہے جس میں باشندگانِ نجد کے شرکاء اعمال کی بڑائی کے ساتھ ساتھ ان کے قتل کا بھی ذکر ہے۔ نیز یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر فتح علی شاہ نے لن برائیں کے قلع فتح کرنے کی کوشش نہ کی، تو امیر نجد کو مجبوراً سخت کاروائی کرنا پڑے گی۔ اس خط کے ساتھ فتح علی شاہ کا براہِ بھیجے جس میں شاہ قاجار نے امیر نجد کو تیس سو روپے مظلوم سے باز رہنے کی تاکید کی ہے خط

لے عثمان الہمد : ج ۱ : ص ۱۲۲-۱۲۱ کہ ملحقہ العالم الاسلامی : ج ۲ : ص ۱۶۲

لے فرست مشرق انگریزی Catalogue Raisonné ج ۱۲ ص ۱۲۵

ہے مختصر الفاظ میں شیخ الاسلام کی دعوت کی تشبیہ (افادات) ہے۔ یہ واقعات، سعود بن عبدالعزیز کی طرف سے ہیں اور اصل کتاب میر عبدالعزیز بن محمد بن سعود کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ حملہ کرنا کے وقت امیر عبدالعزیز حکمران تھا اور محمد بن عبدالعزیز ولی عہد اور سپہ سالار اس نے مدد مل گاہم ہر ناقص قیاس بھی ہے۔

یہ مختصر خطوط ۱۲۹۸ھ کا لکھا ہوا ہے یعنی واقعہ کے صرف دو چھ ماہ بعد اس کی کتابت ہوئی ہے۔ خطوط پر تاریخ درج نہیں، یہ حال وہ حملہ کرنا کے متصل ہی لکھے گئے ہیں اور اس میں فتح علی شاہ کے مجوزہ حملہ کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر میں غلبی کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سترہویں فتح علی شاہ اور سعود بن عبدالعزیز کے تعلقات اچھے اور دوستانہ تھے، اس لئے ہم شاہ ایران کے مجوزہ حملہ نجد کے متعلق و ثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

دہا سلیمان پاشا، حاکم عراق کا علاء سواس کے بارے میں اتنا معلوم ہے کہ ۱۲۸۵ھ میں یعنی حملہ کرنا کے کچھ ہی بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

صلح کا حاتمہ | واقعہ خرمہ کے بعد جو صلح فریقین کے درمیان ہوئی تھی اور وہی قریا وہ سال ۱۲۸۵ھ | دونوں تک قائم نہ ہو سکی۔ شریف غالب کو نجدی فوجوں کی زیادتی اور معاہدے کی خلاف ورزی کی شکایت ہوئی۔ خطوط سے مسئلہ نے نہ ہوا تو شریف نے اپنے وزیر عثمان مصلحی کو گفت و شنید کے لئے بھیجا، لیکن وہ وہاں جا کر ان کے علاقے میں داخل ہو گیا، اور وہاں ہی پر اپنے لئے حلیوں کی طرف غالب کو دعوت مبارک دی۔

ادھر غالب اور اس کے بھائی عبدالعزیز میں آن بن ہو گئی۔ عبدالعزیز نے
سود سے مدد طلب کی۔ طائف کے قریب ایک جھڑپ ہوئی۔ پھر غالب طائف
میں قلعہ بند ہو گیا، لیکن اسے دک اٹھانا پڑی۔ اور طائف پر سودی فوج کا قبضہ ہو گیا،
اور عثمان رضا یعنی بھارت کا حاکم مقرر ہوا۔ اور نجدی فوجیں اطراف و افاض میں
پھیل گئیں، اب ان کا رخ مکہ کی طرف تھا۔

حج کا موسم قریب تھا۔ شامی تانہ عبداللہ پاشا کی سرکردگی میں حرم سے من
تیں من کے غاصد پر آکر کا سود سے صلح ہو گئی بشرط یہ ہوئی کہ تانہ من دن میں ہر اکم
حج سے فارغ ہو کر اپنے پاؤں واپس چلا جائے۔ غالب نے عبداللہ پاشا سے دریا
میں بٹنے کی درخواست کی مگر وہ شرط کے مطابق حج سے فارغ ہوتے ہی نہیں
ہو گیا، اور غالب کی التجا بے کار ثابت ہوئی تھی۔

مکہ مکرمہ کا فاتحانہ و ظفر | حج کے ختم ہوتے ہی غالب نے مجدد جاکر پناہ لی اور
عمر ۱۳۱۰ھ (اپریل ۱۸۹۷ء) | سودی عبدالعزیز یوم شنبہ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ اپریل ۱۳۱۰ھ
کو ایک فتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں بڑا بادشاہ کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں کی
گئی۔ امیر سودی عبدالعزیز نے غالب کے بھائی عبدالعزیز کو مکہ مکرمہ کا امیر مقرر
کیا، اور خود اصطلاح کی طرف توجہ کی۔

۱۔ اور آخر ۱۳۱۰ھ تک ۲۔ ۱۳۱۰ھ عنوان حج ۱۳۱۰ھ ۳۔ ۱۳۱۰ھ ۴۔ ۱۳۱۰ھ
۵۔ ڈکشنری آف اسلام (ص ۶۶) میں واضح کر کے بتا دیا، ہر اپریل وہی گئی ہے، جو
خط ہے۔ غالب ازید (ص ۱۱) نے بھی اسی سے یہ نقل کیا ہے۔

..... سوونے باشندوں کو ایمان دی اور عہد نجات و عہدات دل کھولی کہ تقسیم کئے جب سعود اور مسلمان اطراف اور سعی سے فارغ ہوئے تو اہل نواحی قبوں اور شریک مشاہد کے انہدام پر مامور کئے گئے۔

لکہ کے ہر حصہ میں اس قسم کی چیزیں بہ کثرت تھیں۔ سعود نے کوئی بیس دن قیام کیا۔ اور اس دوران میں مسلمان ان قبوں کو گراتے رہے تا آنکہ لکہ کے تمام مشاہد اور قبے زمین کے برابر کر دیئے گئے۔

سعود عبدالعین کو امیر ناک خود حرم کو مشرکانہ آوروں سے پاک کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کعبہ کے جواہر اور قیمتی ذخیرے فاطمیں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ تہہ گرائے گئے اور بعض جوار قتل بھی کئے گئے۔

ابن بشر جواہرات کی تقسیم اور جوار قتل کے قتل کا بالکل ذکر نہیں کرتا۔

یہ سعود کے داخلہ لکہ کا ایک نسخہ تھا، جو شاید عام لوگوں کے نزدیک

مقبول نہ ہو۔ اس فتح کا وہ سرانجام بھی ملاحظہ ہو۔ ایک پاری Hughes کا بیان ہے۔

”حرم کی تقدیس کے باعث باشندوں کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ اور اہل نجد کے صاحب امر وچنے کے بعد سبیل اس طرح آباد ہوئیں کہ بلدین میں ملاحت نہہ کی شکل جہد نبوت کے بعد دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔“

ایک اور یورپنی معاشرہ برک ہارٹ لکھتا ہے :
 ”مقدس شہر میں داخل ہونے پر فوج نے کوئی ناروا حرکت نہیں کی۔
 تمام دکانیں دوسرے درکھل گئیں اور فوجیوں نے ضرورت کی تمام چیزیں نقد
 قیمت دے کر خرید لیں۔
 ایک دوسری جگہ برک ہارٹ لکھتا ہے :-

”اہل مکہ اب تک سعود کا نام ہذیبہ امتنان کے ساتھ دیتے ہیں مختلف
 ذرائع اور حج کے مرقعوں پر فوج کا قابل تعریف رویہ، خاص طور پر یاد کیا
 جاتا ہے۔ بلو الحرم میں پہلے داخلے کے وقت اس کی سپاہ کا منصفاً
 بتاؤ اب تک ان کے ذہن سے غور نہیں ہوا
 اس کے علاوہ ناز باجماعت کی پابندی پر مجبور کیا گیا اور ریشمی کپڑے
 اور تباکو نوشی کے مسلمان ضائع کر دیئے گئے، غیر مسلم ٹیکس اور جنگلیان روک
 دی گئیں۔ حج کر رہا تھیں بھی روک دی گئیں۔ اور مختلف فقہی مذاہب کے
 علماء مختلف وقتوں میں اہست کرنے لگے۔
 اہل نجد کے عقائد و طریق عمل کی توضیح کے لئے شیخ عبداللہ بن فتح الاسلام

۱۰. Notes on Bedouins etc. ۲۱۶ نیز Brydge

کی کتاب A brief History of the Wahhaby

۱۱. ج ۲ ص ۱۴۹ ÷ ۱۲. اہدیتہ المستفیۃ ص ۳۳ ÷

۱۳. خلاصۃ الاحکام ص ۴۲ ÷

تلم سے لکھو اگر ایک رسالہ عام طور پر تقسیم کیا گیا۔ اس رسالے میں قبول و ردِ ادویہ کے انعام کا صاف صاف ذکر کیا گیا ہے، نیز دوسرے مختلف فیہ مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ وصال کے بیان کے مطابق شیخ الاسلام کے رسالہ شفاء الشیبات کے پڑھنے پڑھانے کا بھی حکم پڑا۔

ابھی غالب کے بعد میں پناہ لینے کا ذکر آچکا ہے، کہ کمرہ میں صرف چور دن قیام کے بعد سوونے اس کا تقاب کیا (۲۲ عمر ۱۲۱ھ) لیکن جملہ میں ناکام رہا۔ اس کی سپاہِ پلگ کا شکار ہو گئی۔ مجبوراً اسے سر دست ہماز کا خیال چھوڑنا پڑا۔ لکھنؤ میں اس کے دو سو آدمی رہ گئے تھے، جو بڑی طرح ذبح کئے گئے تھے۔

امیر عبد العزیز کی شہادت ۱۸۔ رجب ۱۲۱۵ھ (۲۴ نومبر ۱۸۰۱ء) کو ایرجیہ اور مرزا
 رجب ۱۲۱۵ھ | یہ تسو و سب معمول و رعبہ میں مصر کی نماز پڑھا رہا تھا کہ عین سجدہ کی حالت میں ایک جفاکار نے اسے خنجر سے شہید کر دیا خیال کیا جاتا ہے کہ قاتل کوئی ایرانی یا کردی تھی۔ جس کے کوئی رول کے کہ بلا میں

۱۔ الہدیۃ السنۃ ص ۲۰۰۔ ۲۔ خلاصۃ الکلام ص ۲۰۰۔

۳۔ حاضر العالم الاسلامی ج ۲ ص ۱۶۲۔ غیبی ص ۹۳۔ ۴۔ عام مریخ قاتل کو ایرانی شہر بتاتے ہیں (غیبی ص ۹۳)۔ حاضر ج ۲ ص ۱۶۳ لیکن ابنی بشر (۱۱۲۳) کہہ رہی بتاتا ہے اور پھر قاتل کے ساتھ دشمنی میں کہتا ہے۔ یہ "قتل" اس لیے کہ کر ضیہ نہیں بلکہ کٹر معنی میں (۱)۔ واللہ اعلم لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ فقہ حنفی قتل و غل علی المسلمین ج ۱

۵۔ ابن بشر میں قاتل کا نام عثمان بتاتا ہے جو برہنہ کے پاس ایک تعصب اریہ کا رہنے والا تھا۔

بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور وہ انتقام کے ارادہ سے درعیہ میں قیام پذیر تھا۔ مزید صبر و استقامت پیش کش پا کر امیر عبد العزیز نے اس کی کافی خاطر و عدالت بھی کی۔ ایک سال انتظار کے بعد آخر اسے موقع ملا اور امیر عبد العزیز کا کام تمام کر کے اس نے اپنے دل کی بھرپور تسکین لی۔

عبد العزیز ہی محمد بن سعود نے ۱۱۵۹ھ سے ۱۲۱۷ھ تک کل پچاس سال حکومت کی اور اس حکومت کا بیشتر حصہ خود شیخ الاسلام کی لگائی میں گزرا۔ ۱۱۷۲ھ تک عبد العزیز نے نمایاں حیثیت تو اپنے والد ہی کے عہد میں حاصل کر لی تھی اور تمام اہم سرکار کے (۱۱۷۹ھ سے ۱۱۷۵ھ) اسی کی قیادت میں سر ہوئے تھے بالکل اسی طرح جیسے اس کے دور حکومت میں تمام اہم لڑائیاں اس کے ولی عہد سعود بن عبد العزیز کی سرکردگی میں لڑی گئیں۔ امیر عبد العزیز نے خود شیخ الاسلام کی صحبت اٹھائی تھی، اس لیے تبلیغ و دعوت کا شوق اس کے دل و دماغ میں سما یا ہوا تھا جو علاقہ فتح ہونے والے وہاں وہ سب سے پہلے پہنچنے اور منظر عین کا نظارہ کرتا۔ رعایا پر رحم و دلی اس کی ضمیر میں داخل تھی۔ یہ موقع تفصیل کا نہیں۔ اس کے محاسن و معجزات اتنی بشر نے اہم طرح بیان کئے ہیں۔ ہم صرف تاحضی محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۹ھ) کے ۱۲۵۳ھ کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں شوکانی، امیر عبد العزیز کے معاصر تھے اور ان پر شیخ الاسلام کی اہم بشری کا ”الزام“ بھی نہیں عائد کیا جاسکتا۔

”..... سچو اس کی حکومت میں داخل جوتا، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور تمام شایع

لے ج ۱۲۵ - ص ۱۲۳ - قہرہ ملاحظہ ہو، باب چہارم، ”دعوت“ اور باب پنجم، ”تلاذ بیانیہ“

اسلام کا پابند ہو جائے۔ اس کے حلقہ طاقت میں شام کے عرب داخل ہوئے اور فراتس دین کے سمیت پابند ہو گئے، حالانکہ اس سے پہلے وہ اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے اور غلط مسلط کلمہ شہادت ادا کرنے کے صدا کوئی دیکھنا نہیں کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس سے پہلے وہ بالکل جہالت میں گھومتے ہوئے تھے اور اب نمازیں وقت پر ادا کرنے لگے ہیں۔

برک آرت نے بھی اس کی تبلیغی کوششوں، تافیبوں کا تقرر اور ان کی انصاف پروردی وغیرہ کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

سعود بن عبدالعزیز | میر عبد العزیز کی شہادت کے بعد اس کا بیٹا سعود امیر
 ۱۲۱۶ھ - ۱۲۲۹ھ | متوفی ۱۲۲۹ھ سعود کے لئے امارت کی سمیت شیخ الاسلام کی
 ۱۱۸۰ھ - ۱۱۹۱ھ | زندگی ہی میں ان کی ایما سے لی جا چکی تھی۔

سعود زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے باپ کے نقش قدم پر دعوت و حکومت کی توسیع میں سرگرم ہو گیا۔ اور دور دراز کے فوجی مہمات کی سرکردگی اپنے بیٹے عبداللہ کے سپرد کی۔ عبداللہ نے ایک طرف حجاز میں خیبر کو سرنگوں کیا اور دوسری طرف بحرین، عمان اور ساس انجین تک اپنی فتوحات کی دھماکا بٹھا دی۔

اب باب عالی کو بھی نکتہ دامن گیر ہوئی۔ علی پاشا حاکم عراق، عبداللہ پاشا حاکم دمشق اور خمر لغت پاشا حاکم تینوں کو اس خطرہ کی بیج کنی کا حکم دیا، عراق میں

سلسلہ المہجد المظاہر ج ۲ صفحہ ۲۷۷ - ۲۷۸

۱۲۰۸ھ - ۱۲۱۶ھ | روضۃ المآثر ج ۲ صفحہ ۱۵۱ - ۱۵۲ | المہجد المہجد ج ۱ صفحہ ۲۷۷ - ۲۷۸

حربوں اور کرد و دل کی ایک جیسی فوج تیار کی گئی، لیکن یہ تیاریاں وقت پر مکمل نہ ہوئیں۔ اور
ستود کو موقع ملا اور اس نے بصرہ پر حاوا کر دیا۔ علی پاشا، علی میں قلعہ بند تھا، اسے
چھوڑ کر نجدی فوجیں زیر پر حملہ آور ہوئیں اور وہاں کے تمام تھے اور غیر شرمی مشاہد
گر اگر وہ اس بصرہ میں۔ ستود تو کامیاب لڑا اور علی پاشا کوستان کی ایک بغاوت فرو
کرنے میں الجھ گیا اور اس کی مہم نامکام رہی۔

مسکد مکرہ کی دوبارہ فتح | اب ستود کو ہر طرف سے اطمینان ہو گیا۔ عمان اور
اسامی علاقے اس کی برقراری اور اقتدار تسلیم کر رہی تھیں

تھے۔ عراق کی طرف سے جو اطمینان تھا تو اس نے پھر تھماؤ کو زیر نگین کرنے کا تہیہ
کیا۔ عثمان مضامینی نے بلا پس رویش طاقت پر قبضہ کر دیا اور ^{۱۲۱۶} ۱۲۱۶ء کے آغاز میں
اہل مدینہ نے بھی اطاعت قبول کر لی اور مسیح اطاعت کا عہد کیا۔ حسب ستود
مدیر منورہ میں عام قبروں کے تھے اور زیارت گاہیں منہجم کر دی گئیں۔

اس شان میں نجدی فوجیں جو اس اس کے تمام علاقوں پر قابض ہو چکی تھیں

۱۔ ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ - ۱۰ مارچ - اپریل ۱۸۰۲ء۔

۲۔ عثمانی ج ۱ ص ۱۳، نہیں ص ۱۳۰۔

۳۔ ذی قعدہ ۱۲۱۹ھ - فروری ۱۸۰۵ء۔ ۴۔ عثمانی ج ۱ ص ۱۳۱۔

اسٹانڈرڈ (دی نیو ریلڈ آف اسلام: ص ۱۲) ۱۸۰۲ Hughes

(دکستری آف اسلام ص ۶۶) وغیرہ نے قبۃ الرسول کے منہام کا ذکر کیا ہے۔

جو یکسر غلط ہے۔ (تفصیل غلط بیانیوں کے باب میں)

ملو حرمہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ حج کا زمانہ قریب آگیا تھا، شاہی قاندر معاصر کی وجہ سے رک گیا۔ ادھر اہل مکہ پریشان ہوئے۔ مجبوراً غائب نے امانی طلب کی اور سعود کی اطاعت کا عہد کیا۔ شاہی قاندر کوچ کی اجازت ملی۔ غائب نے اطاعت کے ثبوت میں سعود کے پاس تحفے بھیجے اور اس نے اپنے سردار عدل عہد الوہاب ابو نقطہ اور عثمان مضاہی کے منظور کردہ صلح کی تصدیق کی۔ پھر کیا تھا؟ ۱۲۸۱ھ میں خوش حالی کا دور دورہ ہوا قحط سالی ختم ہوئی، اور تمام راستے پر امن ہو گئے تھے۔

دور بینی محقق (برک ہارٹ اور برانچ) ہجران واقعات کے تقریباً معنی شایہ ہیں ان سب کے الگ راتہ کی نئی صورت پیش کرتے ہیں۔

۱۰ مدینہ منورہ ۱۲۸۰ھ میں فتح ہوا۔ وہاں ایک شخص حسن قلعی شہر پر قابض ہو گیا تھا، اور شہر کو سعود کے سپرد کرنے سے پہلے قبر ثریا کے خزانے پر قبضہ کر کے، اس نے اپنے خاص لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فتح کے کچھ ہی بعد سعود مدینہ پہنچا اور قبضہ کر لیا جو قحط بہت

سے اور خزانہ اور جنوری یا فروری ۱۲۸۱ھ تک عثمانی الجہد ۱۲۸۱ھ اور قحط سالی دی الجہد ۱۲۸۱ھ سے دی تعدد ۱۲۸۱ھ تک دی خلاصۃ الکلام ۱۲۸۱ھ تک جمعہ یں پر ہی اس قحط کا اثر پڑا، لیکن سب سے زیادہ لگی مکہ مکرمہ میں محسوس ہوئی۔ جنگ اور معاصر کی وجہ سے باشندے یوں نہیں پور تھے، قحط نے بالکل ادم کیا، یعنی نہ فتح مکہ کے ساتھ سلب و نہب کا بھی ذکر کیا ہے، سوا محمدر باطل خط جہاد یعنی حاکم نے حسب حادثہ ۱۲۸۱ھ میں مکہ کے شمار کیا دی ہیں، لیکن اس نقل و نہب کا بالکل ذکر نہیں کیا (خلاصۃ الکلام، ص ۲۹)۔

بچ گیا تھا، اپنے قبضے میں کر لیا۔

سعود کا تیسرا حج | سعود کے تیسرے حج سے پہلے مذکورہ چلے ہیں۔ سب دوبارہ فتح مکہ کے بعد پھر اسے
۱۳۲۱ھ ۱۹۰۶ء زیارت بیت اللہ اور پانی نیلانی کو ششوار کی تکمیل کا موقع ملا

تیسرے حج کا ارادہ کہہ کر وہ ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ (۲۱ جنوری ۱۹۰۶ء) کو مدینہ سے روانہ ہوا، مکہ کو صوبہ پہنچ کر اس نے اپنی حیثیت اور منصب کے مطابق مدینہ

و عطیات تقسیم کئے۔ ذی الحجہ کے آخر میں مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ اور وہاں انتظامی امور پر شیک کے کٹ لگ گیا۔ الحمد للہ ملائی حج و شرفیہ کے زرد ہواہر کے نکالنے کا ذکر کرتا،

لیکن ابن بشر ساکت ہے۔ بنٹ اور دوسرے عربی محدث بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ابن بشر کے سکوت کی وجہ سے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اگر نجف کی طرح

حجرہ ثنویہ کے زرد ہواہر بھی سعود تصرف میں لائے، یا سپاہیوں میں تقسیم کیا، تو یہ بخود کا معاصر ضرور ذکر کرتا۔ اس لیے کہ اس کے نزدیک یہ کوئی مذہب منحل تھا ہی نہیں۔

نجف و کربلا میں اس قسم کے واقعات نمودار ابن بشر کی زبانی گزر چکے ہیں۔

ابن خبیر نے خود عبد اللہ بن سعود کی زبانی زرد ہواہر کے لینے اور پھران کی دیکھا کا ذکر کرتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ واقعہ صحیح ہو اور ابن بشر نے نظر انداز کیا ہو۔

۱۔ - برک ہارٹ ج ۲ ص ۱۹۸؛ براؤن ج ۳ ص ۳۳-۳۴؛ مکہ ۱۳۱۵ھ اور ۱۳۱۶ھ
۳۔ - خلاصۃ الکلام ص ۲۹۴۔

۴۔ - A pilgrimage to Nejd ج ۲ ص ۲۵۶

۵۔ - عجائب الآثار ج ۲ ص ۲۹۹

اس سفر میں چند خاص باتیں جو نہیں بنائی تھیں، کو شرطیں بنا کر لے لیا جے سے پہنچ کر وغیرہ کی عدم تعمیل کے باعث واپس جو کچھ مسعود نے ترک فوجوں کو مکہ مکرمہ بھجوانے پر مجبور کیا اور غالب نے مسعود کے ہاتھ پر بیعت کی، اس حج میں مسعود کے ساتھ اس کے تمام اسرا اور اہل نجد و نواح نجد کی بڑی تعداد ساتھ تھی۔

حج اور اصلاحات
۱۲۲۱ھ
۱۲۲۲ھ
۱۲۲۳ھ
اس نے ہر سال حج کئے۔ حج و اجتماع کے ان موقعوں پر وہ اپنی تبلیغی گوشہ نشینوں سے کبھی خافل نہیں رہا۔ مختلف سالوں میں اس نے مختلف احکام اذکار کئے، مہجری اور شاہی محل روک دیئے گئے۔ نیز قلعوں کے ساتھ باجے لگا جے کی ایک لکھت مخالفت کر دی تھی

حکمرانوں اور اہل معرفت اور نہیں علم الشکر کا بول بالا ہوا۔ بازاروں میں اب تمباکو چھنے والا نظر نہیں آتا۔ مسعود نے خاص طور پر نذر کئے لیے منتخب مقرر کئے۔ انہیں تختہ ہی بازاروں میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی منادی ہوتی تھے
۱۲۲۳ھ
۱۸۱۱ء
میں خود ابن بشر زیارت بیت اللہ سے شرف ہوا وہ اپنا ذاتی مشافہ بیان کرتا ہے۔

”میں نے بھی اس سال حج کیا۔ میں نے مسعود کو احرام کی حالت میں ایک مہجری

سے علامۃ الکلام ص ۲۹۲ ج ۱۳۸

سے علامۃ الکلام ص ۲۹۲

۱۲۲۳ھ ج ۱۳۸ ج ۱۳۸

برک ہارٹ نے بھی غنائوں پر سختی اور سزاؤں کا ذکر کیا ہے۔
 بعض دوسری فتوحات | حجاز کی فتح پر سعود کی فوجی سرگرمیاں ختم نہیں ہوئیں۔
 اور لڑائیاں | میں اس نے نجف پر حملہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

۱۸ ستمبر میں سعود اور نوجو برہیلے کئے گئے۔

دیسح الاخر (۱۸۸۵ء) میں سعود نے شام کا قصد کیا اور شہر حلب کے
 بعد کافی مال و متاع لے کر کامیاب لوٹا۔ اور اسی بشر کے یہاں کے مطابق اور
 ”اس غزوہ کی وجہ سے اہل شام کے دلوں پر سعود کی دھاکی بڑھ گئی۔“

بصرہ اور اس کے فوج پر بار بار حملے ہوئے، لیکن کوئی پائیدار فائدہ نہیں ہو سکا۔
 اس ایجنڈہ | ان لڑائیوں کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے بھی ایک جھگڑا ہوئی۔
 ۱۲۲۲ء | خلیج فارس کے باشندے جو قید و ازم سے قلعے نکلتے تھے، دوسرے

تہجارتی جہازوں پر دھاوے کیا کرتے اور کامیاب ہتھے۔ اب سالہا سال سے عمان اور
 خلیج فارس کے ساحلی علاقوں پر سعود کا سکہ چلتا تھا، اور یہ بھری سپاہی (فرمان
 یہی سعود ہی کے زیر نگیں تھے۔ انیسویں صدی کے شروع میں اس ”بھری تاخت“ کے
 روک تھام کی انگریزوں نے بڑی کوششیں کی، اور آخر حکومت ممبئی نے ستمبر ۱۸۵۹ء میں
 ۱۸۵۹ء | میں ان کے مرکز تاس انجیم پر سخت حملہ کیا اور فرمان کے چپے کو کاری
 ضرب لگائی۔ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء (شوال ۱۲۷۷ء) تک اس انجیم جلا کر دھکے کیا جا چکا

۱۳ ص ۱۴، ۱۵ عنوان ج ۳۵، ۱۶ ص ۱۷ عنوان ج ۱۸

۱۷ ص ۱۸، ۱۹؛ قلبی ص ۹۲

تھا۔ اور قریحان کو اپنا رس الخیر کا مرکز سمجھوٹا پڑا۔

گو اس شکست سے نجدیوں کی مقامی ساکنہ قاشم رہی اور عمان کے اندرونی علاقوں میں ان کی عسکری تنگ و تا زجاری رہی۔ پھر عربی ذویل کے الفاظ میں۔

”مصریوں سے پہلے اہل نجد کو جو سب سے سخت دھکا دیا، وہی برطانیہ کے

ہاتھوں تھا۔ شیعہ مین بمبئی سے الگ ایک انگریزی مہم ان کے خلاف نکلا
Piratic

مستقر اور مرکز اس الخیر کے قریبی ”باشندوں“ (Inhabitants)

کے خلاف اپنی سرکردہ مہماری کی گئی اور جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ بھائی نے دیکھ کر

کی ”زیادتیوں“ اور اس الخیر پر حملہ اور پھر ان ”سزائیاتی“ کی مفصلی رد و دیان

کی ہے۔ اور کرنل مسٹر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی ایسی طاقت پر پہلی انقلابی ضرب تھی۔

مصریوں کا حملہ | اور آخر ۱۸۱۲ء میں مصریوں کا حملہ شروع ہوا اس وقت نجدی حکومت

۱۸۱۱ء | کا اثر شمال میں حلب سے لے کر بحر ہند تک اور مشرق میں نجد خدیں

اور عراق سے لے کر بحر قزقم تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اس الخیر کی تک کو چھوڑ کر اب

تک اس جہاں سال حکومت کو کوئی قابل ذکر صدمہ بھی نہیں پہنچا تھا۔

نجدی اثر و اقتدار کی خبریں آستانہ پہنچ رہی تھیں۔ بعد ازاں دمشق اور جدو کے

حاکم عاجز آچکے تھے۔ باغریاب عالی نے تنگ آ کر محمد علی پاشا خدیو مصر کو اہل نجد کی

سرکوبی پر آمادہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شیعہ مین اسی شرط پر مصر کا پاشا بنایا گیا تھا۔

۱۰۔ Arabia: The Cradle of Islam

۱۰۔ برائچ، ص ۳۴-۳۵؛ نیز برک ہارٹ، ص ۲۳۷-۲۳۸

مرے اور لاشی نہ ٹوٹے شاید ایسے ہی موقع پر کہا گیا ہو۔ محمد علی، خدیو مصر کی روز افزوں طاقت بھی باب عالی کے۔ نئے مستقل خطرہ بنی جا رہی تھی۔ آل سود اور خدیو مصر دونوں کی نگر آستانہ کے عرش نشینوں کے لئے بہر حال غامدے سے خالی نہیں تھی۔

محمد علی کا بیٹا طوسون (ف ۱۲۳۱ھ) دس ہزار فوج سے کرماسل پر اترا اور بھلائی بیع پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھا۔ راستے میں بیدیرہ کی جنگ گزرگاہ کے قریب سود کے بیٹوں عبداللہ اور فیصل نے ہم کو مقابلہ کیا اور شکست ہی تقریباً بارہ سو مصری مقتول ہوئے۔ اور طوسون کو پھر بیع کی طرف ہٹنا پڑا۔

طوسون | طوسون کچھ دنوں بیع پڑا رہا۔ پھر اس نے مدینہ کی طرف پیش قدمی کی اور دوماہ کے محاصرے کے بعد مصری مدینہ منورہ پر قابض ہو گیا۔

طوسون فوراً نجد پہنچا، عبداللہ بن سعود، جو حجاز میں محمدی افواج کا سوار تھا کلمہ کوہ خالی کرنے پر مجبور ہوا۔ اور بلاد الحرام پر بلا کسی پس و پیش کے مصریوں کا قبضہ ہو گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد طائف بھی ان کے قبضہ و اقتدار میں آ گیا۔ اور احمد و حلاق

لہ محمد علی پاشا مصر کے سابق شاہی خاندان کا مرتبہ اعلیٰ تھا۔ غالباً یہ اہل بازی نسل کا تھا مگر اس کے جانشین براہیم پاشا کا یہ قول مشہور ہے کہ عربی زبان و تمدن سے عین غریب بنا دیا۔ محمد علی کی ولادت ۱۷۹۸ء میں اور وفات ۱۸۴۹ء میں ہوئی۔ ۱۷۹۸ء / ۱۲۱۶ھ
تہہ برکات، ۱۳۱۰ھ لکھ اورافردی قہر۱۳۱۲ھ / نومبر ۱۳۱۲ھ / مارو تھان نے مصر کی شکست کی تاریخ برافردی قہر ۱۳۱۲ھ (۲۳ نومبر ۱۳۱۲ء) دی ہے۔ برکات (۱۳۱۲ء) اور برافردی نے پیش قدمی کی تاریخ جنوری ۱۳۱۲ھ لکھی ہے۔

۱۳۱۲ھ / نومبر ۱۳۱۲ھ / عنوان ۱۳۱۲ھ / غلبی مسک ۱۳۱۲ھ / غلبی مسک ۱۳۱۲ھ / عنوان ۱۳۱۲ھ / غلبی مسک ۱۳۱۲ھ

کے بیان کے مطابق اس فتح کی خوشی میں تمام مصری تلمذ میں پانچ روز جشن منایا گیا۔ اس کے بعد طائف سے قریب قریب کے قریب سخت سرکہ پیش آیا اور مصریوں کو شکست ہوئی قریب کے اس واقعہ کے بعد سعود کے گورنر عثمان مضانی کی ہمت بڑھی۔ اور پھر اس نے طائف کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن اب کے اسے رک ہوئی۔ اس کے بہت سے آدمی کام آئے اور آخر وہ خود گرفتار ہوا۔ اور غالب نے اسے تہ علیہ ناکہ خدب میں مصر بھیج دیا۔ محمد علی تو حجاز کے لئے رخت سفر باندھ چکا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں عثمان مضانی کو ایک نجر پرشاکر پورے قاہرہ میں گشت کرایا گیا، اور اس کے بعد دارالحکومت (دستانہ) بھیج دیا گیا جہاں موت اس کا انتظار کر رہی تھی۔ احمد سلطان جس نے عثمان مضانی کی برائی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اس بے رحمانہ قتل پر انتظار افسوس کرتا ہوا لکھتا ہے:

عثمان مضانی جب مصر پہنچا، تو محمد علی باشا کے درباب حکومت اس کی نگہداشت فیض زبان سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کی شامت اور وقار کا ان پر بڑا اثر ہوا۔

۱۰ شعبان ۱۲۴۵ھ / اگست ۱۸۳۰ء عثمان مضانی (۱۲۴۵ھ) نے عثمان مضانی کی گرفتاری اور قتل کے واقعہ کو منظر کر دیا ہے۔ احمد سلطان (۱۲۴۲ھ) اور ابن بشر (۱۲۴۳ھ) دونوں اس واقعہ کو محمد علی پاشا کی آمد ہمارے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ برک ہارٹ (۱۲۴۴ھ) اور برانچ (۱۲۴۵ھ) کا بیان ہے کہ عثمان مضانی کی گرفتاری پر پانچ ہزار اس منام رکھا گیا تھا۔ یہ دونوں عمرقادی کی تاریخ نمبر ۱۲۴۵ھ بتاتے ہیں، اور مصر کے سب کے بعد جس کا ذکر بھی کیا ہے۔

۱۱۔ آخر ۱۲۴۵ھ / دسمبر ۱۸۳۰ء
۱۲۔ خلاصۃ الکلام، ص ۲۴۲-۲۴۱

مرد بھی دہائیوں کے ساتھ چاہلوسی سے پیش آتا، اور ان کے عقائد کی تائید کرتا، کبھی جنہوں کے گرنے کا حکم دیتا، کبھی رنڈ (ن کو سلام) (بعد از ان) سے ملتا ہے۔

یہ سب اس لئے کہ سود کہیں اسے معزول نہ کر دے۔ سود کا مقصد نیک تھا۔ اس نے غالب کی امداد قائم رکھی۔ محمد علی خالص دیناوار تھا، اس نے قدم رکھتے ہی سب سے پہلے اسی فریگ خاتمہ کیا۔ محمد علی نے جس عیاری کے ساتھ غالب کو گرفتار کیا ہے، اس کا عمل خلافتہ وکلام میں پڑے رہے۔

برائے نے بھی غالب کی گرفتاری کی تعصبات دی ہیں، جو خلافتہ وکلام سے ملتی ملتی ہیں۔ غالب اور محمد علی کے باہمی نزاع پر بھی اس نے کافی روشنی ڈالی ہے۔ غالب اور محمد علی کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے مرتع پر وہ لکھتا ہے:

”یہ تو آئندہ ہم ہی نہیں سکتی تھی کہ محمد علی اور غالب جیسے پرے وہ کے
 پنڈر مکار So accomplished in deceit ایک دوسرے
 پر اعتماد کر سکیں گے۔“

۱۔ الرحمانہ الجازیہ، ص ۶۰ ۲۔ خلافتہ وکلام، ص ۲۹۲
 ۳۔ اس عیاری کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد علی نے، عدوت کے بنانے سے غارت گزراؤں بھجایا۔
 اس کے آدمی چھپے ہوئے تھے، چہاں سے کو نہ تھا اور بے مددگار پاکر گرفتار کر لیا۔ بڑی مہارت
 سر پیش کر رہے تھے۔ ۴۔ ص ۶۹-۷۱۔ ۵۔ ص ۶۴

برک بارٹ نے بھی محمد علی کی بدتمیزی اور مکاری کی بار بار اور سخت شکایت کی ہے۔
لیکن وہ غالب کا مآج ہے۔ جب غالب قید ہو کر مصر پہنچا، تو برک بارٹ ہاں بوجھ
تھا، اور اس نے غالب کی ملاقات کے تاثرات قلم بند کئے ہیں۔

لیکن ابھی محمد علی اور مصریوں کی حالت کوئی ایسی قابل اطمینان بھی نہیں تھی۔ عمار
عسیر اور مین کے ساعلی مقامات تو آسانی سے مصریوں کے قبضہ میں آ گئے، لیکن اخوانی
علاقے ابھی تک نجدیوں کے زیر اثر تھے۔

مصطفیٰ بنے غالبہ کے لئے بھیجا گیا۔ ثربہ کے مقام پر پھر جنگ ہوئی اور مصریوں
کو شکست اٹھانا پڑی۔ عجیب بات یہ ہے کہ نجدیوں نے یہ معرکہ ایک ہمارے دوست
غالیہ کی سرکردگی میں سر کیا تھا۔ برک بارٹ نے غالیہ کی توصیف میں زبان قلم کے
خوب جو ہر دکھائے ہیں۔

محرم ۱۲۴۹ھ (جنوری ۱۹۱۲ء) میں مندو سے مصری ملکٹ پہنچی اور منفذہ کے

قریب فریقین میں ٹھیکر ہوئی اور مصریوں کو شکست ہوئی تھی

سعود کی وفات | ابھی نجدیوں اور مصریوں کی کشمکش اس خطرناک مرحلہ سے گزر
رہی تھی اور نجدی پھوار سرزمین مقابلہ کی تیاریاں کر رہے تھے

۱۲۴۹ھ
۱۳۱۳ھ

کہ برات کا علاج ابھی چل رہا تھا۔ امیر سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود نے دو شبہ اجاڑ دی

۱۲۴۷ھ - ۱۲۴۹ھ - ۱۲۵۰ھ

۱۲۴۷ھ - ۱۲۴۹ھ - ۱۲۵۰ھ : عنون ۱۶۳ - ۱۶۴

۱۲۴۷ھ - ۱۲۴۹ھ - ۱۲۵۰ھ : عنون ۱۶۳ - ۱۶۴

۱۲۲۹ھ پہلی محرم ۱۲۲۹ھ کی شب کو دارالخزنت کی راولی اور محمد علی پاشا کی ہم کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ اب نجد کی نئی حکومت کے پھولنے پھلنے کی توقع سرور جاتی رہی۔

سیرت محمود ان لڑائیوں سے الگ ہی، سو حاکم بے مثال امیر اور فرماں روا تھا، اس کی پیداوار ۱۲۱۶ھ یا ۱۲۱۷ھ میں بحرئی شیخ الاسلام حبیب اساتذہ اور مرسل ملا۔ پھر کیا تھا، عظم و عل کا نور نہ بن کر نکلا۔ شیخ الاسلام کے درس میں مسلسل کئی سال تک سعود نے حاضری دی اور حدیث و فقہ میں اچھی دستگاہ حاصل کی، اس کے خطبے اور مکتوبات زبان اور علم دونوں کی سلاطت رکھتے ہیں۔

لڑائیوں میں عام طور پر نواز مغرب کے بعد و خط گستا اور لوگوں کو سپردِ طاعت کی تلقین کرتا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوا اللہ علیہم اجمعینہ پیش کر کے انہیں بہادری اور ثابت قدمی پر آمادہ کیا کرتا۔

جنگوں میں انتہائی نفاست اور شہادت کے باوجود پختی امور قوی اور بڑھوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا۔ البتہ مال غنیمت میں رعایت نہیں ہوتی۔ رٹائی ختم ہوتے ہی بخش و وضع کر کے مال غنیمت سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ سپاہیوں میں جی پیلاوہ اور سوار کا فرق قائم رکھا جاتا۔ راجل (پیلاوہ) کو فارسی (سوار) کا نصف قنا جلاصہ یہ کہ جنگوں میں کیرسیر شہید اسلامی قانون پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی۔

یہ تو روزم کا حال تھا۔ بزم کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔ اہل رویدہ نماز صبح کے بعد روزانہ کسی عام جگہ (مقصود سے باہر) من ہوتے۔ امیر سود اور آل سود و دشمنین کو

ان کے بطور پلوشیخ الاسلام کے اہل خانہ میں ہوتے، جن کا کوئی کرو ورس و غلط کی خدمت انجام دیتا۔ صبح کی مجلس میں عام طور پر عبداللہ بن شیخ الاسلام درس دیتے۔ اکثر تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کا سبق ہوتا۔ درس سے فارغ ہو کر وہ قصر میں جلوس افروز ہوتا اور عام خلق کی مزوریات سنتا اور ان کی شکایات دور کرتا۔ درمیان میں قیلولہ کا وقفہ ہوتا اور ظہر کے بعد قصر کے اندر درس کی مجلس مرتب ہوتی، لیکن اس وقت آل ابی شیخ نہ ہوتے ظہر کے بعد ان میں سے ہر ایک کا حلقہ درس الگ الگ ہوتا۔ اس سہ پہر کے درس میں خود امیر سعود معلم کی حیثیت سے داخل ہوتا۔ عام طور پر تفسیر ابن کثیر اور ریاض الصالحین کی قرات ہوتی اور سعود تفسیر و شرح کرتا۔ درس سے فارغ ہو کر پھر دو گھنٹے رعایا کی شکایات و ضروریات پر توجہ دیتا اور ان کی دادرسی میں مصروف رہتا۔ یہ سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔

نار مغرب کے بعد پھر قصر میں اجتماع ہوتا۔ اعیان و عوام سب حاضر ہوتے۔ عام مجلس ہوتی۔ امیر سعود بھی حاضر ہوتا۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن شیخ (مستقل) ۱۳۲۳ھ صبح بخاری کا درس دیتے۔ ابن بشر (جو ان مجلسوں میں حاضر ہوتا رہا) نے شیخ سلیمان بن عبداللہ کی وسعت نظر کا غیر معمولی طور پر مدح ہے۔
 ۱۔ امیر سعود بن عبدالعزیز کی اجمالی سیرت نقلی تفصیل کے لئے عنوان المہد کا مطالعہ کافی ہو گا۔

سعود کے نمونہ جنگی صلاحیتوں کا بڑا بڑا بھی خاص طور پر ذکر کرتا ہے۔ ہک آرٹ

نے اس کا خاص وصف یہ بتایا ہے ۔

”کہ وہ حملوں میں رائداری اور اتحاد کا بہت خیال رکھتا تھا۔ ہر راق و شام
پہنچنے میں اسے ۳۵ دی گئے، لیکن اس کے حملے کی خبر صرف دو دو پہلے
پہنچ سکتی تھی۔“

عبدالعزیز بن سعود اور خاص کر سعود بن عبدالعزیز کے عہد میں امان کا ذکر
کرتے ہوئے ہرک ہارٹ لکھتا ہے ۔

”غالبا پیغمبر عرب کے بعد پہلی بار ملک میں ایسا امن و امان قائم ہوا، کہ پہل
کو اپنے مال و متاع اور موشیوں کی طرف سے بے فکر ہو کر آرام سے سونے
کا موقع ملا۔۔۔۔۔ الخ“

اسی طرح رُعب کا یہ عالم تھا ۔

”کہ ایک معمولی جوشی غلام بڑے سے بڑے قبیلے کے سردار کو دتہا
گرنا کر کے در عیبے آتا تھا۔“

عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز سعود کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا عبداللہ
بنا لکھن ہو اب یہ بناوری میں اپنے باپ سے
مکرم نہیں تھا، لیکن حرم و سیاست میں بست جھپٹے تھا۔ اپنے کو خطرات میں گھرا ہوا
اس نے حریف سے صلح کرنا چاہی۔ اس حریف سے جو خمد کے میاں رٹ کر دینے کی قسم
کھا چکا تھا۔ وہ صلح کیوں کرتا؟ اور جب اس نے صلح کی بھی تو عہد پر قائم نہ رہا۔

کا۔

آئے، اب ہم میدان جنگ کی طرف ہر متوجہ ہوں۔ بکراحمہ کے ساحل پر قنذہ ان کے قبضہ میں آچکا تھا۔ اب محمد علی نے عابدین بک کو ایک بڑی فوج دے کر نہرین (دین) کی طرف بھیجا۔ راستہ میں قنذہ پر مصریوں نے قبضہ کر لیا۔ نجدیوں کو خبر ملی، تو پھر انہوں نے قنذہ کو دوبارہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ زہراؤ دین، والی ہمم میں بھی مصریوں کو زک شجری، زہران کی شکست سے فیصل بن سمو کی بہت بڑھی۔ وہ ابھی طائف کے قریب ڈٹا ہوا تھا۔ اب اس نے طائف پر حملہ کی ٹھانی، اور طوسون بن محمد علی کی حالت پریشان کن ہو چکی تھی کہ محمد علی ایک سے کرا گیا، اور فیصل کو پھر بھی بٹھنا پڑا۔ طائف کے قریب بیل میں سخت معرکہ ہوا اور مصریوں کی فتح ہوئی۔

۱۰ اس بیل کے معرکہ میں پانچ ہزار سے زیادہ دہائی کام آئے۔ ایک سرکاری قیمت

چھ ہزار لکھی گئی تھی۔ محمد علی کے سامنے لاشوں کا ڈھیر لگ گیا۔

۱۱ اسی معرکہ کے بعد سے وہابیوں کی قوت کمزور ہوئی۔ انہوں نے غلطی یہ

کی کہ بہانہ دے کر غل کر کھلے میدان میں آگئے۔ سمو کی وصیت تھی کہ مصریوں اور ترکوں سے کبھی کھلے میدان میں مقابلہ نہ کیا جائے۔

مصر کے بیل کے بعد محمد علی نے جو نظام ڈھکائے، اس کی داستان انتہائی موزون ہے۔ برک ہارٹ جو ان واقعات کا معنی شاہ ہے، ان نظام کی انتہائی مذمت کرتا

لے جنادی الاولیٰ (۱۲۲۵ھ) (۱۸۱۰ء) ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

لے آغاز جولائی (۱۸۱۰ء) ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷

لڑائی ختم کرنے پر متفق ہو گئے۔ (یہ بھی طے پڑا) کہ توک (یعنی مصری) انصار اور اس کے حاکموں سے پہنا بیغ اٹھالیں گے۔ ترکی، شام، مصر سے نہ آنے اور جانوروں کے بٹے پر ناخن نہ لگانا۔ اور سب کے بٹے ج کی فزادوی ہوگی، اور سبوں نے شرط نامے (ریل) لکھ دیئے۔

”اور ترک (مصری) اس سے پہلے شہلی کو (۱۲۳۳ھ) سرحد جو لائی ۱۲۱۵ھ میں عینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ عبداللہ (بن سوہ) نے صلح کا خط لکھا کہ اپنے دو آدمی عبداللہ بن محمد بن یساق اور قاضی عبدالعزیز بن حمد بن ابراہیم، یہی اسی کے ساتھ بھیجے کہ وہ مصر جا کر فتح علی کے ملنے سے پیش کریں۔ وہ لوگ مصر پہنچے اور واپس ہوئے اور صلح مکمل ہو گئی۔“

کہا جاتا ہے کہ اس صلح نامہ کی رو سے عبداللہ نے سلطان (قططنیہ) کی ماتحتی تسلیم کر لی تھی اور کسی قریبی موقع پر آستانہ ”خلافت پر جاہری کا وعدہ“ بھی کر لیا تھا۔ طاعون نے بھی جواب دہیں بخاری صوفیہ کے خالی کرنے اور تجدید کی کوشش کی پھر ہی آخری دینے کا وعدہ کر لیا۔“

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت عبداللہ کی حالت بہتر تھی اور تمام جزیری علاقوں سے اس کے پاس کمک آ رہی تھی۔ وہ مذاکرات کو سمجھتا اور چاہتا تو مصر میں کی وقتی

لے عزائم دستا۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹

کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کا قلع قمع کر دیتا۔ لیکن اس نے صلح نامے کے یہ ذریعے
سوق کھودیا یا طو سوں، امن و امان کے ساتھ مدینہ لوٹ گیا۔

ابن بشر اور غلبی کے مندرجہ بالا بیانات بتاتے ہیں کہ طو سوں اور عبداللہ کے
درمیان صلح مکمل ہو گئی تھی۔ ابن بشر تو رساں کتب کے عبداللہ کے قاصد مصر سے
کامیاب واپس پہنچے تھے۔

غلبی کہتا ہے کہ محمد علی پاشا نے یہ صلح ناپسند کی اور وہ عید کی تباہی کی دھمکی دیتے
ہوئے عبداللہ سے فرما آستانہ پہنچنے کا مطالبہ کیا۔ عبداللہ اپنے کو اباب حکومت
کے قذموں پر ڈالنے کو تیار نہیں تھا۔ اس لئے وہ اپنے خط تباہی کو منظم کرنے اور
اپنے پاریخت کے استحکام میں لگا رہا۔

عبداللہ کے قاصد مصر میں ابن بشر اور غلبی کے علاوہ حیرتی اور دو سو سے موزوں
کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ صلح کی تکمیل محمد علی کی منظوری پر موقوف تھی اور اسی
غرض سے عبداللہ نے دو قاصد اس کی خدمت میں بھیجے جو طو سوں اور عبداللہ
کے معاہدہ کے بعد پہلی شعبان ۱۲۳۰ھ (۹ جولائی ۱۸۱۵ء) کو مدینہ ہوتے ہوئے
مصر روانہ ہو گئے۔ سوال کے آغاز میں وہ مصر پہنچے جبکہ اور وہ پاشا کی خدمت میں
حاضر ہوئے۔

لیکن پاشا کو یہ صلح خوش نہ آئی اور اُس نے آنسو والوں کی خاطر عداوت

۱۔ رک (۱۸)، صفحہ ۴۲؛ اور غزالی صفحہ ۴۰۔ ۲۔ عنان ج ۱، ص ۱۳۳۔

۳۔ غلبی، صفحہ ۹۰۔ ۴۔ حیرتی ج ۲، صفحہ ۱۲۹۔

نیک بلکہ ان کے ساتھ مشورت سے پیش آیا ہے

اور جبرقی کے بیان کے مطابق نجدی قاصدوں نے زمی اور عاجزی کے ساتھ گنگو کی۔ سعود بن عبدالعزیز کی شدت اور عبداللہ بن سعود کی نرم مزاجی کا ذکر کیا۔

جبرقی ان نجدی قاصدوں (عبداللہ بن محمد بن یحییٰ ان اور قاضی عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم) کے شوقِ علم اور حسنِ اخلاق کا شاندار انفاظ میں ذکر کرتا ہے۔

برکات نے بھی سعود کے قاصدوں اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ ملائے مصران کی گنگو دسٹ سن کر مطمئن ہو گئے تھے۔

اُس وقت کے نجدیوں کے اخلاق و علم کا اندازہ کرنے کے لئے معاصر اور عینی شاہد جبرقی کی بیرائے سننے کے لائق ہے:-

”وہ دونوں بات اندھری سے وقت تھے، جب کوئی صاحبِ قدم میں وہاں

موجود نہ تھا، انہوں نے امام احمد بن حنبل کے اہلِ مذہب اور فضیل کی کتابوں

کے تعلق استغارا کیا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ لوگ مصر میں باطلِ ختم ہو گئے۔ اور

ان دونوں نے تفسیر اور حدیث کی خلف کتابیں (جیسے خزائن، کشاف، بغوی)

صحاح ستہ وغیرہ) خریدیں۔ میں ان دونوں سے دو مرتبہ ملا۔ میں نے ان میں کمال

صاحتِ زبان، وسعتِ فکر اور معلومات کی فراوانی پائی اور ان کی عاجزی،

حسنِ خلق، ادب، تحفظ اور فنی مسائل و امتلاعات پر عبور کی تو قرین ہی نہیں ہو

سکتی۔ ان میں سے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا عبدالعزیز ہے اور دوسرا

بر اعتبار سے افضل ہے۔

عبداللہ بن سعود کے قاصدوں کا حال اور محمد علی پاشا کا ان کے ساتھ ہر تاؤ و دوز کے متعلق آپ ایک سالہ مصری نوخیز کی زبانی سن چکے۔ تفصیل میں پڑنے کی گنجائش نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مختلف اسباب کے باعث جن میں مورخوں کا اختلاف ہے، محمد علی نے صلح متروک کر دی، طوسوں کو جو ذیقعدہ تک مجاہد ہی میں مقیم تھے۔ مصر واپس بلا دیا گیا۔ اوائل ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ (نومبر ۱۸۱۵ء) میں وہ مصر پہنچ گیا۔ اور تقریباً ایک سال کے بعد دارالخزرت کی راہ لی۔ گواہ انتقال سے پہلے ہی قیادت سے محروم کیا جا چکا تھا۔ ماروقمان کا یہ خیال صیح نہیں، کہ طوسوں کی وفات کے بعد ابراہیم کو اس صوم کا دوسرا بنایا گیا۔ ابراہیم کے بیٹے کی تجویز بنوری ۱۲۸۱ھ ہی میں مکمل ہو چکی تھی اور اگست ۱۸۱۶ء میں دینی طوسوں کے انتقال سے پہلے وہ قاہرہ روانہ ہو چکا تھا۔ ابن بشر کے مطابق عبداللہ بن سعود نے دوسرے سال ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ء) بھی، دیا یا اور تحائف کے ساتھ دو قاصد (حسن بن خرورج اور عبداللہ بن حون) محمد علی کی خدمت میں مصر بھیجا اور اب کے ان بھوٹے بھلے لوگوں نے غموس کیا کہ والی مصر اپنے عہد سے پھر گیا ہے (وہ بدوہ قدیم) حالانکہ محمد علی نے کبھی صلح کی تائید کی ہی نہیں۔ البتہ ان کے پہلے دو قاصدوں کو اس نے

۱۲۳۹ھ ج ۳ ص ۲۹۹، ۱۲۴۰ھ حکامہ و کلام، ص ۲۳۰، ۱۲۴۱ھ ملاحظہ ہو، ابن بشر، ص ۱۸۵، اور دقان؛

غلی ص ۹۹، سامرہ اسلام الاسلامی ج ۴ ص ۱۶۶، مجمع المیزان ج ۲ ص ۲۵۵، ۱۲۴۲ھ، ذی قعدہ ۱۲۴۲ھ

(۲۹ ستمبر ۱۸۲۷ء) میر ج ۳ ص ۲۶۲۔ لکھ برک ہمارت ص ۱۰۴

باہمی معاہدے سے غیر مطمئن محمد علی پاشا، والی مصر نے اب بعد کی مہم کے لئے اپنے
 دوسرے بیٹے ابراہیم پاشا کو نامزد کیا۔ تیاریاں طوسوں کی واپسی کے بعد ہی سے
 شروع ہو گئی تھیں، البتہ ابراہیم پاشا کی روانگی ایک عرصہ تک حتمی رہی۔ وہ ایک
 بڑی بھاری فوج لے کر ۶ ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ / ۱۱ ستمبر ۱۸۱۶ء کو بیخ پینا اور سیلحے
 مدینہ کا رخ کیا اور وہاں سے چل کر خاکید (پانی کا چشمہ) کے پاس ٹھہرا۔ اس پاس
 کے بدوی قبیلے طبع ہوئے۔ عرب، عسکر، قتیہ اور عنزہ قبیلوں سے جو حق جو حق
 ہوا اس کے جھنڈے کے چٹے عسکے ہو گئے۔ ابراہیم خاکید کے پاس مہینوں رہ گیا،
 جس کا اس پاس کے بدو قبیلوں پر کافی اثر ہوا، اور وہ ٹوٹ ٹوٹ کر ابراہیم کے
 پاس جانے لگے۔ عبداللہ کو اس کا احساس ہوا اور اس نے پیش قدمی کی۔ اور
 (پانی کا چشمہ) کے پاس ڈھیر ہوئی، لیکن عبداللہ بن سعود کی فوج مصری توپوں کی
 تباہی لاسکی۔ عبداللہ تقسیم کی طرف چلا۔ ابراہیم نے بھی چھپا کیا اور دس آکر ٹھہرا اور
 نہیں بیٹنے کے محاصرہ کے بعد اہل شہر نے امان طلب کی۔ اس طویل محاصرہ اور طویل
 پھیر چارٹیس مہینوں کے چرمات سوا آدمی کام آئے۔ اور اہل شہر کے عرف ستر
 آدمی مقتول ہوئے۔ لیکن اس امان طلبی سے مصریوں کا راستہ صاف ہو گیا، اور ان

لے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم پاشا محمد علی کا لڑکا نہیں تھا۔ بلکہ محمد علی نے ابراہیم کی ماں سے نکاح
 کر کے اسے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ عثمانی جی ۱۸۵۵ء قلمی، ج ۱، ص ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲

کی پیش قدمی کو اب کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔

محمولی حملوں کے بعد فینیزہ اور خزاہ پر قبضہ ہو گیا (اواخر ۱۸۳۳ء)۔ بریدہ پر بھی قبضہ میں وقت نہ ہوئی بلکہ البتہ شتراد میں نجدیوں نے دل گھول کر دوا شہادت دی۔ لیکن مصری فوج کے فرانسیسی انجینئر Vaissiere کی ترکیبوں کے سامنے ان کی ایک پہلی اور اہل شتراد نے بھی امان طلب کی تھی۔

اس کے بعد ایک اور فیصلہ کن جنگ ضرری کے قریب ہوئی۔ نجدی علاقوں پر پائے تخت و عید کے بعد سب سے محکم شہر ضرری ہی تھا۔ اس سے پہلے رتس اور شتراد کے باشندے بھی باواری سے ٹوٹے۔ لیکن آخر امان طلب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان دونوں کے برعکس ضرری مغزوۂ فتح تھا۔ بازاریوں اور گھروں میں باشندے قتل کئے گئے اور تمام مال و متاع ناخنوں نے لوٹ لیا اور ٹیٹ (جلد ۱ ص ۱۵۷) کے بیان کے مطابق عورتوں کی آبدی ترکی سپاہ کے ہاتھوں مغزوۂ نہ ہوئی۔ عادیج الثانی ۱۲۳۲ھ بمطابق ۱۸۱۷ء

لے عزم علیہ (نومبر ۱۸۳۳ء)۔

لے ابراہیم کے ساتھ اس فوجی انجینئر کے علاوہ سپاہ ایتالی ٹراکٹر بھی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ Scots, Gentili, Todeschini, Socio (پہلی قسم)۔ ان میں Scots اس کا خاص عیب تھا۔ عیسائیوں کی صفوں میں بھی مصری فوج میں متعدد ویرانی آفرنگ تھے (دیکھو گارڈ، ص ۱۱۳)۔

برگ ہٹ، طوسوں کی فوج کے ایک انگریز افسر Thomas Keith

کو باواری کا ذکر کرتا ہے۔ یہاں مسلم لے آیا تھا اور ابراہیم آقا کے نام سے موسوم تھا۔ وہ یہاں تک کہتا ہے کہ خود عید اللہ بھی اس کی شہادت کا مدعا دے سکتا تھا۔
تج ۱۲۳۲ھ عادیج الاولیٰ ۱۸۱۷ء بمطابق ۱۲۳۲ھ عادیج الثانی ۱۸۱۷ء

حکومت کو ضروری میں مصریوں کا داخلہ نہ پایا گیا نجدی حکومت کے زوال کا اعلان کیا۔
 سعود بن عبداللہ بن محمد بن سعود اور اس کے ساتھ کچھ درعیہ کے تاجرانہ شہر کے
 ایک قصر میں قلعہ بند ہو گئے۔ آخر انہیں بھی امان دی گئی اور وہ لوگ درعیہ چلے گئے
 ان کے ساتھ اہل شقراء کے تین ہزار سے اوپر بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ ان سب کو
 امیر عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز نے درعیہ میں پناہ دی۔

سقوط درعیہ اب ابراہیم پاشا درعیہ کے سامنے تھا، جہاں وہ چھ ماہ تک محاصرہ کئے
 پڑا رہا۔ روز بروز جنگ ہوتی، اور مصری بڑی تعداد میں کام آتے، لیکن وہاں آئے دن
 مصر سے تازہ دم کمک آتی رہتی اور یہاں درعیہ والوں کی تعداد روز کم ہوتی جاتی۔
 رسوا و اسلمہ کی کمی الگ انہیں ستاتی تھی۔ امیر عبداللہ بن سعود اس کے اہل نماذان
 اور شیخ الاسلام کے بیٹے پوتے سب بلا استثنا رنجی کمول کر رہے۔ آخر اہل شہر نے
 صلح و امان طلب کی۔ عبداللہ بن سعود کو اب بھی تھیاد ڈالنے میں پس و پیش تھا، شہر
 کے اندر اپنے خاندانی قلعہ (طریقہ) میں پناہ گزین ہو کر رہنے لگا، لیکن قلعہ کی دیوار کا
 بے کار ہر پکی قیس اور اب ملاصحت بے کار تھی۔ آخر اس نے اپنے کو ابراہیم کے
 سپرد کر دیا۔ اور یہ پہلی سعودی حکومت اور قلعہ کی زبان میں فرسٹ واپائی واپس آئے
 جس کی تعمیر میں شیخ نے اور ان کے ہم جلسوں کا بڑا ہاتھ تھا، کے خاتمہ کا اعلان تھا۔
 عبداللہ بن سعود کا حشر اس کے دو روز بعد عبداللہ بن سعود کو سفر کا حکم دیا گیا۔
 یمن چار آدمی اس کے اپنے بھی ساتھ رہے۔ امیر نجد کا قافلہ محرم ۱۲۳۵ھ (نومبر ۱۸۱۹ء)

۱۲۳۵ھ (نومبر ۱۸۱۹ء) - ۱۲۳۶ھ (دسمبر ۱۸۲۰ء) - ۱۲۳۷ھ (جنوری ۱۸۲۱ء) - ۱۲۳۸ھ (فروری ۱۸۲۲ء) - ۱۲۳۹ھ (مارچ ۱۸۲۳ء) - ۱۲۴۰ھ (اپریل ۱۸۲۴ء) - ۱۲۴۱ھ (مئی ۱۸۲۵ء) - ۱۲۴۲ھ (جون ۱۸۲۶ء) - ۱۲۴۳ھ (جولائی ۱۸۲۷ء) - ۱۲۴۴ھ (اگست ۱۸۲۸ء) - ۱۲۴۵ھ (ستمبر ۱۸۲۹ء) - ۱۲۴۶ھ (اکتوبر ۱۸۳۰ء) - ۱۲۴۷ھ (نومبر ۱۸۳۱ء) - ۱۲۴۸ھ (دسمبر ۱۸۳۲ء) - ۱۲۴۹ھ (جنوری ۱۸۳۳ء) - ۱۲۵۰ھ (فروری ۱۸۳۴ء) - ۱۲۵۱ھ (مارچ ۱۸۳۵ء) - ۱۲۵۲ھ (اپریل ۱۸۳۶ء) - ۱۲۵۳ھ (مئی ۱۸۳۷ء) - ۱۲۵۴ھ (جون ۱۸۳۸ء) - ۱۲۵۵ھ (جولائی ۱۸۳۹ء) - ۱۲۵۶ھ (اگست ۱۸۴۰ء) - ۱۲۵۷ھ (ستمبر ۱۸۴۱ء) - ۱۲۵۸ھ (اکتوبر ۱۸۴۲ء) - ۱۲۵۹ھ (نومبر ۱۸۴۳ء) - ۱۲۶۰ھ (دسمبر ۱۸۴۴ء) - ۱۲۶۱ھ (جنوری ۱۸۴۵ء) - ۱۲۶۲ھ (فروری ۱۸۴۶ء) - ۱۲۶۳ھ (مارچ ۱۸۴۷ء) - ۱۲۶۴ھ (اپریل ۱۸۴۸ء) - ۱۲۶۵ھ (مئی ۱۸۴۹ء) - ۱۲۶۶ھ (جون ۱۸۵۰ء) - ۱۲۶۷ھ (جولائی ۱۸۵۱ء) - ۱۲۶۸ھ (اگست ۱۸۵۲ء) - ۱۲۶۹ھ (ستمبر ۱۸۵۳ء) - ۱۲۷۰ھ (اکتوبر ۱۸۵۴ء) - ۱۲۷۱ھ (نومبر ۱۸۵۵ء) - ۱۲۷۲ھ (دسمبر ۱۸۵۶ء) - ۱۲۷۳ھ (جنوری ۱۸۵۷ء) - ۱۲۷۴ھ (فروری ۱۸۵۸ء) - ۱۲۷۵ھ (مارچ ۱۸۵۹ء) - ۱۲۷۶ھ (اپریل ۱۸۶۰ء) - ۱۲۷۷ھ (مئی ۱۸۶۱ء) - ۱۲۷۸ھ (جون ۱۸۶۲ء) - ۱۲۷۹ھ (جولائی ۱۸۶۳ء) - ۱۲۸۰ھ (اگست ۱۸۶۴ء) - ۱۲۸۱ھ (ستمبر ۱۸۶۵ء) - ۱۲۸۲ھ (اکتوبر ۱۸۶۶ء) - ۱۲۸۳ھ (نومبر ۱۸۶۷ء) - ۱۲۸۴ھ (دسمبر ۱۸۶۸ء) - ۱۲۸۵ھ (جنوری ۱۸۶۹ء) - ۱۲۸۶ھ (فروری ۱۸۷۰ء) - ۱۲۸۷ھ (مارچ ۱۸۷۱ء) - ۱۲۸۸ھ (اپریل ۱۸۷۲ء) - ۱۲۸۹ھ (مئی ۱۸۷۳ء) - ۱۲۹۰ھ (جون ۱۸۷۴ء) - ۱۲۹۱ھ (جولائی ۱۸۷۵ء) - ۱۲۹۲ھ (اگست ۱۸۷۶ء) - ۱۲۹۳ھ (ستمبر ۱۸۷۷ء) - ۱۲۹۴ھ (اکتوبر ۱۸۷۸ء) - ۱۲۹۵ھ (نومبر ۱۸۷۹ء) - ۱۲۹۶ھ (دسمبر ۱۸۸۰ء) - ۱۲۹۷ھ (جنوری ۱۸۸۱ء) - ۱۲۹۸ھ (فروری ۱۸۸۲ء) - ۱۲۹۹ھ (مارچ ۱۸۸۳ء) - ۱۳۰۰ھ (اپریل ۱۸۸۴ء) - ۱۳۰۱ھ (مئی ۱۸۸۵ء) - ۱۳۰۲ھ (جون ۱۸۸۶ء) - ۱۳۰۳ھ (جولائی ۱۸۸۷ء) - ۱۳۰۴ھ (اگست ۱۸۸۸ء) - ۱۳۰۵ھ (ستمبر ۱۸۸۹ء) - ۱۳۰۶ھ (اکتوبر ۱۸۹۰ء) - ۱۳۰۷ھ (نومبر ۱۸۹۱ء) - ۱۳۰۸ھ (دسمبر ۱۸۹۲ء) - ۱۳۰۹ھ (جنوری ۱۸۹۳ء) - ۱۳۱۰ھ (فروری ۱۸۹۴ء) - ۱۳۱۱ھ (مارچ ۱۸۹۵ء) - ۱۳۱۲ھ (اپریل ۱۸۹۶ء) - ۱۳۱۳ھ (مئی ۱۸۹۷ء) - ۱۳۱۴ھ (جون ۱۸۹۸ء) - ۱۳۱۵ھ (جولائی ۱۸۹۹ء) - ۱۳۱۶ھ (اگست ۱۹۰۰ء) - ۱۳۱۷ھ (ستمبر ۱۹۰۱ء) - ۱۳۱۸ھ (اکتوبر ۱۹۰۲ء) - ۱۳۱۹ھ (نومبر ۱۹۰۳ء) - ۱۳۲۰ھ (دسمبر ۱۹۰۴ء) - ۱۳۲۱ھ (جنوری ۱۹۰۵ء) - ۱۳۲۲ھ (فروری ۱۹۰۶ء) - ۱۳۲۳ھ (مارچ ۱۹۰۷ء) - ۱۳۲۴ھ (اپریل ۱۹۰۸ء) - ۱۳۲۵ھ (مئی ۱۹۰۹ء) - ۱۳۲۶ھ (جون ۱۹۱۰ء) - ۱۳۲۷ھ (جولائی ۱۹۱۱ء) - ۱۳۲۸ھ (اگست ۱۹۱۲ء) - ۱۳۲۹ھ (ستمبر ۱۹۱۳ء) - ۱۳۳۰ھ (اکتوبر ۱۹۱۴ء) - ۱۳۳۱ھ (نومبر ۱۹۱۵ء) - ۱۳۳۲ھ (دسمبر ۱۹۱۶ء) - ۱۳۳۳ھ (جنوری ۱۹۱۷ء) - ۱۳۳۴ھ (فروری ۱۹۱۸ء) - ۱۳۳۵ھ (مارچ ۱۹۱۹ء) - ۱۳۳۶ھ (اپریل ۱۹۲۰ء) - ۱۳۳۷ھ (مئی ۱۹۲۱ء) - ۱۳۳۸ھ (جون ۱۹۲۲ء) - ۱۳۳۹ھ (جولائی ۱۹۲۳ء) - ۱۳۴۰ھ (اگست ۱۹۲۴ء) - ۱۳۴۱ھ (ستمبر ۱۹۲۵ء) - ۱۳۴۲ھ (اکتوبر ۱۹۲۶ء) - ۱۳۴۳ھ (نومبر ۱۹۲۷ء) - ۱۳۴۴ھ (دسمبر ۱۹۲۸ء) - ۱۳۴۵ھ (جنوری ۱۹۲۹ء) - ۱۳۴۶ھ (فروری ۱۹۳۰ء) - ۱۳۴۷ھ (مارچ ۱۹۳۱ء) - ۱۳۴۸ھ (اپریل ۱۹۳۲ء) - ۱۳۴۹ھ (مئی ۱۹۳۳ء) - ۱۳۵۰ھ (جون ۱۹۳۴ء) - ۱۳۵۱ھ (جولائی ۱۹۳۵ء) - ۱۳۵۲ھ (اگست ۱۹۳۶ء) - ۱۳۵۳ھ (ستمبر ۱۹۳۷ء) - ۱۳۵۴ھ (اکتوبر ۱۹۳۸ء) - ۱۳۵۵ھ (نومبر ۱۹۳۹ء) - ۱۳۵۶ھ (دسمبر ۱۹۴۰ء) - ۱۳۵۷ھ (جنوری ۱۹۴۱ء) - ۱۳۵۸ھ (فروری ۱۹۴۲ء) - ۱۳۵۹ھ (مارچ ۱۹۴۳ء) - ۱۳۶۰ھ (اپریل ۱۹۴۴ء) - ۱۳۶۱ھ (مئی ۱۹۴۵ء) - ۱۳۶۲ھ (جون ۱۹۴۶ء) - ۱۳۶۳ھ (جولائی ۱۹۴۷ء) - ۱۳۶۴ھ (اگست ۱۹۴۸ء) - ۱۳۶۵ھ (ستمبر ۱۹۴۹ء) - ۱۳۶۶ھ (اکتوبر ۱۹۵۰ء) - ۱۳۶۷ھ (نومبر ۱۹۵۱ء) - ۱۳۶۸ھ (دسمبر ۱۹۵۲ء) - ۱۳۶۹ھ (جنوری ۱۹۵۳ء) - ۱۳۷۰ھ (فروری ۱۹۵۴ء) - ۱۳۷۱ھ (مارچ ۱۹۵۵ء) - ۱۳۷۲ھ (اپریل ۱۹۵۶ء) - ۱۳۷۳ھ (مئی ۱۹۵۷ء) - ۱۳۷۴ھ (جون ۱۹۵۸ء) - ۱۳۷۵ھ (جولائی ۱۹۵۹ء) - ۱۳۷۶ھ (اگست ۱۹۶۰ء) - ۱۳۷۷ھ (ستمبر ۱۹۶۱ء) - ۱۳۷۸ھ (اکتوبر ۱۹۶۲ء) - ۱۳۷۹ھ (نومبر ۱۹۶۳ء) - ۱۳۸۰ھ (دسمبر ۱۹۶۴ء) - ۱۳۸۱ھ (جنوری ۱۹۶۵ء) - ۱۳۸۲ھ (فروری ۱۹۶۶ء) - ۱۳۸۳ھ (مارچ ۱۹۶۷ء) - ۱۳۸۴ھ (اپریل ۱۹۶۸ء) - ۱۳۸۵ھ (مئی ۱۹۶۹ء) - ۱۳۸۶ھ (جون ۱۹۷۰ء) - ۱۳۸۷ھ (جولائی ۱۹۷۱ء) - ۱۳۸۸ھ (اگست ۱۹۷۲ء) - ۱۳۸۹ھ (ستمبر ۱۹۷۳ء) - ۱۳۹۰ھ (اکتوبر ۱۹۷۴ء) - ۱۳۹۱ھ (نومبر ۱۹۷۵ء) - ۱۳۹۲ھ (دسمبر ۱۹۷۶ء) - ۱۳۹۳ھ (جنوری ۱۹۷۷ء) - ۱۳۹۴ھ (فروری ۱۹۷۸ء) - ۱۳۹۵ھ (مارچ ۱۹۷۹ء) - ۱۳۹۶ھ (اپریل ۱۹۸۰ء) - ۱۳۹۷ھ (مئی ۱۹۸۱ء) - ۱۳۹۸ھ (جون ۱۹۸۲ء) - ۱۳۹۹ھ (جولائی ۱۹۸۳ء) - ۱۴۰۰ھ (اگست ۱۹۸۴ء) - ۱۴۰۱ھ (ستمبر ۱۹۸۵ء) - ۱۴۰۲ھ (اکتوبر ۱۹۸۶ء) - ۱۴۰۳ھ (نومبر ۱۹۸۷ء) - ۱۴۰۴ھ (دسمبر ۱۹۸۸ء) - ۱۴۰۵ھ (جنوری ۱۹۸۹ء) - ۱۴۰۶ھ (فروری ۱۹۹۰ء) - ۱۴۰۷ھ (مارچ ۱۹۹۱ء) - ۱۴۰۸ھ (اپریل ۱۹۹۲ء) - ۱۴۰۹ھ (مئی ۱۹۹۳ء) - ۱۴۱۰ھ (جون ۱۹۹۴ء) - ۱۴۱۱ھ (جولائی ۱۹۹۵ء) - ۱۴۱۲ھ (اگست ۱۹۹۶ء) - ۱۴۱۳ھ (ستمبر ۱۹۹۷ء) - ۱۴۱۴ھ (اکتوبر ۱۹۹۸ء) - ۱۴۱۵ھ (نومبر ۱۹۹۹ء) - ۱۴۱۶ھ (دسمبر ۲۰۰۰ء) - ۱۴۱۷ھ (جنوری ۲۰۰۱ء) - ۱۴۱۸ھ (فروری ۲۰۰۲ء) - ۱۴۱۹ھ (مارچ ۲۰۰۳ء) - ۱۴۲۰ھ (اپریل ۲۰۰۴ء) - ۱۴۲۱ھ (مئی ۲۰۰۵ء) - ۱۴۲۲ھ (جون ۲۰۰۶ء) - ۱۴۲۳ھ (جولائی ۲۰۰۷ء) - ۱۴۲۴ھ (اگست ۲۰۰۸ء) - ۱۴۲۵ھ (ستمبر ۲۰۰۹ء) - ۱۴۲۶ھ (اکتوبر ۲۰۱۰ء) - ۱۴۲۷ھ (نومبر ۲۰۱۱ء) - ۱۴۲۸ھ (دسمبر ۲۰۱۲ء) - ۱۴۲۹ھ (جنوری ۲۰۱۳ء) - ۱۴۳۰ھ (فروری ۲۰۱۴ء) - ۱۴۳۱ھ (مارچ ۲۰۱۵ء) - ۱۴۳۲ھ (اپریل ۲۰۱۶ء) - ۱۴۳۳ھ (مئی ۲۰۱۷ء) - ۱۴۳۴ھ (جون ۲۰۱۸ء) - ۱۴۳۵ھ (جولائی ۲۰۱۹ء) - ۱۴۳۶ھ (اگست ۲۰۲۰ء) - ۱۴۳۷ھ (ستمبر ۲۰۲۱ء) - ۱۴۳۸ھ (اکتوبر ۲۰۲۲ء) - ۱۴۳۹ھ (نومبر ۲۰۲۳ء) - ۱۴۴۰ھ (دسمبر ۲۰۲۴ء) - ۱۴۴۱ھ (جنوری ۲۰۲۵ء) - ۱۴۴۲ھ (فروری ۲۰۲۶ء) - ۱۴۴۳ھ (مارچ ۲۰۲۷ء) - ۱۴۴۴ھ (اپریل ۲۰۲۸ء) - ۱۴۴۵ھ (مئی ۲۰۲۹ء) - ۱۴۴۶ھ (جون ۲۰۳۰ء) - ۱۴۴۷ھ (جولائی ۲۰۳۱ء) - ۱۴۴۸ھ (اگست ۲۰۳۲ء) - ۱۴۴۹ھ (ستمبر ۲۰۳۳ء) - ۱۴۵۰ھ (اکتوبر ۲۰۳۴ء) - ۱۴۵۱ھ (نومبر ۲۰۳۵ء) - ۱۴۵۲ھ (دسمبر ۲۰۳۶ء) - ۱۴۵۳ھ (جنوری ۲۰۳۷ء) - ۱۴۵۴ھ (فروری ۲۰۳۸ء) - ۱۴۵۵ھ (مارچ ۲۰۳۹ء) - ۱۴۵۶ھ (اپریل ۲۰۴۰ء) - ۱۴۵۷ھ (مئی ۲۰۴۱ء) - ۱۴۵۸ھ (جون ۲۰۴۲ء) - ۱۴۵۹ھ (جولائی ۲۰۴۳ء) - ۱۴۶۰ھ (اگست ۲۰۴۴ء) - ۱۴۶۱ھ (ستمبر ۲۰۴۵ء) - ۱۴۶۲ھ (اکتوبر ۲۰۴۶ء) - ۱۴۶۳ھ (نومبر ۲۰۴۷ء) - ۱۴۶۴ھ (دسمبر ۲۰۴۸ء) - ۱۴۶۵ھ (جنوری ۲۰۴۹ء) - ۱۴۶۶ھ (فروری ۲۰۵۰ء) - ۱۴۶۷ھ (مارچ ۲۰۵۱ء) - ۱۴۶۸ھ (اپریل ۲۰۵۲ء) - ۱۴۶۹ھ (مئی ۲۰۵۳ء) - ۱۴۷۰ھ (جون ۲۰۵۴ء) - ۱۴۷۱ھ (جولائی ۲۰۵۵ء) - ۱۴۷۲ھ (اگست ۲۰۵۶ء) - ۱۴۷۳ھ (ستمبر ۲۰۵۷ء) - ۱۴۷۴ھ (اکتوبر ۲۰۵۸ء) - ۱۴۷۵ھ (نومبر ۲۰۵۹ء) - ۱۴۷۶ھ (دسمبر ۲۰۶۰ء) - ۱۴۷۷ھ (جنوری ۲۰۶۱ء) - ۱۴۷۸ھ (فروری ۲۰۶۲ء) - ۱۴۷۹ھ (مارچ ۲۰۶۳ء) - ۱۴۸۰ھ (اپریل ۲۰۶۴ء) - ۱۴۸۱ھ (مئی ۲۰۶۵ء) - ۱۴۸۲ھ (جون ۲۰۶۶ء) - ۱۴۸۳ھ (جولائی ۲۰۶۷ء) - ۱۴۸۴ھ (اگست ۲۰۶۸ء) - ۱۴۸۵ھ (ستمبر ۲۰۶۹ء) - ۱۴۸۶ھ (اکتوبر ۲۰۷۰ء) - ۱۴۸۷ھ (نومبر ۲۰۷۱ء) - ۱۴۸۸ھ (دسمبر ۲۰۷۲ء) - ۱۴۸۹ھ (جنوری ۲۰۷۳ء) - ۱۴۹۰ھ (فروری ۲۰۷۴ء) - ۱۴۹۱ھ (مارچ ۲۰۷۵ء) - ۱۴۹۲ھ (اپریل ۲۰۷۶ء) - ۱۴۹۳ھ (مئی ۲۰۷۷ء) - ۱۴۹۴ھ (جون ۲۰۷۸ء) - ۱۴۹۵ھ (جولائی ۲۰۷۹ء) - ۱۴۹۶ھ (اگست ۲۰۸۰ء) - ۱۴۹۷ھ (ستمبر ۲۰۸۱ء) - ۱۴۹۸ھ (اکتوبر ۲۰۸۲ء) - ۱۴۹۹ھ (نومبر ۲۰۸۳ء) - ۱۵۰۰ھ (دسمبر ۲۰۸۴ء) - ۱۵۰۱ھ (جنوری ۲۰۸۵ء) - ۱۵۰۲ھ (فروری ۲۰۸۶ء) - ۱۵۰۳ھ (مارچ ۲۰۸۷ء) - ۱۵۰۴ھ (اپریل ۲۰۸۸ء) - ۱۵۰۵ھ (مئی ۲۰۸۹ء) - ۱۵۰۶ھ (جون ۲۰۹۰ء) - ۱۵۰۷ھ (جولائی ۲۰۹۱ء) - ۱۵۰۸ھ (اگست ۲۰۹۲ء) - ۱۵۰۹ھ (ستمبر ۲۰۹۳ء) - ۱۵۱۰ھ (اکتوبر ۲۰۹۴ء) - ۱۵۱۱ھ (نومبر ۲۰۹۵ء) - ۱۵۱۲ھ (دسمبر ۲۰۹۶ء) - ۱۵۱۳ھ (جنوری ۲۰۹۷ء) - ۱۵۱۴ھ (فروری ۲۰۹۸ء) - ۱۵۱۵ھ (مارچ ۲۰۹۹ء) - ۱۵۱۶ھ (اپریل ۲۱۰۰ء) - ۱۵۱۷ھ (مئی ۲۱۰۱ء) - ۱۵۱۸ھ (جون ۲۱۰۲ء) - ۱۵۱۹ھ (جولائی ۲۱۰۳ء) - ۱۵۲۰ھ (اگست ۲۱۰۴ء) - ۱۵۲۱ھ (ستمبر ۲۱۰۵ء) - ۱۵۲۲ھ (اکتوبر ۲۱۰۶ء) - ۱۵۲۳ھ (نومبر ۲۱۰۷ء) - ۱۵۲۴ھ (دسمبر ۲۱۰۸ء) - ۱۵۲۵ھ (جنوری ۲۱۰۹ء) - ۱۵۲۶ھ (فروری ۲۱۱۰ء) - ۱۵۲۷ھ (مارچ ۲۱۱۱ء) - ۱۵۲۸ھ (اپریل ۲۱۱۲ء) - ۱۵۲۹ھ (مئی ۲۱۱۳ء) - ۱۵۳۰ھ (جون ۲۱۱۴ء) - ۱۵۳۱ھ (جولائی ۲۱۱۵ء) - ۱۵۳۲ھ (اگست ۲۱۱۶ء) - ۱۵۳۳ھ (ستمبر ۲۱۱۷ء) - ۱۵۳۴ھ (اکتوبر ۲۱۱۸ء) - ۱۵۳۵ھ (نومبر ۲۱۱۹ء) - ۱۵۳۶ھ (دسمبر ۲۱۲۰ء) - ۱۵۳۷ھ (جنوری ۲۱۲۱ء) - ۱۵۳۸ھ (فروری ۲۱۲۲ء) - ۱۵۳۹ھ (مارچ ۲۱۲۳ء) - ۱۵۴۰ھ (اپریل ۲۱۲۴ء) - ۱۵۴۱ھ (مئی ۲۱۲۵ء) - ۱۵۴۲ھ (جون ۲۱۲۶ء) - ۱۵۴۳ھ (جولائی ۲۱۲۷ء) - ۱۵۴۴ھ (اگست ۲۱۲۸ء) - ۱۵۴۵ھ (ستمبر ۲۱۲۹ء) - ۱۵۴۶ھ (اکتوبر ۲۱۳۰ء) - ۱۵۴۷ھ (نومبر ۲۱۳۱ء) - ۱۵۴۸ھ (دسمبر ۲۱۳۲ء) - ۱۵۴۹ھ (جنوری ۲۱۳۳ء) - ۱۵۵۰ھ (فروری ۲۱۳۴ء) - ۱۵۵۱ھ (مارچ ۲۱۳۵ء) - ۱۵۵۲ھ (اپریل ۲۱۳۶ء) - ۱۵۵۳ھ (مئی ۲۱۳۷ء) - ۱۵۵۴ھ (جون ۲۱۳۸ء) - ۱۵۵۵ھ (جولائی ۲۱۳۹ء) - ۱۵۵۶ھ (اگست ۲۱۴۰ء) - ۱۵۵۷ھ (ستمبر ۲۱۴۱ء) - ۱۵۵۸ھ (اکتوبر ۲۱۴۲ء) - ۱۵۵۹ھ (نومبر ۲۱۴۳ء) - ۱۵۶۰ھ (دسمبر ۲۱۴۴ء) - ۱۵۶۱ھ (جنوری ۲۱۴۵ء) - ۱۵۶۲ھ (فروری ۲۱۴۶ء) - ۱۵۶۳ھ (مارچ ۲۱۴۷ء) - ۱۵۶۴ھ (اپریل ۲۱۴۸ء) - ۱۵۶۵ھ (مئی ۲۱۴۹ء) - ۱۵۶۶ھ (جون ۲۱۵۰ء) - ۱۵۶۷ھ (جولائی ۲۱۵۱ء) - ۱۵۶۸ھ (اگست ۲۱۵۲ء) - ۱۵۶۹ھ (ستمبر ۲۱۵۳ء) - ۱۵۷۰ھ (اکتوبر ۲۱۵۴ء) - ۱۵۷۱ھ (نومبر ۲۱۵۵ء) - ۱۵۷۲ھ (دسمبر ۲۱۵۶ء) - ۱۵۷۳ھ (جنوری ۲۱۵۷ء) - ۱۵۷۴ھ (فروری ۲۱۵۸ء) - ۱۵۷۵ھ (مارچ ۲۱۵۹ء) - ۱۵۷۶ھ (اپریل ۲۱۶۰ء) - ۱۵۷۷ھ (مئی ۲۱۶۱ء) - ۱۵۷۸ھ (جون ۲۱۶۲ء) - ۱۵۷۹ھ (جولائی ۲۱۶۳ء) - ۱۵۸۰ھ (اگست ۲۱۶۴ء) - ۱۵۸۱ھ (ستمبر ۲۱۶۵ء) - ۱۵۸۲ھ (اکتوبر ۲۱۶۶ء) - ۱۵۸۳ھ (نومبر ۲۱۶۷ء) - ۱۵۸۴ھ (دسمبر ۲۱۶۸ء) - ۱۵۸۵ھ (جنوری ۲۱۶۹ء) - ۱۵۸۶ھ (فروری ۲۱۷۰ء) - ۱۵۸۷ھ (مارچ ۲۱۷۱ء) - ۱۵۸۸ھ (اپریل ۲۱۷۲ء) - ۱۵۸۹ھ (مئی ۲۱۷۳ء) - ۱۵۹۰ھ (جون ۲۱۷۴ء) - ۱۵۹۱ھ (جولائی ۲۱۷۵ء) - ۱۵۹۲ھ (اگست ۲۱۷۶ء) - ۱۵۹۳ھ (ستمبر ۲۱۷۷ء) - ۱۵۹۴ھ (اکتوبر ۲۱۷۸ء) - ۱۵۹۵ھ (نومبر ۲۱۷۹ء) - ۱۵۹۶ھ (دسمبر ۲۱۸۰ء) - ۱۵۹۷ھ (جنوری ۲۱۸۱ء) - ۱۵۹۸ھ (فروری ۲۱۸۲ء) - ۱۵۹۹ھ (مارچ ۲۱۸۳ء) - ۱۶۰۰ھ (اپریل ۲۱۸۴ء) - ۱۶۰۱ھ (مئی ۲۱۸۵ء) - ۱۶۰۲ھ (جون ۲۱۸۶ء) - ۱۶۰۳ھ (جولائی ۲۱۸۷ء) - ۱۶۰۴ھ (اگست ۲۱۸۸ء) - ۱۶۰۵ھ (ستمبر ۲۱۸۹ء) - ۱۶۰۶ھ (اکتوبر ۲۱۹۰ء) - ۱۶۰۷ھ (نومبر ۲۱۹۱ء) - ۱۶۰۸ھ (دسمبر ۲۱۹۲ء) - ۱۶۰۹ھ (جنوری ۲۱۹۳ء) - ۱۶۱۰ھ (فروری ۲۱۹۴ء) - ۱۶۱۱ھ (مارچ ۲۱۹۵ء) - ۱۶۱۲ھ (اپریل ۲۱۹۶ء) - ۱۶۱۳ھ (مئی ۲۱۹۷ء) - ۱۶۱۴ھ (جون ۲۱۹۸ء) - ۱۶۱۵ھ (جولائی ۲۱۹۹ء) - ۱۶۱۶ھ (اگست ۲۲۰۰ء) - ۱۶۱۷ھ (ستمبر ۲۲۰۱ء) - ۱۶۱۸ھ (اکتوبر ۲۲۰۲ء) - ۱۶۱۹ھ (نومبر ۲۲۰۳ء) - ۱۶۲۰ھ (دسمبر ۲۲۰۴ء) - ۱۶۲۱ھ (جنوری ۲۲۰۵ء) - ۱۶۲۲ھ (فروری ۲۲۰۶ء) - ۱۶۲۳ھ (مارچ ۲۲۰۷ء) - ۱۶۲۴ھ (اپریل ۲۲۰۸ء) - ۱۶۲۵ھ (مئی ۲۲۰۹ء) - ۱۶۲۶ھ (جون ۲۲۱۰ء) - ۱۶۲۷ھ (جولائی ۲۲۱۱ء) - ۱۶۲۸ھ (اگست ۲۲۱۲ء) - ۱۶۲۹ھ (ستمبر ۲۲۱۳ء) - ۱۶۳۰ھ (اکتوبر ۲۲۱۴ء) - ۱۶۳۱ھ (نومبر ۲۲۱۵ء) - ۱۶۳۲ھ (دسمبر ۲۲۱۶ء) - ۱۶۳۳ھ (جنوری ۲۲۱۷ء) - ۱۶۳۴ھ (فروری ۲۲۱۸ء) - ۱۶۳۵ھ (مارچ ۲۲۱۹ء) - ۱۶۳۶ھ (اپریل ۲۲۲۰ء) - ۱۶۳۷ھ (مئی ۲۲۲۱ء) - ۱۶۳۸ھ (جون ۲۲۲۲ء) - ۱۶۳۹ھ (جولائی ۲۲۲۳ء) - ۱۶۴۰ھ (اگست ۲۲۲۴ء) - ۱۶۴۱ھ (ستمبر ۲۲۲۵ء) - ۱۶۴۲ھ (اکتوبر ۲۲۲۶ء) - ۱۶۴۳ھ (نومبر ۲۲۲۷ء) - ۱۶۴۴ھ (دسمبر ۲۲۲۸ء) - ۱۶۴۵ھ (جنوری ۲۲۲۹ء) - ۱۶۴۶ھ (فروری ۲۲۳۰ء) - ۱۶۴۷ھ (مارچ ۲۲۳۱ء) - ۱۶۴۸ھ (اپریل ۲۲۳۲ء) - ۱۶۴۹ھ (مئی ۲۲۳۳ء) - ۱۶۵۰ھ (جون ۲۲۳۴ء) - ۱۶۵۱ھ (جولائی ۲۲۳۵ء) - ۱۶۵۲ھ (اگست ۲۲۳۶ء) - ۱۶۵۳ھ (ستمبر ۲۲۳۷ء) - ۱۶۵۴ھ (اکتوبر ۲۲۳۸ء) - ۱۶۵۵ھ (نومبر ۲۲۳۹ء) - ۱۶۵۶ھ (دسمبر ۲۲۴۰ء) - ۱۶۵۷ھ (جنوری ۲۲۴۱ء) - ۱۶۵۸ھ (فروری ۲۲۴۲ء) - ۱۶۵۹ھ (مارچ ۲۲۴۳ء) - ۱۶۶۰ھ (اپریل ۲۲۴۴ء) - ۱۶۶۱ھ (مئی ۲۲۴۵ء) - ۱۶۶۲ھ (جون ۲۲۴۶ء) - ۱۶۶۳ھ (جولائی ۲۲۴۷ء) - ۱۶۶۴ھ (اگست ۲۲۴۸ء) - ۱۶۶۵ھ (ستمبر ۲۲۴۹ء) - ۱۶۶۶ھ (اکتوبر ۲۲۵۰ء) - ۱۶۶۷ھ (نومبر ۲۲۵۱ء) - ۱۶۶۸ھ (دسمبر ۲۲۵۲ء) - ۱۶۶۹ھ (جنوری ۲۲۵۳ء) - ۱۶۷۰ھ (فروری ۲۲۵۴ء) - ۱۶۷۱ھ (مارچ ۲۲۵۵ء) - ۱۶۷۲ھ (اپریل ۲۲۵۶ء) - ۱۶۷۳ھ (مئی ۲۲۵۷ء) - ۱۶۷۴ھ (جون ۲۲۵۸ء) - ۱۶۷۵ھ (جولائی ۲۲۵۹ء) - ۱۶۷۶ھ (اگست ۲۲۶۰ء) - ۱۶۷۷ھ (ستمبر ۲۲۶۱ء) - ۱۶۷۸ھ (اکتوبر ۲۲۶۲ء) - ۱۶۷۹ھ (نومبر ۲۲۶۳ء) - ۱۶۸۰ھ (دسمبر ۲۲۶۴ء) - ۱۶۸۱ھ (جنوری ۲۲۶۵ء) - ۱۶۸۲ھ (فروری ۲۲۶۶ء) - ۱۶۸۳ھ (مارچ ۲۲۶۷ء) - ۱۶۸۴ھ (اپریل ۲۲۶۸ء) - ۱۶۸۵ھ (مئی ۲۲۶۹ء) - ۱۶۸۶ھ (جون ۲۲۷۰ء) - ۱۶۸۷ھ (جولائی ۲۲۷۱ء) - ۱۶۸۸ھ (اگست ۲۲۷۲ء) - ۱۶۸۹ھ (ستمبر ۲۲۷۳ء) - ۱۶۹۰ھ (اکتوبر ۲۲۷۴ء) - ۱۶۹۱ھ (نومبر ۲۲۷۵ء) - ۱۶۹۲ھ (دسمبر ۲۲۷۶ء)

کے اوائل میں مصر بچھا۔ اس کا داخلہ نہایت منظم و انگیز صورت میں ہوا۔ پہلے
 کو مصریوں نے تماشا بنایا تھا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ٹسکت خود وہ والی مملکت کے ساتھ
 جو کچھ بدسلوکی و وار کھی جاسکتی تھی، اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی بلکہ غمخیزی کی حد
 میں وہ حاضر ہوا۔ کچھ ضابطہ کی باتیں ہوئیں، اور ۱۹ غرم کو اسے اسکندریہ اور وہاں
 سے آستانہ بھیج دیا گیا جہاں موت اس کی راہ رکھ رہی تھی۔ ۷ اکتوبر ۱۸۸۱ء (۱۲ صفر
 ۱۲۹۸ھ) کو وہ اور اس کے ساتھی، ایسا صوفیا کے صحن میں پھانسی کے تختہ پر ڈکا
 دئے گئے۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) قابل ذکر بات یہ ہے کہ دارالخلافہ میں
 بھی ان مقہورانِ بلا کو بری طرح گشت کرایا گیا۔

عبد اللہ بن سعود بن عبد العزیز بن محمد بن سعود کے ساتھ امراء نجد کا وہ سلسلہ ختم
 ہو جاتا ہے جو براہ راست شیخ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ عبد العزیز بن محمد بن سعود اور عبد العزیز بن
 توہیف بن محمد بن عبد اللہ شاگرد تھے۔ عبد اللہ بن سعود کی عمر شیخ الاسلام کی وفات
 (۱۲۰۸ھ) کے وقت کم رہی ہوگی، اس لئے ممکن ہے کہ وہ باضابطہ ان کے درس
 سے نہ مستفید ہوا ہو، پر اتنا یقینی ہے کہ اس نے شیخ الاسلام کا زبان پایا تھا۔
 عبد اللہ کو المینان سے حکومت کا مرتبہ بالکل ہی نہیں ملا، پھر بھی درس و تبلیغ
 نیز انتظامِ حکومت میں وہ بالکل اپنے باپ اور داماد کے نقش قدم پر رہا اور اس
 سلسلہ میں کوئی نئی بات قابل ذکر نہیں تھی۔

لے جی آر جی، خلافت الاسلام، ص ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴

باقی لوگوں کا انجام اور میرے اندر اور باہر مسلسل چھ بیسے لڑائی ہوتی رہی۔ ان معرکوں کی تفصیل اس کتاب کی محدود گنجائش اور اس کے موضوع بحث سے خارج ہے۔ ان واقعات کے محاصرہ اور شاہد ابن بشر نے پوری تفصیل دی ہے، بلکہ شہر کے مختلف مہرچوں اور ان کے بھلے وقوع کی بھی کافی توضیح کی ہے۔

اس لڑائی میں صرف آل سود کے اکیس افراد شہید ہوئے۔ ان میں سے ممتاز اشخاص کے نام یہ ہیں: قبیل بن سود، ابراہیم بن سعو، قہد بن عبد اللہ بن عبد العزیز، قہد بن ترکی بن عبد اللہ بن محمد بن سعو، محمد بن حسن بن مشاری بن سود، ابراہیم بن حسن بن مشاری، عبد اللہ بن حسن بن مشاری، عبد اللہ بن ابراہیم بن حسن بن مشاری، عبد اللہ بن قحان، عبد اللہ بن ناصر بن مشاری، محمد بن عبد اللہ بن محمد بن سعو، سعو بن عبد اللہ بن محمد بن سعو، عبد اللہ بن حسن بن مشاری، محمد بن سعو بن عبد اللہ بن محمد بن سعو اور آل اشیش ۴ میں سے متعدد ذیل اشخاص شہید کئے گئے۔

سلیمان بن عبد اللہ بن اشیش، علی بن عبد اللہ اشیش، محمد بن عبد الرحمن بن حسن بن اشیش، ان میں سے سلیمان بن عبد اللہ کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور پھر جسم کی تکاؤ دہنی کی گئی۔ اللہ سے جوشی انتقام!

آل سود اور آل اشیش کے علاوہ متعدد ذیل علماء اور اعیان شہید ہوئے ان میں سے بیسے میدان جنگ میں کام آئے اور اکثر سنگتوں، ہندوؤں اور مختلف قسم کی اذیتوں کا شکار ہوئے۔

علی بن محمد بن راشد عربی، قاضی خراج، صالح بن رشید البحرانی، عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن سلیم، محمد بن عیسیٰ بن سلیم، محمد بن ابراہیم بن سعدانی۔

ان متزلزلین کے علاوہ بعض مشور اہل علم کے ساتھ ابراہیم پاشا انتھانی بدتمیزی سے پیش آیا۔ قاضی احمد بن رشید الخبلی مرند کے مشور عالم میر عبداللہ کے باپ متیم تھے، ازود کو ب سے ان کی تواضع کی گئی اور تمام دانت اکھاڑ ڈالے گئے۔

یہ قاضی احمد بن رشید جن کا پورا نام احمد بن حسن بن رشید ہے، اسدا کے رہنے والے اور فرقہ سنبل کے مشور عالم تھے۔ عام طور پر الخبلی کے نام سے شہرت مٹی۔ پہلے یہ شیخ کی دعوت کے مخالف تھے، پھر موید ہو گئے مرنۃ الرسول کا جوار پسند آگیا تھا، وہیں متوطن ہو گئے تھے۔ بڑی عمر پا کر وہیں وفات پائی۔

مُسب الرواہیۃ، (۲۳-۲۴) میں ان کا مضمحل ذکر ہے لیکن ان کے قول دعوت کی اسحب کے مصنف نے عرب و غریب کا ویس کی ہیں۔

اسی سلسلے میں شیخ عبدالعزیز الحصین نامری (ف ۱۲۳۰ھ) جیسے کبیر امن عالم اور بزرگ کے ساتھ بدسلوکی کا نقشہ بھی آتا ہے۔ فتح شمر کے وقت شیخ عبدالعزیز الحصین بھی وہاں تھے ابراہیم پاشا نے انہیں اپنی مجلس میں بلوایا، کبیر بنی کی وجہ سے وہ خود آ سکتے تھے۔ مجبوراً لوگ انہیں اٹھا کر لانے (جی بھولا)۔

انہوں نے آتے ہی سنون طرہ پر:

سلام علیک یا ابراہیم

کما۔ مصری پاشا کی پر غرور پیشانی پر شکن پڑ گئی۔ اور وہ شیخ عبدالعزیز کا تسخیر کرنے لگا
شیخ نے نصیحت شروع کی، اور مغول کی چند لڑتیلیں پڑھیں۔ تو پاشا نے کہا: جہاں
بیٹے میں نے تیرا قصور صاف کیا ہے۔“

یہ وہی شیخ عبدالعزیز ہیں، جو شیخ نو کے خاص شاگرد تھے، اور خود ان
کی زندگی میں دو مرتبہ (۱۱۳۳ھ - ۱۱۳۴ھ) ’غزالی کی حیثیت سے بہانہ بچ گئے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (پہلا باب)۔

اس وارد گوئی سے جو خوش نصیب بن کر نکل سکے۔ ان میں ترکی بن عبداللہ بن
نصر بن سود (جس کے ہاتھ آگے چل کر نجدی حکومت کی تجدید ہوئی) اور شیخ علی بن
حمین بن شیخ الاسلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آل سود کے بعض افراد اس وقت
تو بچ کر نکل گئے، اور جب پھر وہ درعیہ لوٹے تو مصری حاکم نے انہیں پکڑا کر
مصر بھیج دیا۔ ان کے علاوہ آل سود اور آل الشیخ کے باقی ماندہ افراد مع اہل و
عیال کے مصر بھیج دیئے گئے۔ جہاں یہ غریب الوطنی طرہ تک مقیم رہے۔ بعض
انہیں قتل کر دیئے، اور اکثر حالات سازگار ہونے پر اپنے وطن کو واپس چھوڑے۔
غریب الوطنوں کا یہ قافلہ دار جب ۱۱۳۳ھ (۱۳۱۱ء) کو مصر پہنچا، ان کی

لے عزرائیل اور صلا۔ ۱۔ ۱۱۳۳ھ، خلاصۃ الکلام، ص ۳۳۔

۱۱۳۳ھ ان ہی واپس ہونے والوں میں نجد کے دو مشہور عالم شیخ عبدالرحمان بن حسن بن شیخ الاسلام
اور ان کے صاحبزادے شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمان بن حسن بھی تھے، جن کا ذکر اس کتاب کے پہلے
باب میں آچکا ہے۔ ملاحظہ ہو (۵۶-۵۷)۔

تعداد عورت، مرد اور بچوں کو طاکر چار سو کے قریب تھی (ہجرتی ج ۲ ص ۲۰۳)
 درجہ کی بربادی اور میدان پر قبضہ ذی قعدہ ۱۲۳۳ھ کے احوال میں ہوا، لیکن اس
 کی تباہی و بربادی کا سلسلہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا۔ خرمابڑ بہیم پاشا کوئی
 نو سینے وہاں رک گیا۔ روقہ نیا حکم جاری ہوتا اور اس کی پابندی کوئی جاتی جب
 تمام مرحلے طے ہو گئے، تو پھر انھوں میں ایک ایسی ضرب لگائی گئی جس سے آل سود
 کا یہ پہلا پایہ تخت پھر نہ بچ سکا۔

شہابی ۱۲۳۳ھ (جون ۱۸۹۹ء) میں محمد علی پاشا کا حکم پہنچا اور اس کے
 مطابق لائق بیٹے (ابو یوسف) نے درجہ کی بربادی کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا،
 "سری فوج نے سارا شہر کھوکھو کر پھینک دیا۔ تمام باغ و ٹکستان جو سے کا
 ٹا۔ بوڑھے بچے مکڑ اور یاد سب یکساں قلاب کا شکار ہوئے گھروں
 میں آگ لگا دی گئی اور چند روز میں ملتان بڑا باغ بیل کر خاک و سم بھ گیا۔"

یہ مصریوں کے جنوبی انتقام کا سب سے بدترین مظاہرہ تھا۔ یہ وہ درجہ ہے،
 جو شیخ کی دعوت سے پہلے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ شیخ کی دعوت نے اسے
 مرکزیت بخشی اور آل سود کی کوششوں اور حوصلہ افزائیوں سے محمود عرصہ
 میں ایک آبا و اجداد خوش حال شہر بن گیا۔ ابن بشر درجہ کی خوش مالی مدد کو تیار تھا
 مرکزیت کا شاندار فٹنل میں ذکر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں اس کے اپنے چشم دید
 تاثرات خاص رحمت رکھتے ہیں۔

سرکار برطانیہ کی مبارک باد اور حید کو خاک سیاہ کرنے کے بعد ابراہیم نجد کے
اور اعداؤ کی پیشکش

ہندوستانی افسروں کو ایک عیب بخیر سوچی۔ انہوں نے ابراہیم کو مبارک باد دینے
کے لئے ایک خاص وفد کپتان جانج فارسٹر لیئر **George Sadlier**
Forester کی ماتحتی میں روانہ کیا۔

اس مبارک باد کی تہ میں جو جذبہ کام کر رہا تھا اس کے بجھنے کے لئے یہ حقیقت
پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کمپنی کی حکومت غلج خداس کے سائل پر اپنا اثر و اقتدار
بڑھانے کے لئے عرصہ سے کوشاں تھی۔ نجدی اقتدار سائل پر بڑھا، تو بحری تجارت
کی رفتار تیز ہو گئی اور تجارتی جہازوں کو نقصان پہنچنے لگا۔ اس بحری ترقی **Piracy**
کا خاکہ کرنے کے لئے حکومت بمبئی نے ۱۸۶۴ء میں قرسان کے مرکز اسلخندہ
پر حملہ کیا اور اسے جلا کر خاک سیاہ کر دیا، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

اب جو کمپنی کی حکومت کو مصری فتوحات اور نجدیوں کی تباہی کی خبر ملی تو اس
کے دل میں غم نہ پیدا ہوا کہ کمپنی اس نئی طاقت کے ہاتھوں بھی اس کے اقتدار
کو صدمہ نہ پہنچے۔ وجہ کے قبضہ کے ساتھ ہی کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن

سے یہاں پر بدوؤں کو دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سائل پر نجدی اثر بڑھتے ہی بلانی مغربوں
نے نجدیوں سے بھی غلاما پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ بعد کے بلانی بریڈنڈ نیستی
Manesty نے ۱۸۹۹ء میں **Reinand** کو خاص اس غرض سے
ورسنگو پایا تھا۔ اور اس وقت اسے صدر ضعی کامیابی بھی ہو گئی تھی۔ ہر گارقد (حاشیہ ص ۸۷)

سے ان کا اندر شد قوی ہو گیا۔ مصری فوجی دستے بلیج فارس کے ساحل علاقوں پر
 ملک و تاز کرنے لگے۔ اور اس میں انہوں نے برطانوی حلقہ نفوذ و اثر کا احترام بھی
 ملحوظ نہیں رکھا۔ برطانوی افسر اپنے نجدی عربوں کی بربادی پر تو بہت خوش تھے لیکن
 مصریوں کے ہاتھوں اس نادر و ابرار کو مگے لئے بھی تیار نہیں تھے۔ فرما پستان ج۔
 ف۔ پیشدیر کو ابراہیم پاشا کی خدمت میں درخیز بھیجا گیا۔ اسل میں برطانوی افسروں
 کو مصریوں کے عرض و غایت کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ بلیج فارس
 رکھا۔ مصری نجد پر بھی اسی قبضہ یا حکومت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ درمیر کی فتح کے
 ترنگ میں، لیکن ہے، انہوں نے اس کے پاس کے علاقوں پر دستے بھیجے ہوں،
 لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ پاشا اور منظم حکومت قائم کرنے کا ارادہ انہوں نے
 کسی نہیں کیا۔ ادھر بھی وجہ ہے کہ ابراہیم پاشا درمیر کو تباہ کرنے کے بعد سارے علاقے
 کو عام ابتری کی حالت میں چھوڑ کر مصر روانہ ہو گیا۔

نیراب آئے، اور ایشیلیر کے مشن کی سرگزشت ایک عواقف کار کی زبانانی
 ”مصریوں سے باواسطہ یا بلا واسطہ، کسی طرح کا مشورہ کئے بغیر نہیں سے“
 (مکتبہ) کے موسم گرما میں ایک برطانوی جنگی جہاز بلیج کی طرف بھیجا گیا۔

اس پر سرکار (His Majesty) کی سینٹا ایسویں (Forty
 Seventh) گرنٹ کا اور اسرا پستان ج۔ ف۔ پیشدیر بھی ایک خاص
 قاصد (Emissary) کی حیثیت سے ساتھ تھا۔ اس کی ہم کا مقصد

ابراہیم کو درمیر کے نزدیک نہ پر مہد کہا وینا، اور پاشا His Excellency

سے مل کر وہابی طاقت کے مکمل امتداد کا مناسب انتظام کرنا تھا :

اس افسر کے ہدایت نامے کے مزید فقرے یہ ہیں :

”اگر جیسا کہ غالباً صورت حال ہو، پاشا، برطانیہ حکومت کی امداد سے فائدہ

اٹھانا چاہئے تو ایک مکمل اور مضبوط بحری فوجی طاقت جلد درجہ بندی کی جائے گی

اور ترکوں، مصریوں، آفریقیوں اور اس افسر پر قبضہ دلا یا جائے گا۔۔۔“

”لیکن تاریخ میں بہت کم خفیہ مشن ایسے ناکام ہوئے ہوں گے جیسا کہ میڈلیر

مشن کی قسمت میں کھاتا تھا :

تفصیل عجیب تھی ہے۔ خلاصہ یہ کہ میڈلیر عرب کے ساحل پر اس وقت اترنا جب ابراہیم

درعیہ کی بے باوی سے سیر ہو کر وطن کی واپسی کا ارادہ کر رہا تھا۔ بتانے والوں نے اسے

بتایا کہ یہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے طاقت کس مقام پر ہو سکے گی ؟ یہ ۲۰ جولائی

۱۸۸۲ء کو روانہ ہوا۔ درعیہ کے پاس سے گزرتا ہوا اشتراک پہنچا۔ وہاں سے رخصت آیا۔

بیل اسے ابراہیم کی فوج قریبی لیکن خود پاشا، دینہ کے لئے رخصت سفر باندھ چکا تھا۔

ابراہیم کو اس کی آمد کی اطلاع تھی لیکن وہ کوئی ایسا ملے کا مشتاق نہیں تھا کہ اس کا

انتظار کرتا۔ آخر دینہ کے قریب پاشا کی خدمت میں نہ رادہ، نہ سیر کو بار یا بی جہتی۔

پاشا نے لشکر و اخلاق سے کی، لیکن کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا۔ اور برطانیہ کا مقصد تمام

واپس آیا۔ البتہ اس نے اس میں سینے کی باور یہ گروہی سے ایک بڑا امتیاز حاصل کر لیا۔

یہ پہلا یورپی تھا جس نے جزیرہ العرب کو ایک متحدہ سے دوسرے متحدہ ملک عبور کر لیا

تفصیل کے لئے جلد، ہوگا رخصت Penetration of Arabia ۱۰۴-۱۱۱

درجہ مصریوں کے ہاتھوں ایسا برباد ہوا کہ پھر نہ آباد ہو سکا۔ یہ تباہی ایسی جو حد شکن تھی کہ ایک عرصہ تک نجدیوں کے بچنے کی کوئی امید نہیں دکھائی دیتی تھی۔ بسنت جیسے وسیع النظر اور بظاہر عربوں کے ہمدرد و مدبر نے سنہ ۱۸۹۸ء میں اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

”عرب میں سعودی خاندان کے اقتدار کو اب قصہ ماضی سمجھنا چاہئے“

ڈاؤنی (Daughty) سنہ ۱۸۹۸ء میں اہل نجد کی عام رائے نقل کرتا ہے۔

”اب وہابی حکومت دوبارہ زندہ نہیں ہونے کی حکم ازکم نجد میں ہی خیال کیا جاتا ہے۔ اور نوٹ کر جیسے دشمن اسلام نے سنہ ۱۸۹۸ء میں یہ رائے ظاہر کی۔

”اس نیک کا خاندان خاندانی نکاحی پر ہوا اور سیاسی طور پر یہ ایک شاندار ڈھونڈ ثابت ہے۔“

دوسری جگہ ہی دشمن اسلام و عرب لکھتا ہے:

”عرب میں سعودی خاندان کے اقتدار کو اب قصہ ماضی سمجھنا چاہئے۔“

لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ جزیرۃ العرب کی امانت پھر انہیں نجدیوں کو ملی اور پہلے سے زیادہ وسعت و اقتدار کے ساتھ۔ اہل درجہ پھر نہ بن سکا۔ نجدی حکومت

لح ۱۲، ۲۶۵ - ۱۲، ۲۶۵

سنہ ۱۸۹۸ء تک بحوالہ قلمی حصہ ۱۲، ۲۶۵ (قلمی حصہ ۱۲) کو حیرت ہے کہ زبور کا یہ ریمارک ہی کی کتاب کے سنہ ۱۸۹۸ء کے انڈیکس میں بھی اسی طرح قائم ہے۔ حالانکہ موجودہ سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل بن ترکی بن عبدالعزیز بن عبدالمعز بن سعود سنہ ۱۸۹۸ء میں ریاض پر قابض ہو چکا تھا۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا مناسب نہ ہو گا کہ ہو گا مگر (۱۸۹۸ء) نے سنہ ۱۸۹۸ء میں اس ترک کے بچنے اور دوبارہ جنم کے وقوع ظاہر کی تھی۔ گو ریاض پر دوبارہ قبضہ کے بعد یہ شہر کوئی کوئی ایسی قابل تعریف بھی نہیں۔ مابقتہ زبور کا جمل حیرت انگیز ہے۔

کی تہذیب اور تہذیب و مدنیہ میں نہیں بلکہ اسی علاقے کے دوسرے مقام ریاض میں ہوئی۔
اور اب وہی ان کا پایہ تخت ہے۔

وہ صحیبہ کا مرثیہ ارد حید کے جہاں گدا ز فاجہ کا اہل نجد اور ان کے ہمدردوں پر جو کچھ
اثر ہوا ہو گا، اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ رونے والے اپنے اپنے تہذیب
اور ظرف کے مطابق خون کے آنسو روئے ہوں گے۔ ہم ذیل میں صرف ایک مرثیہ
کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مرثیہ نجد کے مشہور عالم محمد بن ناصر بن معروف
رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد شیخ الاسلام) کے بیٹے عبدالعزیز بن محمد بن ناصر بن معروف
کا لکھا ہوا ہے۔ اگر اس میں مرثیہ رندی کے مرثیہ سقوط طلیطلہ یا سعدی کے فوج بغداد

لے عبدالعزیز بن محمد بن ناصر کا شمار نجد کے ممتاز علماء میں تھا۔ چنے والہ ماجد محمد بن ناصر بن معروف
رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ کے دوسرے شاگردوں سے استفادہ کیا۔ عیسائیوں کے دعو میں ان کی ایک
قابل تہذیب (میقتلہ الغریب الجیب فی الدرعی جہاد الصلیب) اس وقت ہمارے سامنے
ہے جو مصر میں شائد طریقت پر ہیں ہوئی ہے۔

کہ ابو القاسم صلیح بن مرثیہ رندی کا مشہور مرثیہ جس کا مطلع یہ ہے :-

لنک شیخ اذا ما آتت نقصان فلا یغنی بطیب بعض اشران

طلیطلہ کا سقوط مصر مشہور ہے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ سقوط غزناطہ (۶۱۶ھ)
کا مرثیہ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سقوط غزناطہ سے نہیں سو برس پہلے کا لکھا گیا تھا۔ فتح الطیب ۶۲۳ھ
کے ذوال ہنداء (۶۲۳ھ) کا مرثیہ جس کا مشہور مطلع یہ ہے :

آسمان راجی بود گر خوں بارود بر زمین

بر ذوال ملک مستصم، ایسی لڑائیں

کا سودہ گناہ اور زور نہیں ہے، پھر بھی اس میں درد ہے اور ایک دیندار قوم کے
ممبر شکر کا آئینہ مرثیہ کا مطلع یوں ہے :-

ایک اللہ العرش اشکو تضرعاً وادحوا فی ضواء ربی البشعاً

نور کے طور پر دو چار شعرا در دست ہیں :

و کمد قتلوا من عصبة الحق فتبیتہ حدایۃ وضایۃ ساجدین و محکمہ

و کمد دمر و امین مریع کان اھلاً فخر ترکوا اللہ ارازا نیستہ بلقا

مضوا و انقضت ایامہم جیس لو دوا شام و دگر اچھٹیا مہر قد نکوٹھا

غبارا حم اللہ انکرمہ بفصناہ جنانا و وضوانا من اللہ انفا

الا و ابدا الاخوان صبرا فاشنی اری الصبار للقدیر خبروا انفا

و کایتا سوا من کشف ما ناب انہ افاشا وری کشف ذاتہا

دعویٰ کی تباہی کے ساتھ (۱۲۳۲ھ تا ۱۲۸۱ھ) شیخ کے تربیت کردہ اور اصلاً یافتہ نجد کی

سیاحی برتری ختم ہو جاتی ہے۔ نجد جدیدہ اور اس کی ترقی ہمارے دائرہ بحث سے خارج

۱۔ عزان ۱۲۸۲ھ - ۱۲۸۳ھ - لے نجد کی تدبیر کے تین دور ہو سکتے ہیں : ۱۔ اہم دور کی

سرحدی سے لے کر ۱۲۳۲ھ تک جب کہ مصریوں کے حملوں اور درمید کی تباہی کے باعث

ان کی قوت تیز ہو گئی۔

۲۔ ترک بن عبداللہ بن محمد بن سعود (۱۲۳۲ھ تا ۱۲۳۹ھ) اور فیصل بن ترک بن محمد بن سعود (۱۲۳۹ھ تا ۱۲۴۶ھ) کی بازیابی کی کوششوں سے شروع ہو کر ۱۲۴۶ھ

تک جب کہ محمد بن عبداللہ آل الرشید (۱۲۴۶ھ تا ۱۲۵۱ھ) امیر مائل نے حائل اور ریاض

ہے۔ اس لئے نجدی حکمرانوں کا قصہ چھوڑ کر ہمیں اب شیخ اور ان کی تصنیفات کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

ہاں اس سلسلے میں نجدی اور مصری لشکر کا یا بھی فرق اور محمد علی اور ابراہیم پاشا کے مزاج و اخلاق کے تعلق بھی دو حرف عرض کروا جائے، تو شاید نامناسب نہ ہو۔ مصری فاتح مصریوں اور نجدیوں کے درمیان عرصہ جنگ و پیکار کا سلسلہ جاری رہا۔ شروع شروع مصریوں کو کافی زک اٹھانا پڑی، لیکن نجدیوں نے اسلامی قانون جنگ کی خلاف ورزی کبھی نہیں کی اور ان کی سپاہ کی شدت اور تقشف کے تعلق جو کچھ کہا جاے۔ پر اخلاق کمزوریوں اور فتن و بغاوت کی مثالیں نہیں پیش کی جاسکتیں۔ جسے محمد علی اور ابراہیم اور ان کے ساتھی، تو ان کے رویہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اسلامیت چھوٹی نہیں لگتی تھی۔ اور چہ چلتا ہے کہ تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں عام طور پر مسلمان اخلاق کی کس حد تک پہنچ چکے تھے۔

نجدی اور مصری فوجوں کا یا بھی فرق معلوم کرنے کے لئے، بشور معاصر مصری نویں جبرقی کا مندرجہ ذیل بیان کافی ہوگا۔ غرض ۱۲۲۰ھ کے حوادث میں مصریوں کی شکست سے بکثرت کہتے ہوئے ایک مصری نویں (خسر) بقول قال بنی، یعنی ایک برہم) کی زبانی

(بقیہ تاریخ ۱۲۲۵ھ) نجد کی دونوں ریاستوں کو اپنے بھندے کے نیچے جمع کر دیا۔

(ج) تیسرا ذریعہ دورِ غلبہ کی زبان نہیں، سکندریہ کی زبان ہے، پہلے چر سے شروع ہوتا ہے، جب کہ عبد العزیز بن عبد الرحمن بن لیصل بن ترکی بن عبد اللہ بن محمد بن سعود نے آل الرشید سے ریاض واپس لے لیا۔

لکھتا ہے:

”ہمیں فتح کیلئے حسیب ہر باہرادی فوج کا بڑا حصہ ہے دین ہے۔ کسی آئین کی پابندی نہیں۔ بلکہ کے بلکہ مسکرات سے بھرے ہوئے ساتھ ہیں۔ ہمارے چھاؤنی میں اذان کی تہراڑ سنائی نہیں دیتی۔ اذان کے دھڑ میں دین اور شعائر دین کا خیال ہی نہیں آتا۔ اور یہ قوم (یعنی بھڑی) عربی تعمیر ہوا القوم ہے) وقت ہوتے ہی اذان دیتی ہے اور ایک امام کے نیچے فروع اور فروع کے ساتھ صف بندی کرتی ہے۔ اگر جنگ کے دوران میں کہیں نماز کا وقت آگیا تو موزن اذان دیتا ہے اور سب صلوٰۃ خوف اٹھا کھڑے ہیں۔ ایک تہا جگہ کے لئے آگے بڑھتی ہے۔ پھر دو سرا گروہ نماز کے لئے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور ہمارے فوج حیرت سے منہ نہا کھتی ہے۔ ان بے چاروں نے دیکھنا تو دیکھنا نہیں۔“

ہم اپنے قلم کو ان برائیوں کے تذکرے سے آلودہ کرنا نہیں چاہتے، جو اس مصری فوجی افسر کے بیان کے مطابق مصری فوج نے بدرا اور اس کے فوج میں ردوار بھی تھیں۔ اتنا اشارہ کر دینا کافی ہو گا، کہ اہل علم اور شہرہ نام کے گھروں کی بھی آبرو برقرار نہیں رہی تھی۔

یہ تو ایک فوجی افسر کا بیان تھا۔ جبرقی کی اپنی رعایت بھی ملاحظہ ہو۔ رمضان ۱۲۳۳ھ کے حوادث میں لکھتا ہے:

”لے جبرقی ۱۲۳۳ھ میں ایضا۔“

”فلکی اور سندر کی راہ سے فرمیں تین وضعات میں آگے پیچھے شعبان اور رمضان کے مہینوں میں روانہ ہوئیں..... اور ان لوگوں نے سفر کا خدشہ کے روزے نہیں رکھے ان کی بڑی تعداد بازاروں میں بیٹھ کر کھانا پینے ہے (یہ لوگ)۔ ہاتھوں میں تبا کو کا ناریل لئے ہوئے بے مشرعی کے ساتھ ٹرکوں پر لگوستے رہتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسلام کے مخالفوں اور کفار سے جہاد اور غزوہ کے لئے جہاز ہے ہیں۔“

جب دین اور دینی نظام کے احترام کا یہ عالم تھا تو پھر وہ عید کی برادری اور منجبر پر قبضہ کے بعد ابراہیم پاشا کا راغ چھڑ گیا، تو اس پر قیوب کیوں ہو؟ جبرتی خارج نجد کی اتانیت اور منجبر کا شاکی ہے۔

”اس فیئٹ“ (میں اچھے دنوں جنگ کے سلسلے میں باہر رہنے) کہ بعد ابراہیم پاشا اپنے کو بہت بڑا سمجھنے لگے اور اس کے غرور کی کوئی حد نہیں رہی، حتیٰ کہ جب علماء و مشائخ اس کے پاس سلام کرنے اور تشریف آوردی پر حیا رکھا دینے لگے تو وہ ان کی تنبیہ کے لئے کھڑا نہیں ہوا اور ان کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔ آخر وہ لوگ بیٹھ گئے اور خیر و عافیت پر ہلکا پیش کرنے لگے! تو اس نے اشارہ سے بھی جواب نہیں دیا، بلکہ ایک دوسرے شخص سے منہی ذات کی باتیں کرتا رہا۔ دو چار سے رغیدہ ہر کر وٹ گئے

۱۔ ۴۔ ۲۰۹۔ ۲۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴

ان کے مقابلہ میں نجدی دہائیوں کے بارے میں ایک عینی شاہد دشموں پرستین
میاح پیدا **Badia** عرف علی بے عباسی کلابانی سنئے ہو نجدیوں کے قبضہ
کے وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھا:

”جب تک وہ یہ نہ جانیں کہ غلامی چیز دشمن یا شرک کی ہے اسے ہاتھ نہیں
لگاتے اور زبردستی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ تمام چیزیں قیمت
دے کر خریدتے ہیں۔ اسی طرح ہر مذمت کی اجرت ادا کرتے ہیں۔ اپنے سردار
کے اندھے اطاعت شعار ہونے کی وجہ سے، اس کے احکام کی تعمیل میں ہر
مشقت برداشت کرنے کو تیار رہتے ہیں۔“

علی بے سے بھی زیادہ محقق میاح برک ہارٹ برٹلٹڈ ہیں (یعنی محمد علی کے قبضہ کے
وقت) مگر سچا تھا۔ اور جس کی کتابیں اس کے صحت بیان اور وقت نظر کی شاہد ہیں،
لکھتا ہے :-

”وہابی اقدام کی تہ میں بری رسموں کے ختم کرنے کی زبردست مخلصانہ خواہش
کام کر رہی تھی، خدا سے خدا دشمنوں سے بھی امنوں نے وعدہ شکنی نہ کی۔ اگر
ترکوں (عسکریوں) سے ان کے حربہ عمل کا مقابلہ کیا جائے تو جیسے ترکوں کی
تمام دوسمات گناہاں ہیں گی، جن میں وہ انورہ ہیں۔“

برک ہارٹ کی پوری کتاب میں سودا اور عباد اللہ کے لئے تعریف کے سوا کچھ نہیں۔

تیسرا باب

تصنیفات | حکیم مشرق اور جدید دنیا کے اسلام کے پہلے سیاسی مفکر امجد جلال الدین
افغانی (دف ۱۳۱۶ھ) کے متعلق مصر حاضری کے مشہور عرب سیاست دان اور مجاہد امیر
شکیب ارسلان (دف ۱۳۶۶ھ) نے ایک جگہ کیا خوب لکھا ہے :-
”انہیں تصنیف و تالیف کی کثرت سے خاص دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کتابوں کے
موقف نہیں تھے، بلکہ محضوں اور قوموں کے مصنف تھے۔“

شیخ محمد بن عبد الوہاب کے متعلق بھی یہ فقرہ قنوی سی تبدیلی کے ساتھ دہرایا
جاسکتا ہے۔ پھر بھی تبلیغ و دعوت کے سلسلہ میں شیخ نے جرحہ لکھا، وہ کچھ ایسا کم بھی
نہیں ہے۔ نیز علمی لحاظ سے بھی اس کا پایہ بلند ہے۔ ان تحریروں میں مشکل از سرگافیا
اور یونانی علوم سے متاثر مشائخ فقہاء کی دوسرا کاربائیں نہیں ملیں گی۔ وہ فیض محمدانہ
طریقہ پر لکھتے ہیں۔ جو بات کہی ہو وہ لوگ بیز سے سامنے احتفاظ میں کتاب و سنت کے

تصوف سے آراستہ و پیراستہ۔ سہائی اور حقانیت کے پیکر کو ظاہر ہی جمال
آرائش کی کیا ضرورت؟ سہائی اپنے اندر خود ایک نامعلوم کشش رکھتی ہے۔
ان کی تصنیفات کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر یونان اور یونانی علوم
کی ہلکی سی پہچانیں بھی نہیں پڑی۔ ہمارے ان ہندوستان کے بڑے سے بڑے
مہر دین امت کی کتابیں بھی یونانی گورکھ دھندوں اور اشراقیت کے
اثرات سے یکسر پاک ذرہ نکلیں۔ شیخ کا طریقہ بالکل قرآنی ہے اور ان کی
دلیلیں، جزو دکل، قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔

دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ہاں تصوف کی اصطلاحات بھی
ناپید ہیں۔ ویدانت اور نو افلاطونی فلسفے کے اس عجوبہ مرکب نے (جس کا
نام لوگوں نے تصوف رکھ چھوٹا ہے)، اسلام کی بنیادیں بھوکھلی کر ڈالیں۔ اسلام
ہند کے مہر دین نے یہ بڑی غلطی کی کہ وہ اس ایون کا استعمال کرتے رہے ایون

نے بعض دوستوں نے یفرافٹل کی ہے کہ تصوف کی مخالفت عیسویت کے ساتھ ذکی مہلے
بلکہ پیسے ملا موڑ کے فقرے سے بے عمل علماء کی فغان دہی کی جاتی ہے۔ اسی طرح صوفیہ
کی اصطلاح کا اور بدست فواز صوفیوں نے اسے استعمال کی جائے۔ ہمیں اس شور سے
کے قبل کرنے میں تاہل نہ رہتا، اگر ہمارے سامنے تصوف کی بناء کا ریش نہ ہوتا۔ باقی وہ
بس اصحاب اور ملازمی جو تکیہ کو رعونت دیتے ہیں، اس سے کس کا فخر کو محکوف ہو گا، اختلاف
اس غیر شرم اصطلاح تصوف سے ہے جس کے پٹے زبانی دھاندلے ہیں وہ فریبگاہ بنا کر گرم
رہتا ہے ملو اس مخدع نام سے کہنے کی بھی صورت ہے کس لباس کی کو آئندہ کر سیک دیا جائے۔

بہر حال فیون ہے، آپ اس کے لاکھ بدرقے استعمال کرائیے، اس کے برے اثرات بہر حال اعضاءے ریسر کو تباہ کرتے جائیں گے۔ تجویز ہر اکہ بندھان کے معلق، آج تک اس مایا جال سے نہ نکل سکے۔ لیکن شیخ کے صحیح علاج اور اس ایفون سے مکمل پرہیز کے باعث نجد اور نواح نجد کے مسلمان اس گورکھ وحسنے سے ہمیشہ ہمیش کے لئے نکل گئے۔

جہاں کہ یہ شیخ کے طرز بیان کا تعلق ہے، اس میں کوئی الجھلا نہیں رہتا۔
 وانشاء امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸) ابن قیم (ف ۷۵۰) اور شاہ ولی اللہ (ف ۷۸۰) کی طرح بہت جلد نہیں۔

لیکن ان کی تحریروں میں ایک دوسری افول چیز ہے، جو پورے اسلامی راجہ میں خالی خالی نظر آتی ہے اور اٹھویں صدی ہجری کے بعد تو بالکل غنجا ہو گئی تھی۔ آپ ان بات میں قوم اقبال کی زبان میں اسے نفس سے تعبیر کریں، ان کی ہر عطرانیہ میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاید یہ اس دینی تڑپ کا اثر ہو جس نے اخیر عمر جہاں قرار رکھا۔ آخراں میں کوئی چیز تو تھی جس نے ان کی آن میں نجد اور اس کے فواج کی کیا چند کہ دی۔ خلاصہ یہ کہ ان کی چھوٹی بڑی تمام کتابوں اور ناموں کے رسائل میں یہ تاثر زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

میں شیخ کی سب ذہنی تاثیرات کا علم ہو سکا ہے۔

۱) کتاب التوحید شیخ کی تصنیفات میں یہ رسالہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ جس طرح ہندوستان کے خوش فہموں میں مولانا مہدیں شہید (ش ۱۳۲۵ھ) کی "تقویۃ الایمان" بدنام ہے، اسی طرح عرب و عجم کے اکثر خوش عقیدہ لوگوں میں

کتاب التوحید بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی۔ اس کا پورا نام کتاب التوحید
الذی هو حق اللہ علی العباد ہے۔ اس میں شیخ نے توحید کی حقیقت، اس
کے حدود، شرک اور اس کی غریباں، اور اس میں ابتلا کے تمام راستوں (مقلدہ
استغاثہ، توسل، دعا، نذر، ذبح، بھڑکناست، خالی، وغیرہ وغیرہ) کو کھول کھول کر بیان
کیا ہے۔ اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے۔ ہر باب کے مطابق قرآن و حدیث
کی صاف اور واضح شہادتیں پیش کر دی ہیں

یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور باتوں باتوں گئی۔ بار بار ہزاروں ہزار کی
تعداد میں طبع ہوئی مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ اردو میں بھی کئی ایک ترجمے
ہو چکے ہیں۔ انگریزی ترجمہ کا اب تک پتہ نہیں چلا۔

ملائے نجد نے اس پر شرمیں بھی لگی ہیں، جن میں بعض بہت مفید اور پر مغز
ہیں۔ ہر دیکھنے والے کو شرمیل کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ اٹلی آکس کی عربی فرسٹ (ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵) میں کتاب التوحید کے انگریزی ترجمہ
کا حوالہ دیا گیا ہے (جنرل رائل ریشیکہ۔ سوسائٹی ۱۸۹۷ء) اماں کہ وہ ترجمہ شیخ عبداللہ
بن محمد بن عبداللہ کے اس رسالے کا ہے، جو انہوں نے ۱۲۸۸ھ میں فتح مکہ کے وقت تائید
کیا تھا۔ یہ بروکھین کو بھی ملا تھا (ج ۲ ص ۲۸۹) لیکن قبل ۱۲۵۱ھ میں اس سے
نیچے کر لی۔ لیکن شخص کے بعد ہی سنہ کی غلطی ہو گئی۔ غلطی کی بجائے ۱۸۹۰ء چھپ گیا ہے
شیخ عبداللہ کے رسالہ کا ترجمہ انکلی (O'Kinely) کے نام سے ہے اور اس نے عرب
عربی لفظوں کی ہیں۔ کسی موقع پر دہرائے گا۔
۲۔ نکتہ ادب عربی (ج ۱ ص ۵۲۱) میں (ج ۱ ص ۵۲۱)

(الف) الدر المنضیلہ محمد بن حسن النہدی جو دہلی میں طبع ہوئی (۱۲۱۳ھ)۔

(ب) فتح اللہ المجید المجید مصنفہ حامد بن محمد بن حسن، جو امرتسر میں چھپی (۱۱۹۵ھ)۔

پہلے کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ دوسری شرح اودھدی اور معمول ہے یہ ممکن ہو کہمیں نے صحیح اہم شرح فتح المجید کا ذکر نہیں کیا۔ یہ اصل میں سلیمان بن عبداللہ بن شیخ (۱۲۳۳ھ) نے لکھا شروع کی تھی، لیکن نامکمل رہی۔ تیسری شرح عبداللہ بن حسن بن شیخ (۱۲۴۵ھ) نے کی، اور کافی اضافے بھی کئے، اور دہارے سائے جس شکل میں ہے، دو شیخ ابن حسن ہی کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ اس شیخ میں تمام مسئلوں پر سیر حاصل بحث ہے۔ جابجا اہم ابن قیم (۱۲۸۵ھ) اور ابن قیم (۱۲۸۵ھ) کی کتابوں سے طویل اقتباسات دیئے ہیں۔ اور اس طرح پر یہ شرح ایک جامع اور مفید کتاب ہو گئی ہے۔

یہ پہلے طبع انصاری، دہلی میں چھپی تھی۔ (۱۲۱۳ھ)۔ دوبارہ مکتبہ ملیہ مصر میں بحرین کے مشہور تاجر شیخ عبدالرحمن ابن قیم ہی کے صرف سے معمولی کاغذ پر چھپی (۱۲۳۳ھ) اور منت فیسم ہوئی۔

اب تیسری مرتبہ طبع انصار الفتنہ المہدیہ، قاہرہ میں شیخ محمد مامون الفقی کے اہتمام سے منایت آب و تاب کے ساتھ چھپی ہے (۱۲۵۵ھ) آغا میں محمد حامد الفقی نے مصنف کے حالات بھی دیئے ہیں، جو عثمان المودے سے منقول ہیں۔ ناشر نے جابجا احادیث کی تحریک بھی کی ہے، نیز شرح میں جہاں جہاں نام ابن قیم اور ابن قیم کے اقوال یا حوالہ نقل کئے گئے ہیں، وہاں ناشر نے عاشرہ میں مل

کتابوں کا ٹیکہ ٹھیک حوالہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس سے مراجعت میں بڑی آسانی ہو گئی ہے۔

شیخ عبدالرحمان بن حسن نے اس فصل مشرح (جو شیخ سلیمان بن عبداللہ کی نامکمل مشرح کی تکمیل ہے) کے علاوہ کتاب التوحید پر کچھ تعلیقات کرائے تھے۔ وہ بھی الگ قرۃ عین الموحدین کے نام سے چھپ گئے ہیں۔ طبع لبنان۔ مصر ۱۹۸۱ء۔ ماقم کی نگاہ سے یہ کتاب نہیں گزری۔ محمد حامد الدفنی نے بھی اس کے حواشی میں کہیں کہیں اس کے اقتباسات دیئے ہیں۔

(۲) کشف الثبوتات من التوحید۔ اسے ہم کتاب التوحید کا مکملہ کہہ سکتے ہیں۔ یوں تو شیخ کی تمام کتابیں توحید سے متعلق ہیں، اور کتاب التوحید کا تمہیہ بھی جاسکتی ہیں۔ لیکن رسالہ کشف الثبوتات میں توحید ہی توحید ہے۔ عام طور پر لوگوں کو توحید کا کیا ہے، کسے حلقے جو شکوک ہوتے ہیں۔ ان کا ازالہ کیا گیا ہے۔ کبھی کوئی غوث کا خیال آتا ہے۔ کوئی توکل اور متغافل کی راہ سے جھک جاتا ہے۔ کہیں شذاعت بھی ہو گیا پیدا کرتی ہیں۔ اس رسالہ میں ان سب ثبوتات کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ اذکار توحید کیسر قرآنی ہے۔ کہیں ادنیٰ ابہام نہیں، اور نہ متحرزین کے جدیدہ عزیمات کا کہیں سایہ بھی پڑنے پایا ہے۔ ایک جھوٹا سا رسالہ مطبوعات اور فوائد کا گنجینہ ہے۔ بار بار چھپ چکا ہے، تباہت سامنے دوامنا ہے، جو بیلی بن ریح نجوی کے مجبور (مکتبہ) میں چھپا ہے۔

(۳) الاسرار المشائخہ وولدتا، معرفت رب، معرفت دین اسلام، معرفت نبی۔

ان تینوں اصولوں کی دل نشیں انداز میں وضاحت کی گئی ہے نہایت چمکنا سا رسالہ ہے۔

(۴) شروط الصیاقہ وار کا نام اس مختصر ماسے میں نماز کی شرطوں (اسلام، عقل، بوجھ، رش، عرش، اذاعت، نجاست، ستہ عرقہ، دخول وقت، مستہال، نہیہ، ریت) کی توضیح کی گئی ہے نیز نماز کے ارکان اور واجبات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(۵) اربع قواعد: اس رسالہ میں بھی توحید کے بعد پہلو نہایت موثر اور رسالہ طریق پر بیان کئے گئے ہیں۔ چار اہم قواعد یہ ہیں:

دو، اگلا عرب ہی اللہ تعالیٰ کو سنانی رفاق اور مدبر مانتے تھے لیکن اس سے وہ اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔

ب، گناہ عرب بھی اولیٰ امن دون اللہ کو قربت اور شفاعت ہی کے لئے پکارتے تھے۔ وہ یزدن، ہوا، شفعہ، فاعل اللہ،

دج، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ، نبیاء صالحین، انبیاء، اجمار، شمس، قمر کی پرستش کرنے والوں سے یمنیں نکال کیا اور ان مختلف قسم کے شرکوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ روائیں رکھی۔

دو، اس زمانہ کے مشرک پہلے مشرکین سے گئے گئے ہیں۔ وہ تو مہذوم مسیبتوں میں اللہ کو یاد کر دیا کرتے تھے اور موجود زمانہ کے مشرک ہر حال میں اولیٰ امن دون اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

اس مختصر رسالے میں انہیں چار قواعد کی آیات قرآنی سے توضیح کی گئی ہے
یہ تینوں رسالے علی بن ربیع نجدی کے طبع کرائے ہوئے مجلہ میں ایک
ساتھ چھپے ہیں (جلد ۱) مطبع المنار قاہرہ ۱۳۳۵ھ، نیز مجلہ الکتاب المفید
مطبوعہ مکہ مکرمہ (جلد ۳۳۳) میں بھی یہ رسالے شامل ہیں۔

(۶) اصول الایمان: ایمان کے مختلف ارباب کی امارت سے تشریح
کی گئی ہے۔ آغاز کی عبادت سے علوم ہوتا ہے کہ شیخ کے بعض فرزندوں نے اصل
رسالہ میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے "وقد زاد حید بعض اودادہ زیادۃ حسنہ"

پہلے دوں میں چھپا تھا۔ اب مجلہ الحدیث النہدیہ (قاہرہ: مطبع المنار ۱۳۳۵ھ)
کے ضمن میں طبع ہوا ہے (ص ۱۴۰-۲۰۹)۔

(۷) کتاب فضل الاسلام: اسلام کے شرائط کی توضیح کے ساتھ ساتھ ہجرت
شرک کی برائیاں مکمل کر بیان کی گئی ہیں۔ (مجلہ الحدیث النہدیہ: ۱۳۳۵-۱۳۴۲)۔

(۸) کتاب الجہان کھار کے تمام اقسام، الگ الگ ارباب کی صورت میں تفصیل
کے ساتھ بیان ہوئے ہیں ہر باب میں قرآن و حدیث کے انصوس سے توشیح کی
گئی ہے بلکہ مصنف نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے۔ قرآن کلیم اور
سنت نبوی کا سلیقہ کے ساتھ جمع کر دینا، اپنی جگہ پر خود ایک کام ہے۔

(مجلہ الحدیث النہدیہ: ص ۳۱۰-۳۵۸)

(۹) نصیحت المسلمین: یہ ایک مستقل کتاب ہے جس میں اسلامی تعلیم کے تمام
شعبوں پر الگ الگ بابوں میں حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں مصنف نے اپنی

عرف سے بہت کم، بلکہ کچھ نہیں لکھا ہے: (مجموعۃ الحدیث ص ۳۱-۳۲)

(۱۰) ستہ مواضع من السیرۃ: سیرت طیبہ کے چھ مقامات کی توضیح اور ان کے نکات پر چھوٹا سا رسالہ ہے، وہ چھ مقام (ستہ مواضع) یہ ہیں:

(۱) نزول وحی کی ابتداء: (ب) تعلیم تربیت اور کفار کا رد: (ج)

(د) حکم العزائین العلوی کا واقعہ: (ه)

(و) البرطال کا خاتمہ: (ز)

(ح) ہجرت کے منافع اور ان سے سبق: (ط)

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تداوی کا قصہ

(مجموعۃ الکتاب المفید: ص ۲۳-۱۹)

(۱۲) تنذیر الفاتحہ: سورۃ فاتحہ کی نہایت ہی مختصر تفسیر، لیکن اس میں بھی شیخ

کا جذبہ توحید طرے نمایاں ہے۔ (مجموعۃ الکتاب المفید: ص ۱۹-۱۸)

(۱۳) مسائل الہدایۃ: اس رسالہ میں شیخ نے ایسے ایک سو اکیس مسئلے

بیان کئے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل جاہلیت اور

ان کے معتقدات کی مخالفت کی ہے۔ محمود شکر علی آوسی (دفعۃً من اللہ) نے

اس کی مشورہ بھی لکھی ہے۔ (الزمزمیہ: ص ۵۲-۴۴)

(۱۴) تفسیر مشادۃ: کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر جس میں توحید کی اہمیت اور فضیلت

اخراج میں واضح کی گئی ہے (دفعۃً من اللہ: ص ۴۸)

(۱۵) تفسیر علی بن ابی طالب علیہ السلام اور سورۃ فرقان میں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

طہ حضرت مشورہ اور غنیمت لائبریری، لاہور: ج ۱۸، ۲، صفحہ ۱۴

کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایک ایک آیت سے بیسیوں مسئلے، استفادہ کرتے جاتے ہیں یہی اس کی خاص خصوصیت ہے۔

(۱۵) کتاب المیرۃ: یہ سیرت ابن ہشام کا خلاصہ ہے۔ پٹنہ لاٹبریری میں اس کا ایک بہت اچھا اور قدیم نسخہ ہے۔

(۱۶) ابدی الفہرست: امام ابن القیم کی زاد اللہ العالی کا مختصر کتاب کے اوپر صرف مختصر البدی الفہرست لکھا ہوا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پٹنہ لاٹبریری میں ہے۔ ان کے علاوہ شیخ کے چھوٹے چھوٹے متعدد رسائل ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی بعض رسائل اور استفادات کے جوابات روشنی افکار میں درج ہیں۔

سود اتفاق سے اہل نجد کے بدنام کرنے میں تین بہائیں شریک ہو گئیں نیکی اور مصری حکومتوں سے تو براہ راست ٹکرائی، اور جنگ و پیکار کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ حکومت ہند سے بھی ایک دو ٹکرائی ہوئی تھی۔ اس لئے تینوں حکومتوں اور ان کے وظیفہ خواہوں نے اس کا فیصلہ میں نمایاں حصہ لیا۔ ان کے علاوہ اشرف کہ اور ان کے حواری اپنے نذر و نیاز کی آدمیوں کی بندش پر انگ برہنہ تھے۔ نیز عام لبرل سیاح (انگریزوں کے علاوہ بھی) جزیرہ العرب میں صبح نہ بھی بیداری کو اچھی آنکھوں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مختلف اسباب کے ماتحت، مختلف حکومتوں اور جماعتوں نے فوج کی دعوت کی، بانی اور بنامی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سے کچھ دنوں پہلے تک مہربانیت نے ایک ہوئے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پھر ہندوستان میں حضرت سید احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی تحریک و تجدد نے کہ مکرر اور دہرہ منورہ میں قبروں اور قبو کی آدمیوں پر ایک بڑی جماعت کا گزرا تھا۔ ۱۲۱۵ھ میں سودی قبضہ کے بعد ان کی مدد بند ہو گئی، تو یہ دعوت کے مخالف بن گئے اور سود و خود یک طرح طرح کی غلط بیابیاں کرنے لگے۔ جبرق ۱۲۱۵ھ (۱۸۵۵ء) صفر ۱۲۱۵ھ کے حوادث میں کھتا ہے:-

”عاجیوں کے ساتھ، ابن مکہ کی بڑی تعداد واپس کے خوف سے بھاگ کر آئی ہے۔ لوگ ”وہابی“ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ بعض اسے خابلی اور کافر بتاتے ہیں۔ یہ رائے اہل مکہ اور ان کے پیروں کی ہے۔ اور بعض بے غرضی کے وجہ سے، ان کی مانے سے اختلاف رکھتے ہیں۔“ ۱۶۱-۱۶۲

جملہ کو "وہابیت" کا نام دے کر اسے اسلام سے الگ ایک خارجی قسم کے مذہب کی حیثیت دے دی گئی۔

آج سے تیس چالیس برس پہلے، ان غلط الزامات کے قبول کرنے کی کوئی توجیہ کی جاسکتی تھی۔ اہل نجد کی کتابیں عام طور پر نہیں مٹی تھیں، اور خود علماء نجد اپنے محدود علاقہ سے باہر تبلیغ و اشاعت پر بہت کم توجہ کرتے تھے۔ اس لئے اس وقت یہ بہت ممکن تھا کہ کوئی شخص سہیل کے ساتھ ان کے متعلق غلط رائے رکھتا ہو۔ لیکن آج کہ شیخ اور ان کے شاگردوں کی تصنیفات چھپ کر عام ہر جگہ ہیں، لاعلمی کا فہرہ سوج نہیں ہو سکتا۔

شیخ کا فقہی مسلک | اہل شکل میں دیکھنا چاہتے تھے۔ عقائد و اعمال

ہر چیز میں سلف کی پیروی ان کے دل سے لگ گئی تھی۔ فروع فقہ میں وہ امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ پر "دف سلاک" کے مسلک پر عمل کرتے تھے۔ لیکن حنا بلہ کے مسلک کے خلاف کوئی حدیث مل جانے پر انہیں کوئی قہر اس حدیث پر عمل کرنے سے نہیں روک سکتی تھی۔

واما ما ذہبنا فذہب الامام

احمد بن حنبل امام اہل

السنة فی الفروع والامار

امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے۔

کا مروف ہو گئے۔

الاجتهاد واذا بانفت للناسنة رسول اللہ کی کوئی صحیح سنت ہم پر
 صحیحة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلتا بہا، ولا تقدم
 کرتے ہیں اور اس پر کسی کا خواہ
 علیہا قول احدی کا ثامن کا ثانی
 کوئی بھی ہو قول مقدم نہیں کرتے
 امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کے اقوال سے وہ بسا اوقات استدلال
 کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تقلید کا پسند بھی شیخ نے گردن میں نہیں ڈالا۔
 ابن تیمیہ اور ابن قیم اسی وقت تک ان کے پیش رو ہیں، جب تک ان
 کے علم کے مطابق وہ کتاب و سنت سے منحرف نہیں ہوتے، بلکہ وہ امام
 یا عالم ان کی نگاہ میں صرف اس لئے محبوب ہے کہ وہ کتاب و سنت پر
 صحیح عمل پر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

الامام ابن القیم وشیخہ امام ابن قیم اور ان کے اساتذہ
 اماما حق مراد اهل السنة و فوف اہل سنت کے ائمہ حق ہیں
 وکتبہم عندنا من اعز الکتاب میں اوصان کی کتابیں ہمیں بہت قیمتی
 والا ناغیر مقلدین لہم فی کل میں مگر یہ کہ ہر سلسلہ میں ہم ان کے
 مستند ہیں۔ مقلد نہیں۔

یہ بات یہ ہے کہ جہاں تک فقہ کا تعلق ہے وہ منجلی مسلک کی اتباع کرتے
 ہوئے ہوں، دوسروں کو اس کا بیرونی پر غور نہیں کرتے۔ وہ شافعی کو شافعی اور

حنفی کو حنفی بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ بدعات اور پیرویہ میں کسی امام نے روا نہیں رکھیں۔ غنا اور مرا میر کے بارے میں فقہائے حنفیہ سے کون زیادہ سخت ہے؟ لیکن آج ہماری آنکھوں کے سامنے اپنے کو حنفی کہنے والے کیا کیا نہیں کر رہے ہیں؟

شیخ کے حنفی مسلک کی مزید توضیح کے لئے ایک اور اقتباس ملاحظہ ہوا۔

وَحْنُ ابْنِ أَبِي الْفَرُوعِ عَلِيٍّ	دہم بھی فردوع میں امام احمد بن حنبلؒ
مَذْهَبُ الْأَمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ	کے مذہب پر ہیں، اور رائے اربعہ کے
وَكَلَّمَ شَرَحِي مَنْ تَكَلَّمَ أَحَدُ	مقلدین پر زنجیریں کرتے۔ البتہ اللہ
الرَّابِعَةِ دُونَ الْغَيْرِ لِعَدَامِ	کے علاوہ دوسروں کی تقلید روا
حُصْبِ مَذْهَبِ الْغَيْرِ وَالْغَيْبَةِ	نہیں دیکھتے، اس لئے کہ ادوں کے کتا
الْغَيْرِ	صح طہ پر دونوں نہیں جیسے وہ افضل وغیرہم
وَلَا نَسْتَقِي الْأَجْتِهَادَ وَالْفَلْطَانِ	اور ہم "اجتہاد مطلق" کے اہل نہیں، بلکہ
وَلَا أَحَدٌ لَدَيْنَا يَذَّكَّرُ بِمَا لَا	دہم میں سے کوئی اس امر کا دوسرے
فِي بَعْضِ الْمَسَائِلِ إِذَا حَمَّ	کتا ہے۔ مگر یہ کبھی مسائل میں اگر

نے ہرگز یقیناً نہیں شیخ الاسلام اور امام احمد بن حنبلؒ کے اختلافات کی ایک فہرست دی ہے جو اثنائی جاہلانہ ہے۔ مثال کے طور پر وہ لکھتا ہے کہ نماز باجماعت حنفی کے نزدیک فرض (Obligatory) ہے۔ اور امام کے ہاں نہیں۔ اس سے زیادہ جل کا ثبوت اور کہا ہو سکتا ہے؟ (مطابقت: انسانی فکر پر یا آفت اسلام)

اور قدرت سے کرنے لگے۔ (فائل باعیننا) سے حفظ و نگہداشت کے
 معنی لئے گئے۔ لیکن سلف اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اس تاویل سے اتفاق
 نہیں کرتے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ان الفاظ سے جو آپ مراد لے رہے ہیں۔
 وہی مراد اہی بھی ہے؟ اور پھر تاویل کرنے والوں کو بعض آیتوں اور حدیثوں کی
 تاویل میں ایسی دُور افکار و تاویلیں کرنا پڑتی ہیں کہ پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔
 ابن خلدون (فلسفہ) کی ”شکل الحدیث“ میں اس کو دیکھ کر دکاہ ہاوردون
 کی بے شمار مثالیں نظر سے گزریں۔ سلف کا مسلک اس تکلیف و تعطل اور تاویل
 سے الگ ہے۔ اگر سلف کا مسلک امام ابن تیمیہ کی زبان میں یوں بیان کیا جاسکتا
 ہے :-

”اگر سلف کا مذہب یہ ہے کہ ہم اللہ کو تحریف، تعطل، تکلیف، تعطل کے
 اور ثانیہ کے بغیر ان صفات کے ساتھ متصف کہیں، جن کے ساتھ خود
 اس نے اپنے کو اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متصف
 کیا ہے۔ تو ان صفات کی نفی جائز نہیں جن سے اس نے اپنے کو متصف
 کیا ہے، اور نہ ان صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ ہی جاسکتی ہے۔
 بلکہ اس کی ذات ان چیزوں سے منزہ ہے۔ اس کا فعل کوئی نہیں۔ نہ ذات میں
 نہ صفات میں شائعاں ہیں۔ تو سلف کا مذہب مود مذہبوں کے بین بین اور دود
 مگر بیوں کے درمیان اختلاف کی راہ ہے جنہی صفات کا اثبات اور حلقہات کے
 ساتھ ثابت کی نفی ہے الا انہ

تا یہ منقول ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین کا تو یہ مسلک تھا ہی، تاویل کا دروازہ تو تعلیقات کی گرم بازاری کے بعد کھلا۔

متاخرین اشاعرہ اور عام مطالعے اسلام (متاخرین) کا مسلک تاویل کا رہا ہے۔ ہردسوں میں عقائد کے نام سے جو کچھ پڑھایا جاتا ہے، وہ بھی اہل تاویل کا مسلک ہے۔ لیکن تاویل کے وہ معنی تو ان الفاظ کا ایک محل ہے۔ ایسی بیسیوں تاویلیں اور بھی کی جاسکتی ہیں۔ یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ آپ کی تاویل میں مراد انہی کے مطابق ہے۔ اور اگر اس کا یقین نہیں (اور یقین نہیں) تو ہم پھر اپنے کو خطرہ میں کیوں ڈالیں؟ سلامتی اسی میں ہے کہ اسلاف کے طریقہ کے مطابق ہم بھی (کل ما وودع فی الشرح) پر تفصیل و کیفیت کے اعتقاد رکھیں۔ یہی پہلے بزرگوں کا مسلک ہے اور اسی پر آج بھی غلبہ اہل توحید و سنت و اعتقاد رکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروں کا بھی یہی عقیدہ ہے:

.....وبالمجملۃ ضعیفہ تھانی	خلاصہ یہ کہ ان تمام صفات کے
جميع الصفات انشأۃ فی	بارے میں جو کتاب و سنت میں ثابت
الکتاب والسنة عقیدۃ اہل	ہیں، ہمارا عقیدہ اہل سنت و الجماعت
السنۃ والجماعۃ فہم یصلونہ	کا عقیدہ ہے ہم ان پر ایمان رکھتے
بہما ما جاءت مع اثبات	ہیں اور زیادہ کریدنے کی کوشش
حقاً نقہا وما دلت علیہ من	نہیں کرتے۔ اور ان کے معانی اور حقائق
غیر تکیف ولا تضلیل ومن غیر	پر اعتقاد رکھتے ہیں لیکن کسی تکلیف نہیں، یا

تفصیل و لا تبديل ولا تحيل ۲۱ تفصیل و تبديل اور تاويل کی پرچائیں

بھی نہیں ہٹنے دیتے۔ ۲۱

ایات صفات کے باب میں سلف کا مسلک مشہور ہے (مس کی مختصر توضیح اوپر کی گئی) صرف آٹا کھر دینا کافی ہے کہ شیخ الاسلام بھی سلف کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قرون اولیٰ کے بعد امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) سے زیادہ کسی نے اس سلسلہ میں تکلیفیں نہیں اٹھائیں۔ اشاعرہ اور متکلمین کے خیالات ذہن اور دماغ پر کچھ اس طرح مسلط ہو گئے تھے کہ راجح بھی لوگوں کو جاہلوں اور کم عقلوں کا مسلک نظر آتی تھی۔

پھر حال امام ابن تیمیہ کی طرح شیخ الاسلام ابن عبد الوہاب بھی سلف کے عقیدے پر کھنٹی کے ساتھ قائم رہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے آؤسی کی جگہ یحییٰ بن فی عاکمۃ الاحمد بن ملا حظہ کی ماسکتی ہے، جہاں فاضل صنف نے پوری بحث کا غور کر دیا ہے۔ ابن تیمیہ، ابن جوزی (ف ۶۶۲ھ) شیخ عبدالقادر جیل (ف ۷۵۵ھ) اور خود امام ابو الحسن اشعری (ف تقریباً ۴۳۵ھ) کی تصنیفات سے اقتباسات دیتے ہیں۔

توحید اور اس کے لوازم | شیخ نے اپنی تمام کتابوں اور رسائل میں توحید پر بہت زور دیا ہے، بلکہ یہ کنگڑا ہے کہ ان کی تصنیفات میں صرف توحید ہی توحید ہے۔ ان کی دعوت بھی توحید کی تھی۔ شعار کلمہ لا الہ الا اللہ تھا۔ وہ ہر ایک کو اسی کلمہ کا مفہوم سمجھاتے اور اس کی

حقیقت ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے۔ اس لئے ان کے ماننے والے باوجود
موجودین کے نام سے بھی پکائے جاتے ہیں۔

توحید کیا ہے؟ صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق قرار دینا۔ بات معمولی سی
ہے، لیکن شیطان کی گھامیں بہت وسیع ہیں۔ اس نے ایک اللہ کے پرستاروں
سے بھی وہ کام کرائے، جو شرک کے حدود میں داخل ہوتے ہیں؛ خلاص توحید
کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام اعمال و اقوال سے پرہیز کیا جائے، جن میں
”غیر اللہ“ کی شرکت کا کوئی شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو شیخ الاسلام نے ان اعمال
اقوال کی توضیح میں کوئی کمی نہیں کی۔ ان کے مضمرات اور برائیاں کھول کھول کر
بیان کیں۔ جن راہوں سے یہ برائیاں پیدا ہوتی تھیں، ان کے روکنے کی کوششیں
کیں۔ لیکن وہ قوم جو سارے عالم کے لئے توحید کا پیغام لے کر نکلی تھی، بعد کی صدیوں
میں خود قبر پرستی، تعزیر پرستی اور اس قسم کی دوسری پرستیوں کا اس طرح شکار ہوئی
کہ جب ایک عرصہ کے بعد اس کے کافروں میں توحید کی آواز نہ سنی، تو اسے اہمیت ملے
ہونے لگی۔ کتاب و سنت سے نفوس پریش کئے گئے، تو تاملیں لگیں اور خود توحید
کے علم برداروں کو دہائی، ہزاروں اور مختلف قسمی اور مذہبی گائیڈوں سے نوازا
گیا۔ شیخ الاسلام یہ کام ادا تصویر یہ ہے کہ انہوں نے کلمہ کھلا توحید کی دعوت دی۔
شرک اور اس کی آلودگیوں سے بچنے کی تاکید کی۔ اور اللہ کی وحدت
کی غیر اللہ کی تمہیں کھانا، نذیب ماننا اور قبروں کی صاف صاف برائی کی۔ اور اگر یہ
واقعی تصور ہے، تو پھر مسلمان کو پختہ دل سے تصور روارہن جانا چاہئے۔

ذیل میں ہم ان مخصوص باتوں کو سادہ فقروں میں بیان کر دیتے ہیں جو شیخ نے اور اہل سنت کی رائے اور عقیدہ میں تو حید سے دور اور شرک سے قریب کر دینے والے ہیں۔
 ۱) مصیبتوں میں غیر اللہ کو پکارنا یا اللہ کے ساتھ غیر کو بھی پکارنا: اب جو عام طور پر کم لکھے چڑھے یا پڑھے لکھے خوش عقیدہ یا داعی "یا اللہ" اور یا "عبداللہ تعالیٰ" (اور ہمارے ہاں: اے داتا پیر، ہموڑی سے مخدوم صاحب، اے مخدوم نجمن وغیرہ وغیرہ) کہہ کر غیر اللہ کو مصیبتوں میں یا د کرتے ہیں، تو یہ "دعا، غیر اللہ، شائبہ شرک سے خالی نہیں۔ اس "دعا" میں عبادت کی جھلک آتی ہے۔ "داعی" کی نیت اور "دعوت" کے مرتبے بالکل بحث نہیں۔ ممکن ہے اور بہت ممکن ہے کہ "داعی" کی نیت عبادت یا شرک کی نہ ہو، لیکن ایک مخلوق، دوسرے مخلوق کو مصیبتوں میں پکارے اس سے کوئی منکر یا جہل یا غلبہ خیر کی درخواست کرے، یہ تو حید کے سراسر خلاف ہے اور اسلام جیسے دین کامل میں اس کی بالکل گنہائش نہیں۔

ان حالات میں جو غیر اللہ کو مصیبتوں میں یاد کرتا ہے۔ اس کی دوسری باتیں ہیں: یا تو وہ جاہل ہے اور کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات کا اسے علم نہیں، تو اسے شیخ الاسلام کے پروردگار کی راہ بتانے کی کوشش کریں گے۔ کہ وہ اللہ سے اسے پرہیز کرے، اور اگر کوئی مشرعبیت کا حکم جانتے کے بعد بھی "دفع منکر یا منہاجی" کے لئے غیر اللہ کو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے، تو پھر وہ اسے مشرک سمجھتے ہیں، اور اس سے کسی قسم کی۔ واداری برتنے کے لئے تیار نہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیتیں ان کے لئے نجات اور دلیل راہ ہیں:

وَالَّذِينَ قَدْ آمَنُوا مِنْ دُونِهِ مَا يَنْشُكُونَ مِنْ قَاطِعِهِ
 إِنَّ قَدْ آمَنُوا مِنْهُمْ لَآ يَنْتَعُونَ أَوَّلَهُمْ كَمَا تَوَسَّعُوا مَا
 اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ أَتِيَنَا مَن يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ
 وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ - (۱۵۱:۱۲:۳۵)

(۲) استغاثہ غیر اللہ سے فریاد چاہنا، اس کا حکم بھی دعاء غیر اللہ کا ہے
 ابو یزید بستانی کا قول ہے: استغاثۃ المخلوق بالمخلوق کاستغاثۃ
 المسجون بالمسجون -

مخلوق کا مخلوق سے فریاد چاہنا، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک قیدی دوسرے
 قیدی سے فریاد طلب کرے -

طبرانی کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:
 "ان لا یستغاث فی اوامری استغاث باللہ تعالیٰ"

(مجھ سے فریاد نہیں طلب کی جاتی فریاد تو صرف اللہ سے اٹکی جاتی ہے)
 خلاصہ یہ ہے کہ زندہ یا مردہ کسی غیر اللہ سے فریاد چاہنا قطعاً حرام ہے
 اور اسلامی توحید کے بالکل خلاف ہے -

(۳) توسل: لفظ توسل تین معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

الف، توسل کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا وسیلہ تو یہ فرض ہے کہ اس
 کے بغیر ایمان مکمل ہو ہی نہیں سکتا -

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اور شفاعت کا وسیلہ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا اور پھر قیامت کے دن اس کا موقع ہو گا جب خلقت رسول کی شفاعت کا وسیلہ ڈھونڈے گی۔

اج (۱) تیسرا وہ توکل ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو انبیاء اور صالحین کی ذات کا واسطہ دلایا جاتا ہے۔ تو یہ صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کیا نعمات کے بعد کینہ استغفار وغیرہ کے موقع پر یہ تہنیت پر اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر کسی موقع پر صحابہ سے اس قسم کا غیر مشروع توکل منقول نہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کو گویا رسول یا ولی کی ذات کی قسم دی جاتی ہے۔ اور عیدِ مائتہ میں بھی کہیں اس توکل کا پتہ نہیں چلتا۔ توکل صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی صورتیں نہیں ہیں میں سے پہلی صورت (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور ان کی اطاعت کا وسیلہ پرکھنا) ہمیشہ مشروع ہے۔ دوسری صورت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اور شفاعت کو (ذات کو نہیں) وسیلہ بنانا۔ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بلا فہم نافع اور مطلوب تھا۔

توکل کے ان دو زونوں کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ ”(من انکرا التوسل باحدہما فہو کافر مرتد)“ جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے تصریح کی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دوسری صورت بھی تصدق ہو گئی۔ قبروں پر سلام اور اہل قبر سے مخاطب ہو کر سلام علیکم کہنا منقول ہے، لیکن مرود یا ناقص دعا کی وضاحت کرنا بدعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے صحابہ کرامؓ اور ان اللہ

علیہم اجمعین کے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا (اور کسی نے نیکہ نہیں کی)۔

اللہم انا انما اذا اجذبنا اے اللہ جب ہم پر قحط سالی آئی تھی تو
توسلنا ایذاً جزیئاً فاستقینا نبیہم اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ کرتے تھے اور تو
وامنا شتوسل الیہا بعم ہمیں سیراب کرنا تھا اور اب ہم نبی صلی
علیہ وسلم کے چچا کا وسیلہ کرتے ہیں تو میں
قبینا فاستقینا۔

سیراب کر۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑنا بے
بابت نہیں ہو سکتی۔ چونکہ یہ توسل طلب دعا کے لئے ہوتا ہے اور وفات کے
بعد طلب دعا مسترد ہے، اس لئے حضرت فاروقؓ رحمہم رسول اللہ علیہ وسلم
کا وسیلہ لائے۔ (یعنی طلب دعا کے لئے)

اب رہی تیسری صورت جس میں انبیاء اور صالحین کی ذات کو وسیلہ بنایا
جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ کو دویا، اور صالحین کے نام کی قسم دی جائے، جیسے
کوئی کہے۔

اسالٹ بجاء عبدک ادبکر مکہ

تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حاکم کے نزدیک صحیح روایت میں مکہ تو میری
ہے۔ امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہار حنفیہ کے بھی ایسا ہی مشغول ہے۔ انبیاء اولیاء

یا مقامات مقدسہ کسی کے حق کا واسطہ دلا کر وعادہ مانگنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ نحویحی ہے لاسحق المخلوق محلۃ الخلفاء سے ان کا استدلال ہے اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہی امام تیمیہ کا مسلک ہے۔ اور اسی پر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور ان کے تابعین کا عمل ہے۔ وہ کسی نبی یا ولی کی ذات کے ساتھ توسل کو رد نہیں رکھتے اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں کرتے۔ صرف حنفیہ اور حنابلہ کے متفقہ مسلک کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

مقدمین محقق علماء میں شیخ عز الدین بن عبد السلام (ف سنیہ) صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے توسل کو جائز قرار دیتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک "اللہم صافی القوسل ایث مبذیث وجیبیث محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا اللہم صافی اسئلک بجاه صلیث ونبیث محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا جائز ہے۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات اقدس اور ان کے جند مرتبہ کو سامنے رکھتے ہوئے شیخ عز الدین بن عبد السلام جیسے مجتہد افتقر عالم تک کا دنگ لگانا کوئی حیرت کی بات نہیں۔ وہاں دیا اور صالحین کی ذات کو وسیلہ بنانا تو مقدمین میں کسی سے منقول نہیں۔ اور اگر بعض متاخرین علماء نے اس کے جواز کی کوشش کی ہے تو یہ ایک بے اہل اور مشتبہ بات کے رائج کرنے کی کوشش ہے اور اس سے

لے وہ بھی "ان صم الحدیث چہ کی مشرک کے ساتھ (اللہ انضیہ اصی) ملے ہندوستان میں مولانا اسماعیل شہید (ش سنیہ) اور اکثر علماء و رویداد و ائمہ سنیہ کی ذات سے توسل کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن راقم کا ذہن اس کے قبول کرنے سے باز ہے۔

خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھلتا ہے۔

یہاں صرف شیخؒ کے مسلک کی توضیح مقصود ہے۔ کسی فتنی بحث کا یہ ترغیب نہیں۔
 مآخذ کے ضمن میں موضوع کی مختلف کتابوں کا ذکر آئے گا۔ التوسل، الوسیلة کے علاوہ
 امام ابن تیمیہ کے فتاویٰ اور دوسری تصنیفات میں ان بحثوں سے بھری پٹی ہیں مختصر
 طور پر موافق و مخالف بحثوں کے خلاصہ کے لئے: جلاء العینین (صفحہ ۳۱۵-۳۶۹)
 سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۴) استاذہ: توحید کا اقتضایہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے اسما اور صفات
 کے سوا کسی مخلوق کی پناہ بھی نہ دعوں مدعی جائے۔ اسی اصل کی بنا پر امام اہل سنت
 احمد بن حنبل نے قرآن کے کلام اللہ اور غیر مخلوق (کلام اللہ غیر مخلوق) کہنے
 پر اس حدیث سے استدلال کیا تھا:

اعوذ بکلمات اللہ التامات

یعنی اگر اللہ کا کلام مخلوق سمجھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کلمات اللہ
 یعنی مخلوق کی پناہ نہ مانگتے، گویا اس وقت یہ بات مسلم تھی کہ مخلوق کے ساتھ استاذہ
 (یعنی کسی مخلوق کی پناہ مانگنا) جائز نہیں، ورنہ مخالفین ضرور تردید کرتے، خود قرآن مجید
 میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی مدد کی ہے کہ وہ غیر اللہ (جہن) کی پناہ نہ مانگتے ہیں:

أَنَّهُ تَحْتَ رَحْمَتِ رَبِّي أَلَا رَحْمَةُ رَبِّيَ خَالِدِينَ فِيهَا لَوْ أَنَّ الْإِنْسَانَ يَعْلَمُ مَا فِي بَاطِنِ الْأَرْضِ لَإَعْتَذَرَ عَنْ رَبِّهِ

فَرَأَاهُ وَمَرَحَّاهُ (۶۱:۶۲)

اسی لئے شیخؒ نے صاحب بردہؒ کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے:

نہ پوسیری کا مشہور تہیہ فقیر، جو بعض صوفیہ کے اورا میں شامل ہے۔

یہ آکر من الخلق مَالِی مِنْ اَلْحُجُبِ سواث عند حلول الحادث الخیم

کوئی شک نہیں کہ مَالِی مِنْ اَلْوُجُبِ سواث (میرے لئے تیرے سوا کوئی نہیں جس کی پناہ لوں) صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہو سکتی ہے۔ شوکانی نے بھی (جو توکل کے مسئلے میں ذرا نرم ہیں) اس شعر پر اعتراض کیا ہے۔

۱۰، الف غیر اللہ کی قسم کھانا بھی توحید کی روح کے خلاف ہے۔ یہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں، بلکہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن عوام بلکہ بعض خواص میں اس آزار میں مبتلا ہیں اور تمام مسلم علاقوں میں انبیاء اور اولیاء کی قسمیں کھانے کا عام رواج ہے۔ اتنا عام کہ اگر آپ کسی کو منع کریں تو ماننے کے بدلے اٹھا آپ پر بد دینی، نامک ازکم و ما بیت کا الزام تو لگا ہی دے گا، حالانکہ ترمذی کی روایت (من حلف بغیر اللہ فقد اضرث) میں حلف بغیر اللہ کو شرکنا کہا گیا ہے۔ اس سے زیادہ نئی اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسی اصل کی بنا پر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:-

لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعُو اللَّهَ إِلَّا بِأَسْمَاءِ أَكْرَهَ أَنْ يَقُولَ

بِعَاقِدِ الْعَرْشِ مِنْ عَرْشِثِ الْأُحْنِ خَالِقِثِ ۔

تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اللہ کے سوا غیر اللہ کی قسم کھانا یا اس کی ہائی دیناً قطعاً منوع ہے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ بمعاقِدِ الْعَرْشِ مِنْ عَرْشِثِ جواز دیکھتے ہیں کہ عرش پر عزت کی جگہ کا مالک اللہ ہی ہے، اور معقِدِ الْعَرْشِ مِنْ عَرْشِثِ

سے اللہ تعالیٰ ہی مراد ہو سکتا ہے۔ امام صاحب اس کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں ”بحیث فلا کہہ کر اللہ سے مانگنا تو بہر حال سبکے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ دعا غیر اللہ، استغاثہ بغیر اللہ، التوسل بالانبیاء والعالمین، استعاذۃ اور حلف بغیر اللہ، یہ سب کی سب ایک قسم کی چیزیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اندر مشرک کے جراثیم رکھتی ہے، اور توحید کی روح کے یکسر خلاف ماس علیہ قہم پرستیانی دین مخالف میں کبھی روایتیں رکھی جاسکتیں۔ محمد بن عبدالوہاب کا تصور صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے ان مکروہات سے سختی کے ساتھ روکا، اور کم از کم ایک خطے میں عوام تک کو اس کا پابند بنانے میں وہ کامیاب ہوئے۔

(۶) زیارت القبور: قبروں کی زیارت مشروع ہونے میں شک نہیں، بشرطیکہ زیارت کے حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ مسلمان کے لئے انبیاء، صالحین، عالم سلاک، بلکہ غیر مسلموں کی قبروں کی زیارت بھی جائز ہے۔ اُنس کے لئے جو حیرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہے۔ اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت سنت ہے (جس کی ترغیب بھی دی گئی ہے)، اُنس کے لئے جو اہل قبر کے لئے دعا کرنا چاہے۔

محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ماننے والے زیارت قبور کے منکر نہیں، البتہ وہ ان بدعات کے سخت مخالف ہیں، جو قبروں کے پاس روا رکھی جاتی ہیں۔ وہ قبروں سے مرادیں مانگنے والوں، دعا کرنے والوں اور شفاعت چاہنے والوں کو روکتے ہیں اور کچھ قبروں کی زیارت نہیں ہوتی، بلکہ بدعت فروشی کی دکانیں گرم ہوتی ہیں: صاحب قبر سے دعا مانگنا، اس کے واسطے سے دعا مانگنا، یا قبر کے پاس

پر نیت تقرب الی اللہ کھڑے ہو کر اپنے لئے دعا مانگنا۔ ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں اور محدثین الہی چیزیں دیکھتے ہیں۔

قبروں کے مسجد بنانے سے حدیثوں میں بار بار منع کیا گیا ہے۔ اس باب میں بے شمار صحیح مشہور حدیثیں ہیں۔ اور اسی بنا پر محمد بن عبد الوہاب کے ماننے والوں نے قبروں کے گرانے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ ایک چیز نادر ہے۔ فرمان شریف کے خلاف قبروں کو اوثان (قبروں) کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ یہ ایک منکر ہے، اگر طاقت ہو تو اس منکر کے مٹانے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

محمد بن عبد الوہاب کے جانشین چلے فرماں روا نہیں، جنہوں نے قبول کے انہدام پر توجہ کی ہو، بلکہ امام شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ) ہی کے زمانہ (دوسری صدی ہجری کا آخر) سے چلا آتا ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے کہ "کلام قبروں کو پڑھنے تھے، اور فقہاء ان پر اعتراض نہیں کرتے؛ تو وہی نے شرح مسلم میں بھی ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔"

اسی طرح ابن جریر شیبی (ف ۳۲۰ھ) کی الزواجر میں بھی منقول ہے ابن حجر نے فقہار کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

وتجرب المبادیۃ للہدماء و ہدم القباب السف علی

القبور اذا علی ما حکرت من مسجد الضرارۃ۔ ۱۰

(ان قبروں کو اور ان قبروں کو جو قبروں پر تعمیر کئے گئے) اس فوراً ہدم کر دینا

۱۰ البیۃ النبیۃ، را شیخ از علماء سید رفیع دمنہ (ف ۷۴۳ھ) د ۲۹

چاہیے اس لئے کہ یہ سمجھ منہ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔
مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات اُچھل چھوٹ گئی کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کسی نئے دین
کی دعوت نہیں دیتے۔ مذہبوں نے کوئی نیا فقہ مذہب ہی ایجاد کیا ہے۔ وہ خود امام
احمد بن حنبل (دف سنیہ) کے مذہب پر ہیں۔ ان کی دعوت صرف کتاب و سنت
کی دعوت ہے۔ وہ حنفیوں سے صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ کچھ حنفی ہو جائیں۔ یہی مطالبہ ان
کاشافیوں سے ہے۔ اربع امام شافعی (دف سنیہ) کی قبر پر مصر میں جو کچھ کیا جاتا
ہے، کیا اسے وہ کسی حالت میں روارکھ سکتے تھے؟ یہی حال دوسرے ائمہ کا ہے۔
ان میں سے کوئی بدعات کا روادار نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ محمد بن عبد الوہاب کے
پیرو مسلمانوں کو انہیں بدعتوں سے باز رہنے کی دعوت دیتے ہیں اور جو بار بار فحاشی
کے بعد بھی نہیں مانتا، اس کے ساتھ کشتی سے بچہ میٹھ آئے ہیں۔ ان کے اسی عقیدے
فی اصل "کرہ جلتہ" کن کبھی گلیوں سے یا دیکھا گیا ہے؟ اور اسی بنیاد پر بعض قبیل آرائی
سے کام لے کر بے بنیاد افتراء پرہانیاں بھی لگتی ہیں۔ اس مختصر سی کتاب میں سینکڑوں سطحوں
کی گالیاں اور بے شمار مستانوں کی فہرست پیش کرنا بہت دشوار ہے۔ پھر بھی ائمہ و فلاح
میں غلط بیانیوں کے پکڑ غرنے سے جلتے ہیں۔

پانچواں باب

غلط بیانات اور افترا پروازیاں

دہابیت | سب سے بڑی غلط بیانی شیخ الاسلام کی دعوت کے متعلق یہ کی گئی کہ اسے دہابیت کا نام دیا گیا۔ اس طرح پر اباب عرض نے یہ باؤ کرنا چاہا، کہ یہ اسلام سے الگ کوئی دین ہے۔ انگریزوں، ترکوں اور مصریوں نے مل کر اسے ایسا بتایا کہ اسلامی دنیا میں پھیلی دو صدیوں میں جتنی تحریکیں پیدا ہوئیں اور یورپی طاقتوں نے ان سے کوئی خطرہ محسوس کیا، جھٹ اس کا ڈانٹا نجد کی دہابیت سے ملایا گیا، مغرب کی سنوٹھی تحریک، اُفد کی جرنیات میں نجدی دعوت سے بالکل الگ، بلکہ متناقض ہے۔ تاہم اسے بھی شیخ ہی کی دعوت کا شاخسانہ بتایا جاتا ہے اور صرف اس لئے کہ سنوٹھی تحریک اپنی جہادی سرگرمیوں کے باعث اٹھی کے تھے ایک حرکت تک خطرہ بنی رہی، ہندوستان کی تحریکِ تجدیدِ جہاد تو نجد سے اس طرح وابستہ کی گئی ہے، کہ غیر تو غیر، اپنے بھی دونوں کو ایک خیال کرنے لگے ہیں۔ اصلی آخذ۔

کتاب وسنت کے ایک ہونے میں شبہ نہیں۔ لیکن طوق کا ر اور اصول و صورت میں نمایاں فرق ہے۔ اور اصول وراثت کے باوجود اپنی جگہ پر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت سید احمد شہید (رحمۃ اللہ علیہ) اور مولانا اسماعیل شہید (رحمۃ اللہ علیہ) کی تحریک تجدید رجاء و برہنہ و دعوت کا بالکل اثر نہیں پڑا۔

ہر حال جہاں تک وہابیت کو ایک الگ مذہب اور گمراہ جماعت بنانے کی کوشش کی گئی ہے، یہ نام حدود و قابل اعتراض ہے ورنہ اس عام غلط فہمی اور بہتان تراشی سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے، تو اس نام میں کوئی مضائقہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ تحریک اصلاح و تجدید کے داعی محمد بن عبدالوہاب کی طرف اگر نسبت کی جائے تو ان کے پیروؤں کو محمدی کہنا چاہیے تھا اور ظاہر ہے کہ مخالفین کی غرض محمدی کہنے سے نہیں پوری ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ اس جماعت کی نسبت داعی تحریک کے والد ماجد شیخ عبدالوہاب کی طرف کرنے لگے۔ اور اس طرح پر یہ نام دو تہائی اور وہابیت منسوب ہوا۔ اور پھر یہ نسبت ایسی چلی نکلی کہ بیسیوں سرخروں اور تذکرہ نگاروں نے عبدالوہاب ہی کے سر تجدید و اصلاح کا سرا بانہ دیا۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہر براہمیں کی کتاب (ج ۲ صفحہ ۱۳)۔

یہ صاحب برائیس (Brydges) تو اپنے زعم باطل میں یہاں تک کہ

تھے اس سلسلے پر ارقم کی ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک جو مولانا سید محمدی کے افکار پر ایک نظریہ کی بنیاد پر تھی۔
تھے براہمیں کا باندہ بگ بارڈ ہے، اس نے بھی عبدالوہاب ہی کو جماعت کا بانی قرار دیا ہے ۱۱۵۵
صفحہ ۱۔ یہ تو یہاں تک بڑھ گیا کہ تقسیم کی ایک شاخ Wahhabia (جلیبی شیشہ کرکٹ)۔

گئے کہ صاحب دعوت کے بیٹے ٹھکانا جینا (ضرر) تھے۔ (ص ۱۳) غلط و غلط اسی کو کہتے ہیں، حالانکہ شیخ کے بیٹے حسین بن محمد بن عبد الوہاب (ف ۱۲۳۵ھ) نابینا تھے۔ ہندوستانی مجاہدین کے کرم فرما ولیمہ من جنس بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

بہر حال یہ دو مبطلہ اکیلے نہیں۔ ایک جماعت کی جماعت اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ باورِ عرب میں گھومنے والے یورپی سفارتوں کے مشرک روڈنی پورٹ نے بھی بانی عجمت کا نام عبد الوہاب ہی بتایا ہے اور کہتا ہے کہ ”آج کل اس کے لڑکے محمد باقر ہیں۔“ یہ واقعہ رہے کہ فی سبوت ۱۲۸۵ھ میں (یعنی شیخ کی وفات کے ۲۰ برس پہلے) بلادِ عرب میں موجود تھا۔ لیکن اس باب میں، سب سے دلچسپ غلط فہمی عیسائی مبطلوں کے سرخیل پادری زویر کو ہوئی ہے۔ عام شہرت کے مطابق وہ واپسی اور وہابیت کو انگلینڈ میں پھیلایا تھا۔ پھر اس نے امام ابن قیم (ف ۷۵۰ھ) کے افکار و آراء بھی واپس لوٹے جلتے دیکھے، محض یہ اعتراض کر دیا کہ ”کیونکہ یہ واپسی ہیں لیکن اپنے کو ضعیف کہتے ہیں۔“ اس غریب کو یہ خبر نہیں کہ وہابیت کی اصطلاح تو ابن قیم کے چار پانچ سو برس بعد رائج ہوئی۔

گوہار سے پاس اس کا قطعی ثبوت نہیں کہ پہلے پہل یہ نام کس نے رکھا یا نہیں تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام مخالفوں نے شیخ کی زندگی ہی میں رکھ دیا تھا۔ مارگوسوئد کا بی

یہ خیال ہے۔ گو وہ اس باب میں سنا نہیں، لیکن دوسرے قریبے بھی اس کی تائید میں ہیں؛ شیخ الاسلام کے ایک معاصر (غائباً) طاعمران بن رضوان (ف ۱۳۵۶ء) کے ایک قیصرے میں یہ لفظ آیا ہے:

ان كان مابع احمد متوجهاً فلانا المقرياني و تهاجراً

ایک شکاری معاصر کا بھی یہ خیال ہے کہ یہ نام مخالفوں نے ابتدائی رٹائیوں کے زمانے ہی میں استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔

شیخ الاسلام کے یورپی معاصرین پورے وقت رہائیت کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔ اس سے سلام ہوتا ہے کہ اس وقت (۱۳۱۱ء) مکہ رہائیت کی اصطلاح رائج نہیں ہوئی تھی۔ البتہ وہ شیخ کی دعوت کو (New Religion) کہتے، گو پھر آخر میں مجددوں باب کے نئے مذہب کو مطہریت کی اصلاح سے بھی تعبیر کرتا ہے۔ شیخ کے

۱۔ دائرہ بغدادی (ف ۱۲۹۹ء) نے بھی صلح او خزان میں یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ

(بحوالہ) Notes on Mohammadanism (ص ۲۹) *

۲۔ انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں دلائل پر نہیں چل سکا۔ بعض قریبے بتاتے ہیں کہ یہ شیخ کے معاصر نہیں تھے۔

۳۔ احمدیہ المیزان ص ۱۱۱ * ۴۔ محمد حامد الغفری ص ۵۰ *

۵۔ جبکہ پہلا یورپی سیاح جو مالک عرب میں وارد ہوا (ملاحظہ ہو) باب آفندہ

۶۔ ج ۲ ص ۱۳۲ *

طرح پر مشہور کیا گیا، کہ یہ گویا اسلام سے الگ کوئی مذہب ہے۔ اور یہی وجہ شکایت ہے اور اسی لئے غلط بیانیوں کی فہرست میں ہم نے اس نام کو سب سے اونچے جگہ دی ہے۔

سب سے پہلا متفہمی | سب سے پہلے سلیمان بن محمد بن حکیم (ف ۱۱۸۱ھ) نے شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں غلط باتیں منسوب کرنا شروع کر دی تھیں۔ اس نے دنیائے اسلام کے نام ہی گشتی چھی میں سب ذیل الزام لگائے ہیں:-

جبلہ میں زید بن خطاب کی قبر کا اندام، قبر شمسے پاس ایک مسجد کا اندام، دلائل الخیرات اور دمن الریامین کو نذر آتش کرنا، ابن فارض اور ابن عربی کی تکفیر۔

سوزید اور ان کے ساتھیوں کی قبروں کا پتہ ہی نہیں۔ دلائل الخیرات اور دمن الریامین کے جملانے کی خبر پستان ہے۔ اجماع ان کتابوں کے پڑھنے سے شیخ نے منہ رخ کیا تھا۔ ابن عربی، ابن فارض اور ان جیسے متوفیوں کی تکفیر شیخ سے منقول ہے:-

۱۔ پورا نام سلیمان بن محمد بن احمد بن علی بن حکیم ہے۔ اس کا باپ محمد بن احمد بن محمد کے مخالفوں میں تھا (روضۃ، ج ۱ ص ۳۱۱، السبب: مستند) +
 ۲۔ یہ چھٹی روضۃ الانکسار، ص ۱۲ میں پوری نقل کی گئی ہے۔ نیز روضۃ الانکسار، ص ۱۲ +

وقد كثر الشيعه ابن العربي وابن الفارض وانشاء الله

دوسرے معاصر اور ان کی گالیاں | شیخ الاسلام کے بعض دوسرے

لٹایا لیکن ان کی کتابوں میں گالیوں اور افتراء ہمدانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ ان مخالفوں میں احمد بن علی بصری تہانی (ف ۱۱۳۱ھ) محمد بن عبدلحماد بن حنظلہ احسانی طخسلی (ف ۱۱۳۱ھ) عبد اللہ بن علی بن نمیر (ف ۱۱۳۱ھ) اور ابن فیروز (ف ۱۱۳۱ھ) زیادہ نام آور ہیں۔ ان صاحبوں کے بعد دوسری صف میں عیض الدین عبد اللہ بن داؤد زمیری خلیل (ف ۱۱۳۱ھ) احمد عبد اللہ الحداد باعلوی ترمذی شافعی کے نام آتے ہیں۔ تافہ اور لڑیچ کے ضمن میں ان کتابوں کا ذکر کیا جائے گا۔ ابن خنصام نے بھی ان میں سے اکثر کا ذکر کیا ہے۔ احمد بن فیروز کی ایک نظم کا جو اب بھی دیا ہے۔ اب ہی ان صاحبوں کی گالیاں ہمدان کے نقل کی ہمت نہیں پھر لی ان کی مخالفت اور حسن اخلاق کے اظہار کے لئے ایک اقتباس کی اجازت چاہتا ہوں، اہل علم سے معذرت خواہ ہوں۔

عبد اللہ بن داؤد زمیری (ف ۱۱۳۱ھ) کی کتاب الصوامع والردود کے آغاز
 لے ردود الاغفار ج ۱ ص ۱۹۸۱ و ۱۹۸۲ لے ان صاحبوں کے صحیح سال وفات نہ
 معلوم ہو سکے۔ یہیں کتاب کی تائید کے ہیں۔ یاد کہ ان میں میں ان کا موجود ہونا ثابت ہے۔
 لے صحیح سال وفات معلوم ہو سکا۔ تیرہویں صدی ہجری میں موجود ہونا ثابت ہے۔

لے ردود الاغفار ج ۱ ص ۱۹۸۱ و ۱۹۸۲ لے غلو و مشرق کا بیان، پڑھ: مشکوٰۃ

میں دو تقریظیں ہیں۔ پہلی تقریظ محمد بن فیروز رجبی (ن ۱۲۱۶ھ) کی لکھی ہوئی ہے
(مورد خمار ص ۱۲۸)

اس تقریظ کے آغاز ہی میں سب ذیل عبارت پر نظر پڑتی ہے، جسے دیکھ کر
شاید شرم و حسرت بھی پانی پانی ہو جائے۔ نقل کفر کفر نہ باشد ایک بار فرما ہی کرنا
کر کے ملاحظہ کریجئے:

”... بل فعل الشیخ (یعنی عبد الوہاب) حفل من مؤاقتة أمه
(یعنی محمد بن عبد الوہاب) فسبقه الشیطان فیما فعلن باعذ المارد ۱۴
کیا کھڑکی بٹھیا رہیں اس سے زیادہ کھین کر سکتی ہیں؟ انا لشد وانا الیہ راجعون۔
یہ تحریر ۱۲۱۶ھ کی ہے۔ ابن عثائم ۱۲۱۶ھ کے حوادث میں ”انھیں ابن
فیروز کی ایک نظم کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:
”وقد وصل الیئنا من حاتیث الدیار مشغولہ لابن حنیوز
... متضمنة لاقیم العام ۱۲۱۶“

(اس ذرا سے ابن فیروز کی ایک ایسی نظم ہر سول ہوئی ہے، جس میں نہانی شرم و
باتیں دیکھیں)

جس سے پتہ چلتا ہے کہ غش گوئی ان صاحب کی سرشت میں داخل تھی۔
غلط بیانیوں کے نمونے | (الف) ادعاء نبوت: شیخ کی دعوت کے مخالفین
کو سبب صرف رکھنے کا موقع نہیں ملا، تو وہ کہتے۔

۱۔ اس عبارت کے ترجمہ پر طبیعت کسی طرح آمادہ نہ ہو سکی ۲۔ ۲۱۳، ۲۱۵

کہ اصل میں یہ نبوت کا دعویٰ کرنا چاہتے تھے، لیکن اخفاد سے کام لیا؟
 اسی الزام کو احمد زینی وطلانی (۱۳۳۷ھ، ۱۹۱۸ء) ابن یسکوں میں سہرتے ہیں:
 والظاہر من حال محمد بن عبد الوہاب کے حالات کے
 عبد الوہاب انہی علی الجبوتہ یہ چمکاتا تھا کہ وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرتے
 الا انہ ما قدر علی الظہار میں لیکن اس کے صاف صاف
 التصریح بذاتہ۔ اعلان کی جوت ذہبوتی۔

حیرت ہے کہ فی بورنے بھی سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر کے لکھ دیا، کہ
 ”عبد الوہاب (۲) رسولوں کو بڑا آدمی سمجھتا تھا، لیکن وہ امام یا فرشتوں کے
 ذریعہ وحی کا قائل نہیں تھے“

اس سلسلے کا ایک اور شرمناک نمونہ ہمیں راولپنڈا (Ravenshaw)
 کی اُس یادداشت میں ملتا ہے، جو اس نے پٹنہ کے کلکٹر کی حیثیت سے مولانا
 احمد صادق چکدری کے مقدمے میں لکھ کر دی تھی:

لے مصباح الانام (مخطوط، ورق ۱۳۳) + لے الدر المنبتہ (مخطوط، ج ۱) صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳:
 لکھ کلکتہ گزٹ، ۲۰ ستمبر ۱۸۶۹ء، نمبر ۲۵-۲۴)

مولا احمد اللہ صادق چکدری خاندان صادق چکدری کے متنازعہ فرد اور حضرت مبرا محمد صاحب
 بڑی رحمت اللہ علیہ کے سلسلے میں شریک تھے۔ آپ پر ۱۸۶۹ء میں سازش کا مقدمہ چلائی
 کرٹ سے جس میں وہم بہود وریلے شور کی منشا ہوئی، تقریباً سترہ برس قید میں رہ کر انہیں ناپائی
 (۱۳۹ھ نومبر ۱۸۷۷ء) تکمیل کے لئے ملا خط ہوا، ہندستان کی پہلی اسلامی قراکب +

”اس مصلح کا خیال تھا کہ کبھی کسی انسان کو براہ راست اللہ کی طرف سے الہام نہیں ہوا، اور کوئی مقدس کتاب ایسی دھرم میں نہیں آئی، جسے الہامی (Divine) کہہ سکیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ بابؑ کے خیال کے مطابق کوئی مذہب الہامی ہوا ہی نہیں۔ اور اگر وہ ’محمدی‘ مذہب کو الہامی کہتا ہے، تو اس دھرم سے نہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے براہ راست آیا تھا، بلکہ صرف اس کی کالیست کی وجہ سے۔“

پھر مزید اڑھا دیتا ہے:-

”اصلاح یافتہ مسلمان (مشرق) کی ان بددوں میں خوب پذیرائی ہوئی جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایک برگزیدہ آدمی نہیں تسلیم کیا، اور نہ وہ قرآن کو الہامی کتاب مانتے تھے۔“

مشرق میں ہمارے ضلع کے اس کھاکٹر کی یہ یادداشت اسی قسم کی جملات کے منوال سے بھری پڑی ہے۔ مجاہدین ہند کے مشہور کرم فرما سر ولیم وکین ہنٹر (W W Hunter) بھی اپنی کتاب میں ایک جگہ فرماتے ہیں:-

”بددوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برگزیدہ انسانی نہیں تسلیم کیا تھا اور نہ قرآن کو الہامی کتاب۔“

غالباً ان کا مانعہ مشرک اور تشکیلی بھی یادداشت ہے۔ اور ہو سکتا ہے، کہ ان

دونوں کا خدنی ہور کا سفر نامہ ہر کیرورپ کو اس جماعت کے مستحق پہلی اطلاع اسی کے ذریعہ ملے۔

(ب) **انکارِ حدیث** زمانہ کی بوجھیں بھی دیدنی ہے۔ وہ شخص جس کا اور مینا کچھ نہا سنت رسول ہر اس پر انکارِ حدیث کا الزام رکھا جاتا ہے۔ اس بہتان تراشی کا سراپا بنی صباح الانام کے مصنف ابو عبد اللہ احمد ادا با علوی کے سر ہے۔ اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ اس بے سرو پا بیتا کو ہمارے ملک کے ایک مشہور اہل قلم (عبد اللہ یوسف علی) نے اس بیسیوں صدی میں پھر دہرایا ہے۔

..... اور (کرامت علی) احادیث پر یقین رکھتے ہیں جنہیں ہمایوں نے مسترد کر دیا تھا۔

۱۔ کتاب مذکورہ ورق ۱۵۰

۲۔ یہ کچھ ان صاحب ہی پر موقوف نہیں، ہمارے ملک کے عالم و قلم پر ختم سب ہی بی بی بی باتیں اس جامع کے متعلق لکھتے ہے ہیں، ان سب کے پیش رو ایک ہر رنگ مولوی فضل رسول پراپنی (دفتر ۱۹۲۲ء) نے ایک کتاب تھیں المسائل وہ تعویذ فرقہ بندیہ اما ذل، لکھی ہے، جو خرافات کا مجموعہ ہے۔ اسی ایک معاصر نے اپنی کتاب (تأثر جمال الدین) میں بھی اس جلالت کے متعلق بے سرو پا باتیں لکھ دی ہیں (صفحہ ۳۳۶)۔ یہ دو مسخوں کا پورا بیان غلطیوں اور غلط خیالوں کا مجموعہ ہے۔ سہیہ ہے کہ ان کے ہاں سنو سیوں اور پچھٹی باہریوں کے عقائد کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں (صفحہ ۱۴۲)

”وہ قدیم اور صوفی عقائد کے حامی ہیں۔“

یہ ہے ہمارے مترجم قرآن کی واقعیت ایک اسلامی جماعت کے مستقل باب آئیے ہم آپ کو عبرت اور تقابل کے لئے ایک متعصب پادری کا بیان سنائیں۔
 سیورجز (Thomas Patric Hughes) برلینی اور پرنٹسٹن جاحول کا باہمی مقابلہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے:-

”دہائیت کو بسا اوقات اسلام کا پروقشت فرقہ بتایا جاتا ہے..... اگر بڑا فرق یہ ہے کہ عیسائی پر دتشیست مقدس الہامی کتابوں کی اصل اشیئت تسلیم کرتے مجھے روایتی تعلیم کو مسترد کرنا بھی ضروری خیال کرتی ہے، اس کے برعکس دہائیت قرآن کے ساتھ ساتھ حدیثوں پر بھی زور دیتی ہے۔“

(ج) مکفیر و قتال مسلمین شیخ اور ان کے ماننے والوں پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ تمام اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں اور مسلمانوں سے قتال جائز سمجھتے ہیں۔ یہ الزام مختلف وقتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ خود شیخ کی زندگی میں بھی یہ الزام رکھا گیا تھا، اور انہوں نے خود بھی اس کی صاف صاف تردید کی تھی۔ ملاحظہ ہو:

وَاذْكُرْ اَنَّا كُفِرْنَا مِنْ قَبْلِكَ هُمْ اَوْ حَبِيبُ اَنْ لَوْ كُنَّا كُفِرْنَا مِنْ قَبْلِكَ هُمْ
 اَللّٰهُمَّ عَلٰى قَبِيْةِ عَبْدِ الْقَاہِرِ بِمَآلِكَ اَوْ عَدَمِ تَنْبِيْهِكَ اَنْ تَمُرَّ

لے انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، ص ۱۹۱ لے ڈکشنری آف اسلام ص ۷۷

والصنم الذی علی قبر احمد
البدوی وانشا لہما الاجل
جلہم و عدم من ینبہلہم
و تکفیر کفر من لیس یشرک
باللہ اولہ لیسیداجر اللہ اولہ
یکفر
سبحانک هذا بطلان عظیم
کی پرستش کرتے ہیں جو شیخ عبد القدوس
اور شیخ احمد بن ابی اورمان جیسے بزرگوں
کی قبروں پر بنے ہوئے ہیں تو پھر ہم ان کی
کی گنہگار کر رہے کر سکتے ہیں جنہوں نے
شرک کا ارتکاب نہیں کیا، یا ہجرت کر کے
ہمارے پاس نہیں آئے اور کسی کفر کے
ترک نہیں ہوئے — سہماں ارشاد
یہ صریح بیان ہے ۔

لیکن ان تردیدوں کے باوجود یہ الہام مختلف رنگ آمیزیوں کے ساتھ ساتھ
بار بار دہرایا گیا ہے۔ دیکھیں مثالیں پیش ہیں۔

ابن عابین شامی (ف شیخ ۱۲۵۱ھ) اپنے مشہور حاشیہ رواۃ شامی فرماتے ہیں،
تکاد فکم فی زماننا فی اتباع عبد الوہابؒ جیسا کہ پہلے زمانے میں عبد الوہابؒ
الذین خرجوا من نجد و قلعہ علی
الحریم و کافوا و یفتخرون عذہم الخابۃ
تکثرہم اعتقادوا انہم المسلمون و
ان من خالف اعتقادہم مشرکون
و استباحوا قتل اهل السنۃ و قتل
کے مخالف سب مشرک ہیں، اور ان کے اعتقاد
مرضوی مسلمان ہیں، اور ان کے اعتقاد
بنیاد پر انہوں نے اپنی منت اور ان
کے خلاف کا قتل روا رکھا ۔

علیہم السلام

احمد زین و ملا (ف ۱۳۱۶ھ) کو تو اس جماعت سے اللہ واسطے کا بیر ہے۔
اس نے بار بار اس الزام کو دہرایا ہے لیکن

ہمارے ملک کے نامور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۱۶ھ)
جس اس جماعت کے بارے میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ ان کی مختلف کتابوں میں
میں اس جماعت کے متعلق الجھے ہوئے بیانات ہیں۔ البتہ اتحاد انبیاء میں ان کا
بیان ایک مذہب اچھا اور حقیقت سے قریب تر ہے۔ پھر بھی غیر مشروطہ تکفیر کا الزام
اس میں موجود ہے۔ اور تواریخین کے نامور عالم اور محقق، قاضی غوث بن علی شوکانی (ف
۱۲۵۷ھ) کو بھی اس باب میں اہل نجد کے مسلک کی صحیح صحیح اطلاع نہیں مل سکی تھی،
جس کے وہ خود بھی شاکی ہیں:-

وکنتم یرون ان من لدن	لیکن ان کا خیال ہے کہ جو امیر نو کے
واخلاعت دولۃ صاحب نجد	دارۃ اطاعت سے باہر ہے وہ
مستفلاک و امور خارج عن الاسلام	اسلام سے خارج ہے۔
وتبلغ عنہم اشیداء اللہ علم	ان کے بے باستی پر اور بھی طرح کی باتیں
بصحتہا... الخ	سننے میں آتی ہیں، اور چیلے کہہ کر بھیجیں ہر

۱۔ الدر المنثور، صفحہ ۵۵۵، خلاصۃ الکلام، ص ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱
۲۔ ترجمان و دبیر، بابۃ مسائل، موائد العوام، نتائج المکمل وغیرہ
۳۔ مسکن، ص ۲۵۰، ابدار الطالع، ص ۲۵۰

پھر آگے چل کر غنا زیاہمت ترک کرنے والوں سے تعلق کی مخالفت کرتے ہیں۔
لیکن تبارک صلوٰۃ کی تکحیر ساز رکنتے ہیں۔

اہل نجد پر تکفیر اہل قبلہ کا الزام اگر مخالفوں نے رکھا، تو اس کی ایک طرح پر اہلیت
بھی ہے اور اس میں معمولی شکے پڑے لوگوں کے لئے القباس کی گنجائش ہے۔ ہم یہاں
پر اہل نجد کی زبان میں ان کا مسلک بیان کر رہے ہیں، جو کوئی نیا مسلک نہیں، بلکہ
خاندانِ ادریش کا مشہور مسلک ہے۔

شیخ الاسلام کے شاگرد، احمد بن ناصر بن عثمان معمری نجدی (ف ۱۳۲۵ھ) نے
۱۳۱۱ھ میں علمائے حرم شریف کے سامنے جو تین مسئلے پیش کئے تھے، ان میں سے
دوسرے کا خلاصہ ان کی زبان میں یہ ہے:-

ہما من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	جو کہ اللہ والا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے
محمد رسول اللہ وهو قیوم علی	محمد ہی شرک پر قائم ہے سو وہ کی دعا میں لکھنا،
مشرکہ یدعو الموفق ویسألہم	ان سے عز و قدر کے پورا کرنے اور مسجیوں
قضیہ الحاجات وتقریح الکتابۃ	کے دور کرنے کی درخواست کرتے، قر
فقد اذکار مشرک حلال الدم	تو وہ کافر اور مشرک ہے۔ اس کا خون
والمال، وان قال لا الہ الا اللہ	مال حلال ہے، اگرچہ وہ لا الہ الا اللہ محمد
محمد رسول اللہ وصلی وصام	رسول اللہ کہتا ہے، نمازیں پڑھتا، روزے
وزعم انه مسلم	کہتا اور اپنے کو مسلمان بھی کہتا ہے۔

اسی رسالے میں ابن حجر رحمہ اللہ نے سستی سے نماز ترک کرنے والوں سے مجھ
 خال کو جائز رکھا ہے اور زہری اور امام ابو حنیفہ کے علاوہ تمام ائمہ کا اجماع نقل
 کیا ہے۔ تفصیل میں پڑھنے کی گنجائش نہیں، شاید کا یہ مشہور مسلک ہے، اور اسی پر اہل
 نجد عامل ہیں۔ تارک مسلوۃ کا انفرادان کے نزدیک منقہ ہے،

ومن لا یصل، فلهو لا شلک لکھڑ تک قال المصنوع اکل سیند
 اور جو نماز نہیں پڑھتا، وہ بے شک کافر ہے جیسا کہ سربراہ عالم عبد الصلوۃ و اسلام کا درجہ
 تارک مسلوۃ کے بعد قبر پر سنوں (عقبہ قبور) کا مسئلہ آتا ہے۔ شیخ کے پیش رو ابو
 ہمیشہ شرب سما سر عمر بن اسماعیل الامیر یمنی (ف ۱۱۱۱) ثبت پرستوں (عقبہ انعام)
 اور قبر پرستوں کے درمیان بالکل فرقی نہیں کرتے، شراکانی نے ان کا رجوع نقل کیا ہے
 اور عقبہ و قبور پر اس فتوہ کی سخت مخالفت کی ہے مجتہد سیاق بن سمان نے اس
 رجوع کی پُر زور تردید کی ہے۔ اور یہی قرین قیاس ہے شیخ عمر بن عبد الوہاب بھی
 عمر بن اسماعیل الامیر کے ہم خیال علوم ہوتے ہیں۔ اجتہاد اتنا فرق ہے کہ شیخ الاسلام
 تمام محبت، شرط قرار دیتے ہیں، اور اسی لئے تمام مسلمانوں کی کھجور نہیں کہتے۔

۱۔ تفصیل کے لئے البدیۃ النبیۃ ص ۶۶ ۲۔ البدیۃ النبیۃ ص ۱۰۵
 ۳۔ تطبیح الاعتقاد : مسئلہ ۲ ۴۔ البدیۃ النبیۃ ص ۳۵
 ۵۔ تبرئة الشیخین الامامین : ص ۲۰۲

وَمِنْ حِجَابَةِ هَذِهِ الْأَكَاذِبِ جَاءَ كَرِي
 ان شیخ الاسلام محمد بن
 عبد الوہاب رحمہ اللہ یسئلک اللہ
 ویرتھب الاموال ویرتجاری علی
 قتل النفوس وتکفیر الہمة
 الحمد لله نے جمیع الاقطار و ہذا
 کلمہ گزشتہ ہے +

اس عمری تکفیر کی اہل نجد پر زور ترویج کرتے ہیں، لیکن اتمام حجت اور تبلیغ کے
 بعد تکفیر اور قتال کے قائل نظر آتے ہیں:
 فلم یکنفر وجہ اللہ الا عبادة الوحدان
 من دھات الاولیاء والصالحین
 وغیرہم ممن اشرك بالله وجعل
 له اندادا بعد اقامۃ الحجۃ
 ووضوح الحجۃ وبعد ان یدفع
 بالقتال غیثا قاتلہم وفسدک وفسد
 ونهب اموالہم ومعدن کتاب
 السنۃ واجماع سلف الامة
 توشیح محمد احمد نے صرف ان ضمن پر تو
 کی تکفیر کی جو اولیاء اور نیکو کار بدوس سے
 موادیں مانگتے ہیں، انہیں شہادت کے ثبوت
 اور طریق حق کی وضاحت کے بعد بھی شرک
 کا ارتکاب اور اللہ کا شریک ٹھہرانا اور
 پھر انہوں نے قتال میں بھی شہید نہ کی
 تب شیخ نے ان سے قتال کیا اور ان کا
 خزانہ ہایا اور ان کا مال لٹا اس حال میں کہ کتاب

ہاں تمام جہت کے علاوہ ایک دوسرا عذر بھی ہے اور وہ یہ کہ مخالفوں نے قتل کی ابتدا کی۔ ایک دوسری جگہ شیخ کا یہ قول منقول ہے :-

فجس مولد الشکریں والمثلہم قرب اور ان جیسے مشرک جریہوں اور
عن جعبہ الاولیاء الصالحین ٹیکو کار بندوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے
عنکم ما نهم مشرکون وضری ہاتھ میں ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ تبلیغی جہت قائم
کفر ہم اذا قامت علیہم الحجۃ ہر جانے کے بعد ہم ان پر مشرک کا حکم لگاتے
الرسالیۃ :- ہیں اور ان کو کافر سمجھتے ہیں ۔

ان اعتبارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیخ اور ان کے پیروں کا کفر اور قتل کے لئے تبلیغ اور اتنا امت جہت، شرط قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے عمومی تکفیر کے الزام کی یہ پرزور تردید کہتے ہیں۔ البتہ قرہ گستی اور ظاہری مشرکانہ اعمال کو یہ صرف کفر عملی، نہیں سمجھتے، جیسا کہ عام طور پر کفر عمل اور کفر اعتقاد کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

یہ توحید و ربیت کو کافی نہیں سمجھتے، بلکہ توحید اور ربیت کو بھی اسلام کے لئے ضروری اور بنیادی شرط قرار دیتے ہیں۔ اللہ کو صرف مخفی اور مدبر کائنات سمجھنے سے نہایت نہیں ہو سکتی، توحید و ربیت کے قائل جاہلیت بھی قائل تھے۔ البتہ وہ اہم ربیت میں شریک کرتے تھے اور اسی لئے وہ ہر شجر و حجر کو جس کی وہ پرستش کرتے، بالہی کے نام کے رسم کہتے۔ اس زمانے کے جاہلوں اور مشرکوں کے غیر اللہ کرا رکھنے سے تو پرہیز کیا، لیکن

الہییت کے تمام لازم و لازم معارف، قربانی و غیرہ) غیر اللہ کے لئے بھی عام کر دیئے۔ اور اس کا نام تو تسل یا استشفاع رکھ دیا، تو نام رکھنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی ہے۔

یہ ہے خلا رشید کے مسلک کا۔ جماعت کی کتابوں میں اس مسئلے کی بڑی پوری وضاحت کی گئی ہے۔ بلال بن سہیل کی تہذیب الشیخین الامامین (صفحہ ۴۱۵) تو اسی کے لئے وقف ہے۔ مآخذ کے ضمن میں دوسری کتابوں کا ذکر آتا ہے تفصیل کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا۔ یہاں پر صرف ایک بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اہل نجد مسلمانان عالم کی عمر جو کثیر نہیں کرتے، بلکہ صرف ان لوگوں کی جو مشرکانہ اعمال میں گرفتار ہیں۔ اور تبلیغ و دعوت کے بعد بھی اپنی نگراہی سے باز نہیں آتے، اور ایسے لوگوں سے قتال بھی جائز قرار دیتے ہیں شیخ نے اپنی مختلف کتابوں میں اس حقیقت کو بار بار دہرایا

عن تہذیب الشیخین الامامین کے حاشیہ میں ایک جگہ پر (صفحہ ۴۱۵) علامہ رشید رضا رحمہ اللہ نے ایک عجیب بات بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت زبان کے صحیح فہم کی وجہ سے اپنے ہر مسموم (ظہور یا خیر) کو الہی کہتے تھے۔ اس لئے کہ اس عقیدے صحیح سمجھی جاتی ہیں، اس کے برعکس ہمارے زمانے کے مشرک اُفت اور زبان سے ناراضیت کی وجہ سے سمجھے کہ اس مسموم حیرت کو الہا کہنے سے بدگمان ہے۔ سوئے عہد کی تمام باتیں دوسروں سے سراویں مانگنا، نذر قرآنی قبروں کی طرف ان کے نزدیک تو عید کے منافی نہیں، اور اس طرح پر مشرکین جاہلیت نے صرف وہیں پر ظہور کیا اور اس زمانے کے مسلمان مشرکوں نے وہیں اور زبان دوسروں پر ظہور کیا اور وہاں اُفت قائم ہوئی۔

المسلمین قد جنوا علی الدین بواقعة اعریس و مشرک الجاہلیة ما یظنوا علی انفسہم
فمنہم من یقول مشرک یا معہ ۛ

- اور حضرت ابو بکرؓ کے قتال انہیں زکوٰۃ سے بار بار استلصال کیا ہے۔
 مندرجہ بالا اقوال و اقتباسات میں جہاں تردید ہے، وہ اسی عمومی تحفیر کی تردید ہے۔
 اور جہاں اعتراف ہے، وہاں اتمامِ محنت اور تبلیغ کے بعد بھی مشرکانہ اہمال پر اصرار
 کرنے والوں سے متعلق ہے۔

مگر الزام عائد کیا جائے اور اس کا مقنا بھی بتا دیا جائے، تو انسان غور کر سکتا ہے
 اور ممکن ہو تو غلط فہمی کے ازالے کی بھی کوشش کی جا سکتی ہے۔ لیکن خواہ مخواہ کی دھمکی
 اور سے بنیاد غلط بیانی پر تو صرف انکار و انوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر استہانی
 و دہ بڑا کر اس دور میں بھی ہمارے ملک کے بعض مشہور علماء و شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کے متعلق عجیب
 غریب خیال رکھتے تھے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری (ف ۱۳۵۲ھ) جیسے عالم کا شیخ
 کے متعلق یہ کہنا:-

ابو محمد بن عبد الوہاب	اور محمد بن عبد الوہاب نجدی قریب
اجندی فائدہ کار و جلیل	کم علم اور کم فہم انسان تھا، اور اسی
تقلیل العلم و کان یا تسارع	نے کفر کا حکم نکالنے میں اُسے کوئی
الی الحکمہ بالکفر	باک نہیں تھا۔

تو مدد و انوس ناک اور تکلیف دہ ہے۔ حیرت ہے کہ کتاب التوحید کے مصنف کو
 مولانا سید انور شاہ صاحب نے بطور اور تقلیل العلم کہنے کی جرأت کیسے کی، جس مردِ حق کا وہ

کی کوششوں سے ایک چوراخہ ارض اصلاح پذیر ہو گیا اور آج وہ مسوہس کے بدیہی راہ پر گامزن ہے، اُسے "بیڈ گئے" کی جڑت کیسے ہو سکتی ہے ؟

۵۔ عام غلط بیانی شیخ اور ان کے ماننے والوں کے متعلق طرح طرح کی بے بنیاد باتیں شروع ہی سے کہی جانے لگی تھیں۔ شیخ الاسلام کے صاحبزادے

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ اب کے اس رسالے میں بھی جو مضمون نے ۱۳۱۵ھ میں اہل مکہ کے لئے لکھا تھا، اس قسم کی غلط بیانیوں کی تہدید کی گئی ہے لیجئے

ولما ما یکنذب علینا ستر لھو	اور یہ جو حق پوشی کی راہ سے ہمارے
..... بانا نفس القلک میرا	متعلق جھوٹ جھوٹ کہا جاتا ہے کہ
وناخذ من الحدیث ساوا فقلنا	ہم قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے
..... وانا نضع من رتبة نبینا	کہتے ہیں اور حدیث نبوی سے وہی
صلی اللہ علیہ وسلم یقولنا: الہی	حرفہ لیتے ہیں جو ہمارے قسم (اللہ ذوق)
رمة فی قبرہ و محمد احدنا	کے مناسب ہوا اور یہ کہ رسول کریم
انقم منہ ویس لہ مشافعة وان	صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے
ویراوتہ غیر منہ رمة..... و	کے لئے اللہ رمتہ فی قبرہ (نبی کریم
انا بحسبہ وانا کفنا الناس	قبر میں ایک ہر سیدہ بڑی سے زیادہ جمیں)

لے، کو کسی نے تاریخ خیر (جلد ۳) میں اور نواب صدیق حسن شاہ صاحب کے اتمام النبلا (جلد ۲) میں رسالے کا چھپو پورا پورا نقل کیا ہے۔

على الاطلاق فجميع هذه
الخرافات واشباهها
كان جوازها في كل مسألة من
ذات مسجانات هذا الجحش
عظيم۔

برعنا اننا انفسنا (ہم ہی کے کسی
ایک کی پٹری ان سے زیادہ نفع بخش
ہے) جیسے دگستاخانہ فقرے کہا کرتے
ہیں : اور یہ کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو شفاعت کا حق نہیں ہو گا ! اور

(الهدية النبوية ص ۳۱)
یہ کہ قبرِ طبر کی زیارت مستحب نہیں ہے :
..... اور یہ کہ جم جمیم کے قاتل ہیں : اور یہ کہ جہنم لوگوں کی علی الاطلاق
تکفیر کرتے ہیں : تو ان سب اور ان جیسی دوسری بے سرو پا باتوں میں سے ہر ایک
کے متعلق ہمارا ہر وہ مسجانات هذا الجحش عظیم کے سرا کچھ نہیں ہے ۔
خاموشوں نے ایک بے میاوا الزام یہ بھی تراشا کہ

۱۔ **انہدام قبر نبوی** سرور بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود (۱۲۱۵ھ - ۱۲۹۹ھ) ۱۸۰۴ء - ۱۸۸۱ء
نے قبرِ نبوی کو بھی منہدم کر دیا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ یورپی مورخوں نے خواہ مخواہ
اس بے سرو پا افسانے کو منہ سے لے کر بیان کیا ہے۔ شاہ ڈ (ج ۱ ص ۲۷) : میر ج
— (ڈاکٹری آف اسلام ص ۳۶) (ذویر ص ۱۹) : جمنٹ (فیہ جوائ اسلام ص ۳۶)
مارگویرتہ (انسائیکلو پیڈیا آف ویمن اینڈ آئٹس ج ۱۰ ص ۲۶) اور ان کے علاوہ
ایک جماعت ہے جس نے اس بے بنیاد الزام کو موقع بے موقع دہرانے کی
کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد اور مستزاج افتراء ہے۔ اس کی تعمیر کے حسن
ان کا جو کچھ بھی خیال ہو لیکن قبة الرسول کی طرف جرمی نکلاو سے دیکھنے کی بھی باتوں

نے بھی ہجرت نہ کی۔ عام تہوں کے اندم اور زور و جواہر کی تعظیم کا وہ خود غرضی خوشی
 ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ الزام واقعی متان ہے اور قبة الرسولؐ کے ساتھ سوادوب
 کی مطایت یکسر بے بنیاد و مداخلت ہے۔

برائیس (رجال) مجاہد کے دور عروج میں بعبرہ اور ہندو میں رہ چکا ہے) اس افترا
 کی تائید تو نہ کر سکا، لیکن اہل نجد کی نیت پر حملہ کرنے سے باز نہیں رہا، وہ کہتا ہے:
 ”اس نے (سود بن عبد المعزیٰ) قبر خربہ کے اندام کا بھی ارادہ کیا، لیکن غیبی
 قہر کے استحکام یا منہدم کرنے والے آفات کی کمی کے باعث ایسا نہ کر سکا، اور
 قبر محفوظ رہ گیا۔“

ان برائیس صاحب کی شخصیت اور ان کے بیان کی اہمیت تو اگلے باب سے
 معلوم ہوگی۔ یہاں آنا کہ یہ ناکافی ہو گا کہ یہ بعبرہؒ ہی میں آپکا تھا، یعنی شیخ الاسلام
 کی زندگی ہی میں عرب علاقوں سے اس کا تعلق پیدا ہو گیا تھا، جو مختلف جہتوں
 میں ایک عرصہ تک قائم رہا۔

صفحہ ۱۸۴: برائیس صاحب کے پیش رو اور پڑھنے والے ایک ادارت (سب کی کتاب سے وہ
 فقیر یا محفوف بہ حرف نقل کرتا ہے) نے صرف اس قدر لکھا تھا۔

”اس نے مقبرے کے شے گنبد کو بھی گرا دے (Destroy) کی کوشش کی“
 (ج ۱، صفحہ ۱۸۴) نے غائبانہ سے حافیہ آرائی کی کوشش کی ہے۔ لیکن برک ادارت
 کی یہ اطلاع یقینی غلط ہے، مانگے چل کر وہ خود کہتا ہے کہ ”مقبرے کو گزند نہیں پہنچا۔“

ایک واقعہ کار انگریز کی شہادت | غلط بیانیوں اور افتراء پر مبنیوں کا ایک انسا ہے۔ کہاں تک

انہیں کہنا چاہئے۔ اب ہم اس گنگو کو برا بھوس ہی کے ایک بیان پر ختم کرتے ہیں، جس میں اس نے بعض غلط بیانیوں کی تردید کی ہے:

”باب عالی نے مشہور کیا کہ اُس نے اسوہ بن عبدالعزیزؒ کی زیارت سے لوگوں کو روک دیا ہے، لیکن صحیح نہیں۔ اس نے صرف روضہ (منکرہ) کے سامنے شہر کا زعمال کے اہلکاب سے منع کیا ہے، جیسا کہ دوسرے دیوں کی قبروں پر بندش کر چکا ہے۔“

”بعض جاہل انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ترکوں نے اعتماد کیا تا شرافت کہنے سے ہوا دی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر پورے عالمی ہیں۔ برک ہارٹ نے یہ سمجھا ہے یہ سب غلط بیانیوں کا مجموعہ۔ اسل میں یہ اسلام کے اندر خالص الطہیر Puritanism کی تحریک تھی۔“

”ایک بے وقوف فرنگی نے مشہور میں لکھا کہ یہ کوئی نیا مذہب ایجاد کر رہے ہیں۔ نیز وہ سود کے خاص آدمی کی زبانی سچ کی منسوخی کا بھی ذکر کرتا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ وہ اپنی قرآن کی طرح حدیث کے بھی اصول پر (Fundamental) مانتے ہیں۔ البتہ ادبیات اور

انبیاء کو یہ انسان مانتے ہیں۔ فنج کو کے بعد سونے جہاں اعلان کیا تھا وہ آج بالکل کتاب و سنت کے مطابق تسلیم کیا جاتا ہے۔ تبنا کو فنجی مالکیت کے اہل منوع ہے، انہوں نے بھی منوع کیا۔

”البتہ قبورہ کے امتناع کی خبر بالکل غلط ہے۔ اسے ترکوں نے پروٹیکٹڈ کے طور پر مشہور کیا۔ جس بے وقوف فنجی نے ج کے قسطن کا ذکر کیا ہے، اسے جانتا چاہئے تھا کہ سود نے صرف ج کے بڑے مراسم کو روکا تھا۔ کہ میں داخلہ کے بعد اس نے ہر پہلا کام کیا وہ طواف و عمرہ کی اورنگی تھی۔۔۔۔۔“

Imams

and Sayeds.

ایک عجیب افتراء اسٹیل بن رازق کی of Oman میں ایک بدوی شیخ کی بنائی یہ

افسانہ نکل کیا گیا ہے کہ ”وہابیوں کے پاس قرآن مجید کا وہ حصہ بھی ہے جسے حضرت عثمان نے اپنے مصحف سے حذف کر دیا تھا“ ۶۱/۶۱

۱۷ Rousseau نے مشہور میں مندرجہ ذیل دو کتابیں لکھیں، جس میں اس نے وہابیوں پر فنجی کے روکنے کا بے بنیاد الزام رکھا ہے۔

Pashalik de Baghdad (۱)

A Memoirs in the Mines de l'orient (۲)

کے پرنٹس: ۱۷۹۰-۱۸۰۰ء برک ہارٹ ج ۲، صفحہ ۲۰۰-۲۰۱

کے صفحہ ۲۵۳-۲۵۴

غیریت یہ ہے کہ مترجم نے خود اس روایت کو ضیف قرار دیا ہے۔ اور
 شاید اسی لئے کسی نے اُسے دہرایا نہیں۔ ہم نے یہاں صرف مخالفوں کی اور بھی حرکتوں
 اور احمقانہ افترا پر واذیلوں کا پروہ چاک کرنے کے لئے اس کا ذکر کر دیا۔ جو لوگ
 دروغ بیانی اور افترا پر دازی میں اس حد تک جا سکتے ہیں، ان سے کیا توقع کی
 جا سکتی ہے؟

سید کاظم علی شاہ

چھاباب

مانند اور لٹریچر

۱۔ تکریمی

۱۔ ردۃ الافکار والافنامہ لکھنؤ کا دحل الامام و عزوات فردوسی الاسلام صنف حسین بن غنام اسامی (ف ۱۲۳۵ھ)۔
 یہ کتاب شیخ کی سیرت پر ہے، زیادہ مستند کتاب ہے مصنف شیخ کے شاگرد اور واقعات کے عین شاہد ہیں۔ کتاب دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد میں واقعات و دعوت اور تبلیغ، رسالوں کا ذکر ہے، بعض طویل رسالے پورے پورے اس میں نقل کر دیئے گئے ہیں دوسری جلد جنگوں اور مختلف واقعات کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ ترتیب سنہ وار ہے ۱۲۳۵ھ سے شروع ہو کر ۱۳۱۲ھ پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

مطبع مصر نے یہ بھی میں چھپی تھی (۱۳۳۴ھ) لیکن اس وقت گویا ناپید ہے۔
 بروکلین کو بھی اس مطبوعہ نسخے کا پتہ نہیں تھا۔ اس کا ایک نہایت اچھا نقل نسخہ

نورۃ العلماء کے کتاب خانہ میں ہے۔ جس میں طبعہ فتح شرف الدین و اولاد محمد علی
روڈ بمبئی کی حمایت سے مستعار ملا جس کے لئے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

۲۔ حوالان المجد فی تاریخ نجد، مصنف عثمان بن بشر نجدی (ف ۱۲۸۵ھ)
مُصنّف نے شیخ کے فرزندوں اور سود بن عبدالمسند زلاشیلیہ (۱۲۳۹ھ) سے
کا زمانہ پایا ہے کتاب کا آغاز شیخ کی سیرت اور ۱۲۵۵ھ کے واقعات سے ہوا
ہے۔ پہلی جلد ۱۲۳۵ھ کے واقعات پر ختم ہوتی ہے، دوسری جلد ۱۲۵۵ھ کے
واقعات پر ختم ہو جاتی ہے مصنف نے شعبان ۱۲۵۵ھ میں کتاب کی تصحیف سے
فرغت حاصل کی۔

تفصیل اور واقعات کی تفریع کے لحاظ سے، اسے ابن خنّام کی کتاب پر ترجیح
حاصل ہے، — پہلے ہندو میں ناقص چھپی تھی (۱۳۱۲ھ) ہائے سائنس مطبعہ
سلیفہ کو مکرمہ کا طبع شدہ مکمل نسخہ ہے (۱۳۲۲ھ)

واقعات کی تدوین میں ہم نے زیادہ تر اعتماد انیسویں صدیوں کی کتابوں پر کیا ہے۔
شیخ کی دعوت اور آلِ سعود کی تاریخ پر یہ دونوں کتابیں اصل اور اُمّ، کا حکم رکھتی
ہیں۔

۳۔ ابن دو کتابوں کے علاوہ ایک تیسری کتاب مشیر الوہد فی معرفۃ انساب

لحمہ بدمکن (ذیل ص ۱۰۰، ۱۰۱) نے ابن بشر (ف ۱۲۸۵ھ) اور عثمان بن قاسم نجدی (ف ۱۲۸۵ھ)
(ف ۱۲۸۵ھ) والصحب الواہدہ ورق ۱۰۰ ب) صاحب بنماۃ الخلف بافتقاد السلف کے
درمیان غلط کر دیا ہے۔

لوگ نجد کا ذکر بھی آتا ہے، جو شاید ملک نجد کی تاریخ میں اصل اور ماخذ کا کام دے سکے۔ مار و تامل اور خیر الدین ذر کلی نے اس کا حوالہ دیا ہے۔ اُس کے مصنف رشید بن علی بن علی بن غالب ابن بشر کے معاصر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتاب تیار نہ ہو سکی۔

۴۔ عجائب الآثار فی التراجم والاخبار مصنف عبد الرحمن بن حسن جبرتی مصری (متوفی ۱۲۵۲ھ) اس کی ترتیب بھی متوازی ہے متاخر کے حوادث سے شروع ہو کر ۱۲۳۲ھ کے حوادث پر ختم ہوتی ہے۔ محوطی پاشا کے حملوں اور مصر و حجاز کی آویزش پر اس کی شہادت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مصر اور اس کے تعلقات میں ہم نے جبرتی کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ (مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ پانچ جلدوں میں) ۵۔ خلاصۃ الکلام فی امرا الابداحرام: مصنف احمد بن زینبی دحلان کی شاخصی (متوفی ۱۲۳۲ھ) اس کتاب میں اشراف کدہ کی مکمل تاریخ ہے۔ کدہ مکرمہ کے آخری دو کے حکام کی اتنی تفصیلی تاریخ نکلے اور کوئی نہیں ملے، اس لئے دحلان پر عدم اعتماد کے باوجود اشراف کدہ سے تعلق اس کے بیانات کو اہمیت دینا پڑی۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۳۲ھ میں تالیف ہوئی۔ علامہ میر رشید رضا مرحوم نے السیۃ النسیۃ کے ماضیہ (ص ۱) میں لکھا ہے کہ:

۱۔ قتال ابن سعود (انسانیکر بیانات اسلام) +

۲۔ اعلام احمد ۳۶۸ +

۶۔ یہ دعوت کے ظہور کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں مفتی تھے اور اپنے آقا بانی دلی نعمت کے چشمہ و ابرو کے اشارے پر اس جماعت کے متعلق غلط باتیں مشہور کیا کرتے تھے۔ انہوں نے غلط بیانی اپنے یقین و اعتقاد کی بنا پر کی جو یا کسی کے اشارے پر نہ اس سے بحث نہیں۔ البتہ یہ کہنا غلط ہے کہ یہ دعوت کے ظہور کے زمانہ میں مفتی تھے۔ ۱۲۳۳ھ میں درعیہ بجاوہ ہوا اور دعوت کا ظہور مسودہ ختم ہو گیا تھا۔ مفتی احمد زبیدی دھلان کے شباب میں مکہ مکرمہ میں شاید کسی نجدی کا گورکھی نہ ہوتا ہو۔

۷۔ فتاویٰ و افادات عبد الوہابؒ (مخطوطہ فارسی)۔ یہ ایک مختصر سا قلمی رسالہ ہے جس میں امیر عبدالعزیزؒ کی مسودہ (۱۱۶۹ھ - ۱۲۱۵ھ) کی طرف سے فتح علی شاہ قاجار (۱۲۱۲ھ - ۱۲۵۰ھ) کے نام ایک مکتوب اور بلاغ عام ہے۔ اور آخر میں فتح علی شاہ کا جواب اور دیکھی ہے (موزنہ ۱۲۱۹ھ) مخطوطہ مشرقی کتاب خانہ، فہرست انگریزی مشرق (ص ۱۲۷)۔

۸۔ ابید الطالع، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ اشوکانی (۱۱۶۳ھ - ۱۲۵۰ھ) کی ابید الطالع میں گزراں مسودہ کے متعلق مختصر تراجم ہیں، پھر بھی ان کی ایک قیمت ہے، کہ محدث اشوکانی نے بڑی عمر پائی اور شیخ سے بے کراں مسودہ کا نسخہ و زوال دونوں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

۸۔ تائخ نجد ہصفہ محمود شکر آلوسی (۱۲۴۳ھ - ۱۳۳۲ھ) نجد کی مختصر تاریخ ہے، جس میں شیخ کی رحلت اور آل سعود کی تاریخ کا بھی تذکرہ ہے۔ معلومات عام طور پر صحیح ہیں۔ ابن غنام اور ابن بشران کے ماتخذ ہیں۔ شیخ اور ان کے شاگردوں کی تصنیفات بھی ان کے پیش نظر تھیں۔ مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۳۲ھ۔

۹۔ الرملة الجازية ہصفہ محمد یسب بن ثونی۔ اس میں اشرف مکہ کی حکومت کا بیان مختصر اور مرتب ہے۔ غالباً ان کا زیادہ تر اعتماد دحلان کی خلافت کے کلام پر رہا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت کا بھی ذکر ہے، لیکن صحت و اہمیت کا التزام نہیں (صفحہ ۷۲-۹۴)۔ مطبوعہ مصر، ۱۳۲۹ھ (طبع دوم)

۱۰۔ سائر العالم الاسلامی (۴۴: ۱۶۳۱ھ) تائخ عبدالمدیث کے عنوان سے امیر شکیب ارسلان نے شیخ اور آل سعود کے متعلق ایک انگلٹ فضل اپنی کتاب میں دی ہے۔ ان کا ماتخذ زیادہ تر غیروں کی کتابیں ہیں، اس لئے غلطیوں سے خالی نہیں۔ پھر بھی غنیمت ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے ایک اجمالی خاکہ ذہن میں آجاتا ہے۔

۱۱۔ الزہراء (رجب ۱۳۴۲ھ: ۷۰۳) عبد الید بن غلیب کا شیخ کی زندگی پر ایک مختصر اور جامع مقالہ غلیب نے زیادہ تر ابن بشر اور ابن غنام سے ماتخذ کیا ہے، اس لئے بیانات مستند ہیں۔ ایک آدھ جگہ مشیر الوجود کا بھی حوالہ ہے۔ راقم نے کتاب

کے بچے باب میں اس ضمنوں سے بہت فائدہ اٹھایا ہے، مگر ان کے اصل آئندہ ہی سیر جانے تھے۔

۱۲۔ اثر الدعوة الواہبہ فی جزیرۃ العرب: محمد مامق کا ایک مختصر سالہ ہے جس میں شیعہ کی دعوت پر مہم روانہ لہذا میں بحث کی گئی ہے، مصنف کے تعلقات سعودی حکومت کے ساتھ تھے۔ اس نے ان کی معلومات مستند اور ایک مذہب (OFFICIAL) الہی کی جا سکتی ہیں، مگر انہیں کہ انہوں نے کبھی حوالہ نہیں دیا۔ عربی مساعروں نے اور بھی کتابیں لکھی ہیں لیکن کسی نے تحقیق و تائید نگاری کا فرض ادا نہیں کیا۔ (مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ) بلوالت کے خوف سے ہر ایک پر الگ الگ تبصرہ نہیں کیا جاسکا۔

۱۳۔ جزیرۃ العرب فی القرآن الشریع: مصنفہ حافظہ وہبہ۔ یہ ایک جامع کتاب ہے اور اس کے مصنف سعودی حکومت کے سفیر اور مستند علیہ ہیں۔ کتاب ایسی ادوار و طوالت ہے۔ دولت (۲۳۰-۲۳۱)، اہل سودا (۲۳۲-۲۳۳)، اور اطوان (۲۳۴-۲۳۵) پر بھی تین الگ فصلیں ہیں، تعلیمات بہت کم اور زیادہ تر سنی کی تطبیق کی ہیں۔ محمد بن سعود

۱۴۔ مساعروں میں امین ریحانی مشہور شامی عیسائی اریب کی کتابوں کا بڑا غلط ہے۔ ان کے انگریزی اور عربی ادیشن انہوں نے ہر جگہ پر ان کی فکر العرب ہمارے نظریے پر مبنی۔ معلوم ہوا کہ ایک اخبار نویس سے زیادہ ان کے معلومات کو دقت نہیں دی جا سکتی۔ موجودہ طرز جدید کی افشا سے دلچسپی ہے، مگر انہیں تحقیق تر سے سے منصف ہے۔

کی وفات کی تاریخ ۶۶۳ھ کی بجگہ ۶۷۳ھ دی ہے (ص ۳۳۴) اسی طرح شیخ کی وفات ۶۹۱ھ میں درج کی ہے (ص ۳۳۸) مالا کریم ۶۹۴ھ ہے اور بھی سولی قتل ہوئے ہیں، لیکن مجموعی حیثیت سے کتاب قیمت ہے۔

۱۲۔ خالد بن عبد الغفر کا مقالہ اجماع کی نکتہ الکفر میں (ج ۲ ص ۶۱۲-۶۱۳)

۱۵۔ اتحاف النبلاء (فارس) (ص ۴۱۳-۴۱۶) نواب صدیق حسن خان (ف) ۶۸۲ھ) نے اس کتاب میں بھی شیخ کا حال لکھا ہے۔ اور ایک مذکورہ شخص (مطبع نظامی ۶۸۲ھ) (اس کے علاوہ اناج الملکول مولانا عواد وغیرہ میں بھی شیخ اور ان کی دعوت کا ذکر ہے)۔

۱۶۔ ترجمان دہلیہ دارود ۱۲ رسالہ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب جامعہ کے متعلق محب تنقید اور بے جا جڑ باتیں کہیں ہیں۔ غالباً وہ اپنے وقت کے مخصوص حالات سے گھبرا گئے تھے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ (مطبوعہ امرتسر ۱۲۹۳ھ)

۱۷۔ سلاطین نجد کا مذہب (معارف انمبر ۶۲۲ھ) اس مختصر مقالے میں استاذ محترم مولانا سید سلیمان ندوی نے شیخ کی دعوت اور آلہ سود کا مختصر اور دل نشین خاکہ پیش کیا ہے۔ اس کا تمیدی جھڑپ خاص طور پر دل آویز ہے (جس کا ابتدائی ٹکڑا

لے سرور) اسماعیل صاحب غفری نے البیۃ النبیۃ کا مرقعہ تحریر کیا ہے (جس کا ذکر آگے آتا ہے) ترجمہ تو غیر جیسا بھی ہے۔ اس سے بحث نہیں، لیکن انہوں نے غلط یہ کیا کہ حضرت سید صاحب قبلہ کی پوری تمیید اپنے رواج میں اس طرح نقل کر دی، گویا انہیں کی مکمل ہوئی ہے۔ اللہ ان کی اس غرض کو صاف کرے۔

اس کتاب کا سزا سہ ہے۔

۱۸۔ تاریخ نجد، مصنفہ حافظہ سلم صاحب جبراج پوری شیخ کی سیرت، دعوت اور آل سعود کی تاریخ پر ایک مختصر اور میدی سادی کتاب ہے۔ زیادہ تر بن ختام اور ابن بشر کی کتابیں ان کا ماخذ ہیں۔ سادہ اور ہلکی سیلکی تاریخ کی حیثیت سے غنیمت ہمز کو غلیوں کے خالی نہیں۔

۱۹۔ سلطان ابن سعود، سلطان ابن سعود کی سیرت سرور محمد صاحب شہنشی بی ۱۰۱ نے لکھی ہے۔ اس میں ایک باب شیخ کی دعوت (صفحہ ۴۵-۴۹) پر بھی ہے۔ آل سعود اور آل رشید کی تاریخ بھی دی گئی ہے (صفحہ ۷۰-۴۵) ان کا سلا دار انگریزی کتابوں پر علوم ہوتا ہے، عربی اور اسلامیات سے شاید کافی لگاؤ بھی نہیں ان کی واقفیت کا عالم یہ ہے کہ مقرر کو مقرر اور کرانہ مشاری کو شعری، ثمنانی کو حمدیہ بیان کہتے ہیں (مثلاً) اسی طرح یمنیہ کو عیونیر، الماسا کو اعماد (صفحہ ۴۴) لکھا گیا ہے۔ تاریخی استناد کا عالم یہ ہے کہ محمد بن سعود کا سال وفات ۱۲۴۳ھ (۱۸۲۹ء) اور عبدالعزیز بن سعودی شہنشاہ کی تاریخ ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) بتاتے ہیں۔ (صفحہ ۴۲-۴۳) سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ مصنف کے بیان کے مطابق امام احمد بن حنبل نے مولانا امام احمد حنبل مرتب کی تھی (صفحہ ۴۵)۔ کوئی جلاؤ ہم بتائیں کیا؟

جس شخص کے علم کا یہ عالم ہو اُسے سلطان ابن سعود کی سیرت لکھنے کی کیا ضرورت اڑی تھی؟ ہم نے یہاں تاریخی لٹریچر کے ضمن میں اس کتاب کا ذکر صرف سیرت کے

لئے کیا ہے۔ وہابیوں کے متعلق ان صاحب نے جو غلط بیانیوں کی ہیں (صفحہ ۲۱۰-۲۱۱) ان کے ذکر کی شاید اب ضرورت بھی نہیں۔

۲۰۔ نی بزر کا سفر نامہ *Travels through Arabia*

and other countries in the East.

یہ سبٹ ہلایورپی سیاح ہے جس نے نجد اور شیخ الاسلام کی دعوت پر اپنے سفر نامہ میں بحث کی۔ گو اس کا بیان بہت مختصر ہے (جلد دوم صفحہ ۱۳۱-۱۳۲) مگر بھی اس لحاظ سے کہ یہ سب سے قدیم یورپی آئندہ ہے، قابلِ قدر ہے۔

نی بزر اور اس کے رفقاء مسلمانوں میں ڈنکارک سے روانہ ہوئے اور ۱۷۷۷ء میں یمن پہنچے۔ لیکن چند مہینوں کے اندر اس کے رفقاء سفر سب فوت ہو گئے۔ صرف نی بزر زندہ واپس ہوا (صفحہ ۱۳۶) اس کا سفر نامہ عرب اور خاص کر یمن کے جغرافیہ، معاشرہ اور اقتصادی حالات کے متعلق ایک اہم تاریخی اور جغرافیہ نگار ہے۔ اکثر مورخوں نے اس کے وقت نظر اور محنت بیان کی تعریف کی ہے۔

۲۱۔ ایرٹگیب، مسلمان نے پورا نام (Carsten Nie Buhr) لکھا ہے۔
دعوتِ توحید میں غلطیوں (صفحہ ۱۰۰)۔

۲۲۔ نی بزر کے رفیقوں میں ایک جرمن عالمِ دین بھی تھا۔ ایرٹگیب نے اس کے پوتے سے
لغات کا ذکر کیا ہے (ایضاً)

۲۳۔ ہر گارتھ: صفحہ ۱۶۰۔ بلاد عرب کی یورپی سیاحوں پر اکثر شیخ عنایت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے

فی البدعہ و نجد نہیں جاسکا تھا، اس لئے سنی سنائی باتوں پر اعتماد کی وجہ سے اس کا بیان فاش فطیلوں سے پاک نہیں رہ سکا ہے۔ اس کے بیان کی قیمت اس لئے بھی ہے کہ یہ شیخ کی زندگی میں بلاد عرب پہنچا اور ایسے وقت کہ ابھی دعوتِ نبویؐ پھیل بھی نہ سکی تھی۔ ریاض کی فتح ^{۱۱۱۱ھ} ۱۷۰۰ء میں ہوئی اور اس سے پہلے تیغ کا حلقہ اشرد و د تھا، جیسے پیش نظر ن بور کے سفر نامہ کا انگریزی ترجمہ بعد مترجم کا نام Robert Heron ہے (مطبوعہ یڈنبرائٹ ۱۸۶۲ء)۔

(۲۱) بادیا (Badia) جو علی بیگ عباسی کے نام سے ۱۸۰۰ء میں بدو آتا۔ اور مکہ کی زیارت کی، وہینہ منورہ پہنچنے سے اسے بھڑی حکام نے روک لیا تھا۔ یہ پلا یورپی سیاح ہے۔ جس نے دباہی نجد اور اس کے پائے تخت اور عید کے متعلق پورے معلومات بہم پہنچائیں۔ اس کے سفر نامے کا تاریخی حصہ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس نے حجاز میں مصریوں کی مداخلت سے پہلے دباہیوں کی حکومت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ ایک عینی شاہد کی معاصرانہ شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ افسوس کہ اس کا سفر نامہ ہمیں دستِ غائب نہ ہو سکا۔ ہم نے جہاں کہیں بھی اس کی

تہذیب پرستہ کامی ایک مختصر مگر نافع مقالہ اور غل کا لے سیگن بن لادہ میں نکلا تھا۔ (انٹرنیشنل میگزین مئی ۱۹۵۷ء، اگست ۱۹۵۷ء) دباہیوں کے سفر نامے (سیاح) اور حقیقت میں سب سے پہلے اسی مقالے نے سفر ناموں کے سفر ناموں کی طرف میری توجہ مبذول کرائی۔ اس کے بعد پروفیسر جونا گارڈ کی کتاب سے مزید روشنی ملی جس کا ذکر اگلے آئندے غلطی ۵۲ء نے بھی فی بور کی ادیت اور اہمیت کا ذکر کیا ہے۔

شہادت نقل کی ہے، ہر گاہ محض کے واسطے۔

۲۲۔ برک ہارٹ کی کتاب Notes on the Bedouins and

the Wahhabya جلد ۲ ص ۳۳۹-۹۵۔

یہ مغربی سیاح مسلمانہ میں عجاز پنچا، جب عمر علی پاشا نجدیوں کو عجاز سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور مسلمانہ میں مصر واپس ہوا، جہاں وہ قزوئے عمری کے بدرفت ہو گیا۔ اس نے درعیہ اور بلاد عارض کا متصل اور متعلقہ جغرافیہ دیا ہے۔ اس نے اپنے سفر نامے کی پہلی جلدوں Travels in Arabia میں مصر اور حج وغیرہ کی جو تفصیل کی ہے، وہ اپنی جگہ پر نہایت مستند ہے۔ مگر کمرہ کے نظام حکومت پر بھی اس کی بحث عالمانہ ہے۔ رچرڈ برٹن جس نے مسلمانہ کے بعد کدہ مدینہ کا سفر کیا، برک ہارٹ کا شناخاں ہے اور انسانی اور مائے تحقیق کے باوجود برک ہارٹ کے بیانات پر کوئی قابل ذکر اضافہ نہ کر سکا ہے۔

اس کے سفر نامے کی پہلی دو جلدیں مسلمانہ میں چھپیں اور آخری دو جلدیں

۱۔ Penetration of Arabia ۷۸-۷۷۔

۲۔ Travels etc. ص ۲۴۳-۲۰۵

۳۔ کیپٹن سر رچرڈ برٹن (R F Burton) جس نے برک ہارٹ کے تقریباً چالیس برس بعد عجاز کا سفر کیا۔ لیکن اہل نجد کے متعلق کوئی اہم بات نہیں کہی اس کے سفر نامہ کا ایک خاص ایڈیشن دو جلدوں میں پڑے آب کتاب سے چھپا ہے (لندن، ۱۸۹۲ء)۔
۴۔ ہر گاہ ۹۹۔

(Notes 71) سلسلہ میں شائع ہوئیں۔ یہ چاروں جلدیں عرب اور اس کے جزائریہ وصلقات پر موطات کا نگینہ ہیں۔ ہمیں اس کتاب میں صرف Notes on etc. کی دوسری جلد سے بحث تھی۔ عمر علی مصری کے عملہ جلد اور مصر و نجد کی روائیوں پر اس کے بیانات حد درجہ مستند اور یعنی مشہور کا درجہ رکھتے ہیں۔

۲۳۔ براؤن (Harford joins Brydges) کی کتاب

A Brief History of the Wahhabys

یہ شخص ایک برطانوی مصر کی حیثیت سے ۱۸۴۲ء میں بصرہ پہنچا اور ۱۸۴۳ء تک وہیں رہا۔ درمیان میں کچھ وقت کے بعد پھر بغداد میں اس کی تعیناتی ہوئی، جہاں ۱۸۴۵ء سے ۱۸۴۷ء تک اس کا قیام رہا۔ دونوں جگہوں میں یہ پوٹشکیل اینجنٹ کی حیثیت سے تھا اور سعود بن عبدالعزیز کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ گویا یہ شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں بلا وجہ عرب آگیا تھا اور سعود بن عبدالعزیز کے اہم خوشامات کے زمانہ میں وہاں موجود تھا۔ اس بخلاف سے اس کی کتاب کی بہتیت اور تاریخی قیمت ہر نااہل بے انگریز فوس کو اس میں وقت نظر نہیں۔ سبب بجا برک ہارٹ کی طرف بہت نقالی کرتا ہے، جو اس کے بعد مجاز آیا اور پستے مرا۔

یہ کتاب سلسلہ میں لندن سے شائع ہوئی اور برک ہارٹ کی کتاب میں ۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء میں نکل چکی تھیں۔ خود ہی اسے برک ہارٹ کی خوش چینی کا اعتراف ہے۔ کہیں کہیں اس نے اضافہ بھی کیا ہے لیکن اہم واقعات غرض

سے برک ہارٹ کا مرقع سلسلہ کے وسط پر ختم ہو جاتا ہے۔ براؤن نے ایک اہم اضافہ (انی ماغیر برستہ)

برک ہارٹ ہی سے لئے ہیں۔

۲۴ - پالگریو W. Gifford Palgrave کا سفر نامہ

(Narrative of a year's journey through
Central and Eastern Arabia)

یہ ایک کیتھولک عیسائی اور شہری زندگی کا عادی اور طبیب ایک آرام پسند شخص تھا۔ ۱۸۶۲ء میں اس نے عرب کی سیاست کی۔ اس نے حضری عربوں (مسما قلیف وغیرہ کے باشندے، کی خوب تعریفیں کی ہیں۔ لیکن اہل بادیر کی ہڈی کے لئے اس کے پاس ایک نقطہ نہیں۔ اس نے اہل نجد، نجد عربیہ، جدہ، یثرب اور ان کے ماننے والوں کی بڑی ہڈیاں کی ہیں۔ زیمر (عاشیہ ۱۹۸) اور بیو جس (صفحہ ۵ ب) کی رائے ہیں وہایت کی برائی میں اس کی کیتھولکیت کو بھی دخل تھا۔ زدیمر کی رائے میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۹۰ء کے واقعات میں اس کے بیان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، لیکن ہمارے خیال میں کسی مسئلہ کے متعلق صرف اس کے بیان پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ شیخ پر اس نے جو کچھ لکھا ہے۔ خرافات کا مجموعہ ہے

کیا ہے کہ اس نے عامر و عید (۱۸۱۵ء) کی پوری تفصیل فرانسس مینگن M. Mengin
(History de l'Egypt Sous le Government
de Mohammad Aly)

(دوسری تاریخ عربی کے عہد حکومت میں) سے صرف بہ حرف نقل کر دی ہے (۱۸۱۵-۱۸۱۶ء)

کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو گارٹھ نے میوس ہلی کے شن پرکاشی بحث کی ہے اور اس کے سفر کی جزائی قیمت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ لیکن اس کی تاریخی تحقیقات کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

(Imams

۲۶۔ ہجر (G. Percy Bedger) کی (G. Percy Bedger) and Syeds

(of Oman) یہ کتاب اصل میں ایک عربی مخطوط (مسنود سلیل بن رزق) کا ترجمہ ہے، جس میں عمان کے امراء کی پوری تاریخ مفصل بیان کی گئی ہے (ابتداء اسلام سے سنہ ۱۸۵۶ء تک) ہجر نے انگریزی ترجمے میں حواشی اور ایک مبسوط مقدمہ کا اضافہ کیا ہے، جس میں کتاب کے پورے مواد پر بحث ہے اور عمان کی تاریخ بھی سنہ ۱۸۵۶ء تک مکمل کر دی گئی ہے۔

چوں کہ آل سعود کی دعوت اور سیاسی عروج دونوں کا خلیج فارس میں بے حد اثر ہے عرب کے تمام ساحلی علاقوں سے گہرا تعلق رہا ہے، اس لئے ان کی تاریخ بھی سبباً زیر بحث آتی ہے۔ ہجر کے حاشیے عام طور پر پر معلومات اور اچھے ہیں، البتہ نجد کے متعلق وہ پانگریزوں پر زیادہ اعتماد کرتا ہے۔ آل سعود کے متعلق چند زیادہ تر معلومات سیاسی مذاہن اور محلوں کی تفصیل سے متعلق ہیں، اس لئے زیر نظر تالیف میں زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا۔ (مطبوعہ لندن: سنہ ۱۸۵۶ء)

۲۷۔ ڈاؤٹی (Daughty) پانگریز کے تیرہ برس بعد سنہ ۱۸۵۶ء میں

آیا۔ بڑوں کی معاشرت کی تحصیل، جغرافی اورسانی تحقیقات کے لحاظ سے اس کے سفرنامے کی جو بھی قیمت ہو، اہل نجد کی تاریخ پر اس نے کوئی خاص مسازہ نہیں چھوڑا۔ سوائے اس پیش گوئی کے :

”وہابی حکومت موت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور اب دوبارہ اس میں جان نہیں آسکتی عام طور پر نجد میں یہی خیال ہے۔“

واقعات و مشاہدات نے اس خام خیال کی تکذیب کر دی۔۔۔ اس کا سفرنامہ

Travels in Arabia Deserta دو جلدوں میں ہے (۱۸۴۶ء)

اور ۱۹۲۱ء)

۲۸۔ یڈی اپنی ہنٹ (Anne Blunt) کا سفرنامہ

A Pilgrimage to Nejd، مشہور سیاسی مدبر اور شہرہ فرشتہ
سکاؤن ہنٹ Wilfrid Scawn, Blunt اور ان کی بیگم یڈی
ہنٹ (جو مشہور عربائرن کی پڑتی تھیں) نے غالباً اچھے گھوڑوں کی تلاش
میں عرب اور نجد کی سیاحت کی تھی (۱۸۴۹ء)۔ یڈی ہنٹ کے سفرنامے سے
ہمارے موضوع کا تعلق نہیں۔ ’دیس باپ‘ اور ’ضمیر‘ خود فرشتہ ہنٹ نے لکھا ہے۔
ان میں نجد کے جغرافیہ پر باچہ (۱۸۷۱ء - ۱) اور ’وہابیت کے عروج و زوال‘
کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ (جلد ۱ ص ۲۵۱-۲۵۱) کو غلطیاں کافی ہیں، پھر بھی

ایک خاکہ کی حد تک قیمت ہے۔ کتاب میں جہاں کہیں ہنٹ کا حوالہ آیا ہے
 یہی ضمیر مراد ہے۔ اصل سفرنامہ دو جلدوں میں چھپا ہے (لندن ۱۸۵۱ء)
 ولفزڈ ہنٹ کی فیروچر آف اسلام (سفر ۲۰-۴۲، ۱۰۶) میں بھی شیخ کی
 دعوت کا ذکر آیا ہے۔ اس مختصر بیان میں بھی متعدد غلطیوں اور غلط فہمیوں
 کے نمونے ملتے ہیں جن کی طرف غلط بیانیوں کے ضمن میں اشارہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس
 کا اگر کہیں حوالہ آیا ہے، تو کتاب کی تصریح کے ساتھ ۱۸۵۲ء کا چھپا ہوا نسخہ
 ہمارے سامنے رہا ہے۔

۲۹۔ ریو جس (Thomas P. Hughes) کی ڈکشنری آف
 اسلام (Dictionary of Islam)

اس پر دو تصنیفات مشغری کا یہ مقالہ بہتیرے مسلمان عالموں کی تحریروں سے بہتر
 ہے۔ جہاں تک دعوت کے منشا کا تعلق ہے، اس نے کچھ میں غلطی نہیں کی اور
 اس نے شیخ کی تعلیمات کا بہت اچھا خلاصہ دیا ہے۔ تاریخی فروگذاشتیں ہیں اور
 وہ صدقہ میں براہ کس اور ہنٹ کا — اس کتاب میں جہاں کہیں ہیو جس
 (Hughes) کا حوالہ ہے، یہی مقالہ مراد ہے (مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء)

۳۰۔ اسی ہیو جس کا دوسرا مقالہ (The Wahhabi) اس کی مختصر
 کتاب (Notes on Mohammadianism) میں (صفحہ ۲۱۶-۲۱۹)۔
 — اس میں عام عقائد وغیرہ کے علاوہ سلاطین اہل سود کی بھی ایک مکمل فہرست

دی گئی ہے۔ (شعبۂ نمک) اس مختصر مقالے میں ڈکشنری آف اسلام والے مقالے (Wahhabia) پر کچھ تنقید اٹھانے بھی ہیں، خاص کر ہندوستانی مجاہدین کے متعلق جن پر گھٹکے کا یہاں موقع نہیں۔ اس مقالے کا جہاں حوالہ آیا ہے نوٹس کی تصریح کے ساتھ — (مطبوعہ: لندن ۱۸۷۷ء)۔

(۳۱) ڈوئیکر (Zweimer) کی Arabia, the Cradle of Islam

زویئر نے اپنے قصص کے باوجود شیخ کی دعوت کے سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس کتاب سے قبل عرب کی حالت کا بھی صحیح جائزہ لیا ہے۔ (۱۹۰۳ء) اپنی کتاب کے اس باب میں اُس نے صرف تین تاریخی غلطیاں کی ہیں۔
(۱) سبذ ولادت ۱۱۹۱ھ: سفر ہند اور ہند قیام رسل) لیکن استغاج میں اس کا قصب غالب رہا۔ ارشاد ہوتا ہے:

”یہ تحریک اسلام کی تجدید تھی، گویا ناکامی (Disaster) پر ختم ہوئی۔ اور سیاسی طور پر ایک شاندار ڈھونگ ثابت ہوئی۔“ (۱۹۰۳ء) (۱۹۱۲ء)

۳۲۔ ہرگارتھ (David George Hograth)

(The Penetration of Arabia)

ہرگارتھ نے اس کتاب میں ان تمام یورپی سیاحوں کی کوشش کا محض اور گہرا جائزہ دیا ہے، جنہوں نے گزشتہ تین صدیوں میں ملاو عرب کی سیاحت کی اور وہاں کے جغرافیہ، تاریخ، اثرات، معاشرت، آداب و رسوم وغیرہ کے متعلق کوئی تحریری دستاویز یا ریکارڈ چھوڑی۔ اس سلسلے میں ان سیاحوں کے کارناموں

پر بھی پورا پورا اتھرو ہوا ہے، جنہوں نے شیخ اور ان کے جانشینوں کے ایام حکومت میں بلاد نجد و حجاز کی سیاحت کی۔ ہم نے ہر گارتہ کے مختلف بیازوں کا اصل سفرناموں سے بار بار مقابلہ کیا، لیکن اس کے نقل اور تبصرے میں کہیں اولیٰ فرد گذاشت نہیں پائی۔ اس لئے اصل سفرناموں کی عدم موجودگی میں اس کے غلط اور تبصرے کے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (مطبوعہ لندن ۱۹۸۲ء)

اس کتاب میں جہاں کہیں ہر گارتہ کا حوالہ ہے، یہی کتاب سراو ہے۔

ہر گارتہ کی ایک دوسری مختصر کتاب (A History of Arabia) میں بھی اس شرف کو (۹۳-۸۷) اور وہابی اور مصری (۱۱۲-۹۹) پر دو باب ہیں، مگر سیرت ہمدانی ہے کہ یہاں وہ محمد بن سعود و عبدالعزیز بن محمد بن سعود اور سعود بن عبدالعزیز کے درمیان ایک ٹھیک فرق نہ کر سکا (ص ۱۰۸)۔

۳۳۔ فلیبی (H. St. J. B. Philby) کی کتاب (Arabia) (The Modern World Series) ۱۹۳۲ء

فلیبی نے اس کتاب میں شیخ کی دعوت سے لے کر سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فيصل بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود تک نجد کی پوری تاریخ لکھی ہے۔ شیخ کی سیرت اور دعوت کا حصہ یکسر ابن خنصام اور ابن بطریقے مانوئے ہے۔ کتاب ہر لحاظ سے مفید اور قیمتی معلومات کی حامل ہے۔ اور ہم نے اس سے کافی فائدہ اٹھایا۔

لے فلیبی نے خود بھی دو بار (۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ پہلی کتاب ہے جو اصل مانوئے کو بغیر ہر گارتہ میں قریب ہوئی ہے۔ اور اس کا لکھنا ہم نے شیخ کے متعلق قانیا کسی سطر یا بیان میں اتنی صحیح معلومات کہاں نہیں مل سکتیں۔

ہے، لیکن اہل ماتخذ کو سامنے رکھ کر۔۔۔ اس کتاب کا ایسا دوسرا پہلو بھی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بلا و عرب میں حکومت برطانیہ کو ایک غصائے پیری کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے فرماں روا نے نجد، یاموہ، موزول ہیں۔ شریف حین کی امداد اور ابن سعود سے بے اعتنائی پر اس نے وٹھائٹ ہال، حکومت ہند اور حکومت مصر و ہند اور بھارت سے سخت تنقیدیں کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جزیرۃ العرب میں برطانی ڈپلومیسی پر یہ کتاب کافی روشنی ڈالتی ہے، لیکن اس وقت میں اس رخ سے سر دست کوئی تعلق نہیں۔

۳۲۔ مارڈتمان (Mordtmann) کے مقالے ابن سعود اور ابن الرشید (مذہب انساہیکو پیڈیا آف اسلام)۔

جرمن مستشرق، مارڈتمان کے یہ مقالے انصار کے باوجود جامع اور بڑی حد تک صحیح ہیں، حسین اور تائیخوں کی تصنیف کی کوشش قابل تہنیں ہے۔ اس سے پہلے تائیخوں کی نمونہ تصنیف تصنیف اور مجری اور عیسوی نہیں کی تھیں، کسی نے التزام نہیں کیا۔ ہمیں کہیں کہیں اس سے اختلاف کرنا پڑا ہے، لیکن ابن سعود والے مقالے سے عریبی بہت ملی۔

۳۵۔ مارگولیتھ (D. S. Margoliouth) کے دو مقالے :

۱) واہابیہ (Wahhabiyah) (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

۲) واہابی (Wahhabies) (انسائیکلو پیڈیا آف یونیورسٹیاٹس)

دو ترن مقالے غلطیوں سے بھرے ہوئے ہیں، غلطیاں تو ہر کسی سے ہوتی ہیں، لیکن ان صاحب کی داغ بیل ہے۔ جملہ رنگ اور غلطیوں کا انبار اتنا اور کہیں نہیں ملے گا۔ اس کتاب میں جہاں صرف ڈگریوٹہ کا حوالہ دیا ہے، پہلے مقالے کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۶) راونشا (T. E. Ravenshaw) کی یادداشت Memorandum

— گز اس یادداشت کا تعلق مولانا امجد احمد صاحب پوری (ف ۱۳۱۳ھ) کے مقدمے اور ہندوستانی مجاہدین کی تحریک تجدید و جہاد سے ہے، بایں ہذا اس میں شیخ محمد بن عبد اللہ باب اور ان کی دعوت کے متعلق بھی خوب غلطیاں لکھی ہیں، جس کا ایک نمونہ گز چکلا ہے (ملاحظہ ہو: اس کتاب کا پانچواں باب) — یہ یادداشت پوری کی پوری ملکیت گزٹ ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء کے فیصلے کی حیثیت سے چھپی ہے۔

(۳۷) ولیم وین ہنٹر WW Hunter کی (The Indian Musalmans) مسلمانان ہند (مطبوعہ: ۱۸۵۷ء)

اس کتاب کا تعلق بھی ہندوستانی مجاہدوں کی سرگرمیوں سے ہے۔ چونکہ یہ حضرات ہندوستان کی تحریک تجدید و جہاد کو شیخ الاسلام ہی کی دعوت کا شاخسار بتاتے ہیں۔ اس لئے غراغواۓ انہیں شیخ کی دعوت پر بھی گفتگو کرنا پڑتی ہے۔ اس سلسلے میں ہنٹر صاحب نے بھی اپنی ناواقفیت کا خوب خوب ثبوت دیا ہے۔ کچھ نمونے اوپر گز چکے ہیں۔ ان غلطیاں میں اس کا ماخذ زیادہ تر راونشا کی یادداشت ادبی ہے۔ گو یہ حوالہ نہیں دیتا۔

۱۔ اب یہ کتاب دوبارہ چھپ گئی ہے۔ نگرانی کے وقت بھی خود ہمارے سامنے ہے (ملکت ہند ۱۹۲۵ء)۔ اس سلسلے میں ہم نے جتنی کتابوں اور مقالوں کا ذکر کیا ہے، ان سب میں نجد اور ہندوستان کی تحریکوں کو ایک بتایا گیا ہے۔ لیکن صرف اصول کی جانب ایک بتاتے ہیں، امجد احمد صاحب کی تحریک جہاد و تجدید کو شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت کی شرح بتاتے ہیں جو کی غلط ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: رافقہ کی ہندوستان کی ملی اسلامی تحریک)۔ خاص طور پر ملاحظہ ہو: جلد ۱ اور اس سے آگے۔ (نیا ڈیٹیشن)۔

۳۸۔ (Islam and Psychology) کی (André Servier)

(of the Musalmans) (اسل فرنج کا ترجمہ، لندن ۱۹۶۲ء)

ان صاحب نے محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کو جی بھر کر گایاں دی ہیں اور یوں تو نفسِ اسلام ہی ان کے نزدیک انسانیت کی ہر ترقی کا دشمن ہے۔ (صفحہ ۲۶)۔
پانگریزوں کا ماخذ معلوم ہوتا ہے۔

۳۹۔ (The Expansion) کی (Wilson Cash)

(of Islam) (مطبوعہ لندن ۱۹۲۵ء)

ان صاحب کا خیال ہے کہ محمد بن عبدالوہابؒ عربی اسلام تپاتے تھے چھ ماہ اس قسم کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی کمی نہیں۔ اسی مدخل کتاب میں اسی شیخ کی دھوکا ذکر ضمنی طور پر آیا ہے۔

۴۰۔ رپورڈ کوک (Richard Coke) کی (The Arab's)

(Place in the Sun) (۱۶۱-۱۶۲ء)

دعوت پر ایک اچھا مختصر تبصرہ ہے۔ قطعیات بعض عام قسم کی ہیں اور بعض ناموں کے ساتھ پھیرے ہوئی ہیں۔ سعود بن عبدالعزیز کے کارناموں کو یہ عبدالعزیز کی طرف منسوب کرتا ہے (صفحہ ۱۶۱) اور عبداللہ بن سعود اور سعود بن عبدالعزیز کے درمیان بھی ٹھیک ٹھیک فرق نہیں کرتا۔ (صفحہ ۱۶۳)

نمبر ۲ سے نمبر ۴ تک جن کتابوں کا ذکر کیا گیا، ان کی حیثیت مکتہ کی نہیں بلکہ عام شہرہ پر کی ہے۔ یہ فہرست اور طویل ہو سکتی تھی، لیکن اختصار کے خیال سے اتنے ہی پر

انکشاف کرنا پڑا۔ بعض نقابوں کے ضمنی حوالے اسل کتاب میں آگئے ہیں۔ جیسے اسٹاڈرڈ
 Lothrop Stoddard کی جدید دنیا کے اسلام (The New World of Islam) وغیرہ

۲۔ مکنڈھیٹی (الغت)

توحید اور انکار بدعات پر سینکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان کا اخصاں
 ہے بناس ملہ برامام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸) اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم
 (ف ۷۵۰) کی کتابیں ان باحث سے بھری پڑی ہیں۔ ہم یہاں صرف ان کتابوں
 کا ذکر کرتے ہیں جن کے مطالعہ کا اس دوران میں ہمیں موقع ملا اور شیخ کی دعوت کے
 بجائے ان سے مدد ملی۔

۱۔ الباعث علی انکار البدع والخرافات لابن محمد عبدالرحمن بن حامیل بن یحییٰ
 شامہ المقرنی (ف ۷۶۵) — (مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ)

۲۔ تجرید التوحید المفید للشرح لفتی الدین احمد بن علی المقرنی (ف ۷۵۵) (مصر ۱۳۴۲ھ)

۳۔ تطبیح الاعتقاد ومن اوران الاموال محمد بن حامیل الایوبی الصنعانی (ف ۷۸۰) (مصر ۱۳۵۰ھ)

۴۔ کتاب التوحید لمحمد بن عبدالوہاب (ف ۱۲۰۰ھ)

۵۔ مطبوعہ ۱۳۶۲ھ مع تحقیقات استاذ محترم ڈاکٹر فتی الدین بلالی مراکشی

اور شیخ کی دوسری تصنیفیں اور رسالے۔

۵۔ الدر النفید فی اخلاص کلمۃ التوحید لمحمد بن علی اشرف کافی (ف ۱۲۵۰ھ)

اس کا اردو ترجمہ مولوی محمد علی صاحب قصبی ایم اے کے قلم سے چھپ گیا ہے (۱۳۶۰ھ)

۶۔ المصنف فی ذراعیہ المصنف الشوکانی رحمہ اللہ

۷۔ عقیدۃ الہدیۃ النبیۃ والحقنۃ الودیۃ النہدیۃ مرتبہ سلیمان بن سمان نجدی

اس مجلہ کے مرتب نجد کے مشہور علماء میں شمار کئے جاتے تھے شیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیع (ف ۱۲۵۷ھ) اور شیخ عبدالمطیف بن عبد الرحمان بن حسن وکیل سے استفادہ کیا۔ چھپاسی سال کی عمر میں وفات پائی (۱۲۵۹ھ)۔

اس مجلہ میں حسب ذیل رسائل ہیں :-

ا۔ الرسائل الدینیۃ فی معنی الالہیۃ (ص ۲۸) لایمیر عبدالعزیز بن محمد بن سنان (ف ۱۲۱۵ھ)

ب۔ شیخ من سیرۃ الشیخ وقلایمہ (ص ۲۸-۳۰) لشیخ عبدالمطیف بن عبدالرحمان آل شیع (ف ۱۲۹۲ھ)

ج۔ الرسائل الاثریۃ (ص ۵۱-۵۵) لشیخ محمد اللہ بن محمد بن عبدالوہاب۔ (ف ۱۲۴۴ھ)

یہ رسالہ ۱۲۱۵ھ میں اہل مکہ مکرمہ کی تعلیم کے لئے لکھا گیا، جب سعود بن عبدالعزیز پہلی مرتبہ حرم میں فاکانہ داخل ہوا۔

د۔ الفواکہ الغلاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والحداب (ص ۹۰-۵۵)

لشیخ احمد بن ناصر بن عثمان المعری النجدی (ف ۱۲۲۵ھ)

یہ رسالہ ۱۲۱۵ھ میں تایف ہوا، جب شیخ احمد بن ناصر امیر عبدالعزیز کی طرف

لے اس کا انگریزی ترجمہ اوکینلی (J. O'Kinely) کے قلم سے جرنل ایضالکیم سائی (ص ۱۵۷-۱۵۸) نے ترجمہ میں بعض محکمہ انگریز غلطیاں بھی ہیں۔ جیسے الامات السنۃ وصیث کی جگہ سنۃ بنامیں، صلاۃ سنۃ کا ترجمہ اس نے (Six Mothers) کیا ہے۔ (ص ۱۵۸) دینی و غیرہ۔

سے مجاز بھیجے گئے اور درجہ ۱۳۱ میں علمائے کرم سے منازعہ ہوا۔
 ۵۰۔ الرسالۃ الثامۃ (صفحہ ۹۹-۹۱)؛ شیخ محمد بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن آل شیخ (رحمۃ اللہ علیہ)
 یہ رسالہ ۱۳۲۹ھ میں تالیف ہوا۔

ان رسالوں کا ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے (از موری، اسماعیل صاحب، غزنوی) ۱۳۲۹ھ
 آخر میں کچھ تصدیق ہے (صفحہ ۱۰۱-۱۰۰)

۸۔ فتح المجید شرح کتاب التوحید تألیف شیخ عبدالرحمان بن حسن آل شیخ
 (ف ۱۲۹۵ھ) (طبع سوم، قاہرہ ۱۳۵۵ھ)

۹۔ جلاء العینین فی محاکمۃ الاممیین شیخ نعمان خیر الدین الملوکی البغدادی (ف ۱۳۴۱ھ)
 (ہللاق، ۱۳۹۸ھ)

یہ کتاب بہت مفید اور جامع معلوم ہوئی اور اس لئے میں نے اسے بار بار چڑھا۔
 یتد رشید رضا جوہر (ف ۱۳۵۵ھ) نے بھی اپنی خود نوشت سوانح حیات میں اس کی
 بہت تعریف کی ہے (ملاحظہ ہو صراف نمبر - دسمبر ۱۹۷۸ھ)۔

۱۰۔ الاعتقاد الراجح فی شرح الاعتقاد للصحیح للكتاب صمدی بن حسن عساکر (ف ۱۳۵۵ھ)
 (ہللاق، ۱۳۹۹ھ علی حاشی جلاء العینین)۔

۱۱۔ تفسیر فودی الابواب السیمری عن التورع فی الاعتقاد المبتدئۃ الوفیۃ؛ سلیمان
 بن سمان النجدی (مستند ۱)

۱۲۔ تبرئة الشیخین الامامین من تزویر اہل الکذب اللعین سلیمان بن سمان (ف ۱۳۵۵ھ)
 یہ دونوں رسائل ایک ساتھ چھپے ہیں۔ (ص ۱۳۵۵ھ)

(ب)

۱۳۔ کتاب التوضیح عن توحید الخلاق فی جواب اہل العراق للشیخ سلیمان بن عبد القادر بن محمد بن عبد الوہاب: (ش ۱۲۳۲ھ) (۱ مصر ۱۳۱۹ھ)
 ۱۴۔ منہاج المتقدمین والناہضین فی کشف شبات داؤد بن جریر: للشیخ عبد العزیز بن عبد الوہاب بن آل الشیخ (ف ۱۲۹۲ھ) (بہمن: ۱۲۹۰ھ)
 یہ صلیح الاخوان کا جواب ہے۔

۱۵۔ سیانۃ الافغان عن وسوسۃ شیخ دغلان: للشیخ محمد شہر مہرانی (۱۲۳۲ھ)
 یہ کتاب عام طور پر مولانا محمد طہیر مہرانی ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ ہمارے پاس جو نسخہ ہے، اس پر تصنف کا نام عبد اللہ بن عبد الوہاب بن عبد الرحیم ہندی وضع ہے۔ غالباً یہ کسی مصلحت سے کیا گیا تھا۔

(یہ وہی نسخہ ہے جو شیخ اسحاق بن عبد الوہاب بن حسن کے انتقال میں رہا ہے)
 (مطبوعہ فاروقی دہلی ۱۲۸۹ھ)

اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت قبیح و اہتمام سے الٹا پر پریس مصلو میں تیار ہے
 (۱۲۸۵ھ) اور اصل تصنف کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ آغاز میں ملازم سید رشید رضا (ف ۱۳۳۲ھ) کا مقدمہ اور قیافہ ہے۔

۱۶۔ البیان المبدی مشاعرۃ الفضل المجدی: سلیمان بن سحمان المجدی صیانۃ الافغان
 دغلان کی الدرر المئیدۃ کا جراحہ ہے۔ جواب الجواب القول المجدی فی الرد علی جراحہ

بن عبد الرحمن السندی کے نام سے شائع ہوا۔ البیان المبدی، القول المجدی کی
تقرید میں ہے (۱۸ سطور ۳۸۴)

ج

۱۷۔ انصواعن الاہلیۃ فی الرجال الروایۃ: سلیمان بن عبد الوہاب التھذیبی
(ف ۳۸۴)

یہ رسالہ شیخ الاسلام کے مہاتمی سلیمان بن عبد الوہاب کا لکھا ہوا ہے۔ اوپر
گزر چکا ہے کہ یہ بعد کو تائب ہو گئے تھے (۳۸۴: ابن خثامہ، ج ۲، ص ۱۷۱)۔
مخالف اس رسالے کا قزوقب ڈھول پٹیتے ہیں لیکن رجوع کا ذکر نہیں کرتے۔
کتا کی یہ نام ناقباً بعد کو رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ سلیمان بن عبد الوہاب نے یہ رسالہ
۳۸۴ھ کے ٹک بھگ ایک خط کی صورت میں لکھ کر اہل عربیہ کے پاس بھیجا تھا،
جس کا جواب بھی شیخ نے دیا تھا۔ اور ۳۸۴ھ میں یہ نام درایتہ قطعی طور
پر رائج نہیں ہوا تھا۔ (مطبوعہ مصر: ۳۸۴ھ)

اصل رسالہ تو مختص ہے لیکن اس میں کچھ ضمیمے بھی لگا دیے گئے ہیں اور یوسف جوی
وغیرہ کے لکھے حصے ہیں۔ تین ضمیمے اکثر و بیش تر ابن سعد کے عروج کے مہذبیت
ہوئے ہیں۔

۱۸۔ تبکم التقیید فی مدحی حمید الدین المہدی بن عبد الوہاب بن عثمان الاسمانی (تقریباً
۳۸۴ھ) مفصل الخطاب فی روایات ابن عبد الوہاب لا احمد انقیانی البصری (تقریباً
۳۸۴ھ)

۲۰۔ انصواعن الرجال وعروہ مصنف الدین عبد اللہ بن داؤد الزہری المکملی (ف ۳۸۴)
مطبوعہ مشرقی کتب خانہ، ۱۳۳۳ھ)۔

۳۸۴ھ روزنہ ۱۷ مارچ، ۳۸۴ھ ۳۸۴ھ کے مہدی ہے۔ انصواعن ہے۔

۲۱۔ مصباح الامام وجلالہ نظام عہد احمد عبداللہ الحداد باعلوی (مطبوعہ مشرقی کتب خانہ ۱۳۵۵ھ)

۲۲۔ صلیح الاخوان من اہل الايمان وبيان الدين القيم فی تبرک ابن تیمیہ ابن تیمیم

لداؤد بن سلیمان بن جرمیس البغدادی (دف ۱۳۹۹ھ)۔

اسی کی تردید میں شیخ عبداللطیف کی منہاج التقدیس لکھی گئی تھی۔ بیسویں صدی ھ

انہی (دف ۱۳۹۹ھ) نے بھی جلال العینین (۱۳۱۵ھ) میں صلیح الاخوان کی

نقطہ غیسوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۳۔ الحداد سنینہ فی الرو علی الوہابیتہ الیہد احمد زینی وعلان (دف ۱۳۹۹ھ)۔

یہ چھوٹا رسالہ ہے، ابو وعلان کی خلافتہ الکلام میں بھی پورا پورا اہمیت ہے۔ ۱۳۱۵ھ

۱۳۱۵ھ۔ اس کے جواب میں مولانا محمد بشیر سہرانی نے ضیائۃ الافکار لکھی اور

پھر اس پر حضرت نے اقول المجدی تصنیف کی۔ تاہم میں سلیمان بن سمان نے ابیانی البیضاء

لکھی۔ آخر دور میں یعنی گزشتہ ساٹھ سو سالوں میں مفتی وعلان ہی کی کتابوں نے

نقطہ بیانیوں کی زیادہ اشاعت کی ہے

۲۴۔ فتح المشانق فی تزییح الراجح و تزییف الزائف من صلیح الاخوان محمد بن ناصر

نے مرقع مصباح الامام (رجزہ حویں ممدی بھری کے ایک طبع تھے) لے لیا اور میں ایسی حمد و ثناءوں کا ذکر کیا

ہے جو شیخ کی توبہ میں بھی گئی تھیں، لیکن ان کا ذکر کسی فرست میں نہیں کیجیے:

(۱) اصنام الجندی فی مفتی ابوبکر بن شیخ عطا الملک۔ (۱۱) رسالۃ شیخ احمد انصاری الاحسانی

مصباح الامام طبع بھی ہو چکا ہے (برہم ص ۲، ص ۱۳۵)۔ لکھ قواف الفضلہ، ص ۱۳۵

جن کتابوں پر یہ علامت ہے وہ غلط دستیاب نہ ہو سکیں۔

المازنی النہدی (ف ۱۲۵۳)۔

یہ آخری کتاب بطور محاکمہ کے لکھی گئی ہے، جیسا کہ کتاب کے نام اور کتاب کے مقدمات سے اذکار ہوتا ہے۔

چوں کہ ان میں سے اکثر کتابوں کا ذکر پہلے آچکا ہے، اس لئے مآخذ کے سلسلے میں مزید تبصرے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یوں کافی چھان بین کی جائے۔ تو یہ فهرست طویل ہو سکتی ہے لیکن

فہرستہ خلافت ابن الحسن بن علی و مبعوثہ انعامہ

ایہ ان کتابوں کے علاوہ فہرست طویل پر مبنی جو ذیل تذکروں نے بھی دریافت اور دوسری تفصیلات کی تفصیلات میں پیش کر دی ہیں۔

- (۱) سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر لمراد
- (۲) المسبب الواضح علی مزاج المتأملت (مخطوط مشرقی کتب خانہ)۔۔۔ اس کا مصنف بھی
- مشرق کی اہل ان کی دعوت کی مدت میں مدد ملے والے سے بڑھا ہوا ہے۔
- (۳) مجملہ مطبوعات (سریس)
- (۴) اعلام اللزور لکھنؤ (تیس جلدیں)
- (۵) جرمن مستشرق (C. Brockelmann) کی مشہور تاریخ ادب عربی۔

((Geschichte der Arabischen Litterature))

(دو جلدیں، ۱۹۰۹ء۔ ذیل کی دو جلدیں، ۱۹۱۲ء)

خاص کوفہ کی دوسری جلد تو اس سلسلے میں اور صاف بھرتا رہی ہے۔

(۶) تقریر میری ویسوی (انجمن ترقی ادب)

مصنف کی دوسری کتابیں

○ مولانا سندھی اور اُن کے افکار و خیالات پر ایک نظر

○ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

○ اشتراکیت اور اسلام

○ دیار عرب میں

○ ہندوپاکستان میں دعوت اسلامی کی تاریخ

○ مہاتما جواہر لال نہرو

”حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ تجدید کا یہ ایک نرے باب ہے۔ بدھویں صدی ہجری میں درج جاہلیت کے خلاف محمدی عہد الوہاب نے غلوس و لغیت کے ساتھ ایک کامیاب جنگ لڑی۔ اور از سر نو صلاح و تقویٰ کی ایک نہر بہا دکھائی۔۔۔۔۔ اس جہاد اقامت دین کی داستان اور اس کے قائد کے احوال کو جناب مسعود مامزدونی صاحب نے بڑی دیدار نرئی اور چہان مین کے بعد بدھویں صدی تک افراز سے مرتب کیا ہے اور اس مصلو کے آغاز پر حرج و تعدیل کا فشر چلا کر جو ہر صداقت نکال دیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے بہت سی نئی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں اور بہت سی پرانی غلط فہمیاں کا ازالہ ہر سکتا ہے۔“

ماہنامہ ترجمان مستوران



”اس میں نجد کے مشہور مصلح امام محمد بن عہد الوہاب کی سوانح حیات، ان کی دعوت اور اس کے اصل پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ غالباً اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں اس عظیم شخص کے حالات کو یکجا کیا گیا ہے۔ جو اگرچہ نجد کے گنام خطہ زمین سے اٹھا، مگر جس نے اپنی دینی بصیرت سے تاریخ اسلامی میں انقلاب برپا کر دیا۔ تجدید و احیائے دین کی تاریخ میں نمایاں ایک شخص ہے جس نے اپنی دعوت کے ثمرات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ایک مستقل ٹیٹ اسلامی اصولوں پر قائم کیا۔ مگر اس ادا نے بے نیازی کے ساتھ کہ حکومت و سلطنت کے بار بار پر حرج کی ایک نگاہ و خط انداز بھی نہ ڈالی۔ اس کی یہ بے نیازی نہ صرف حکومت و سلطنت کے بائیں میں تھی، بلکہ دینی و دنیوی سیاست کے مائے میں بھی رواں نافر خوش ذوق تھا کہ اس کاظم اور زبان کسی قسم کے عصب سے فوٹ نہ پڑا۔ یہ کتاب ان تمام گلائوں کو ڈر کر سے گی۔ جو اس عظیم القدر دینی حق کے تسلی سے پھیل رہی ہیں۔“

مردودہ کوثر